

سینید کی شخصیت

اہل سنت کی نظر میں

ناہیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات
از

مفت محمد شفیع الرحمن مولانا محمد عبدالرشید عثمانی قادیان

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عصفور

مؤسس و مدیر

الرحیمہ گیلانی

۱/۴ کراچی آباد، عظیم گیلانی، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰

فون: ۳۹۱۳۹۱۶

یزید کی شخصیت

اہل سنت کی نظر میں

ناہیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات
از

محقق اہل سنت مولانا محمد عبدالرشید عثمانی قزوینی

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمن عصفری
مفتیس و مئیدیس

الرحیمہ کیسٹل

۱/۴ اکرام آباد، اسلام آباد، پاکستان
فون: ۲۹۱۳۹۱۶

بسم الرحمن الرحیم
نور الایضاح
۱۳۵۹ھ
نور الایضاح

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ
۳۰	اہل سنت کے لیے لمحہ فکریہ	۱۱
۳۰	دیب چر	۱۶
۳۰	استفتاء کے سوالات و جواب	۱۶
۳۰	کتاب سے منقول ہیں	۳۰
۳۰	استفتاء	۲۰
۳۱	استفتاء کا اجمالی جواب	۲۶
۳۱	اہل مدین سے محبت رکھنا اور اہل جور سے	۲۶
۳۱	بغض رکھنا اہل سنت کا طریقہ ہے	۲۶
۳۱	حضور علیہ السلام کے اصحاب، ازواج	۲۶
۳۱	اور درویشوں کے بارے میں اچھی رائے	۲۶
۳۱	دیکھنے والا نفیق سے بُری ہے	۲۶
۳۱	حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں	۲۶
۳۳	اور حضرات مسنین جو انان جنت کے	۲۸
۳۳	یزید سے نفرت کرنا ایمان کا مستغنی ہے	۲۸
۳۳	یزید کے بُرے کرتوتوں کی تفصیل شیخ	۲۸
۳۳	عبداللہ بن محمد بن دہلوی کے قلم سے	۲۸
۳۳	شاہ ولی اللہ صاحب کی تصدیق کہ یزید	۲۹
۳۳	داعی ضلال تھا اور منافق تھا یا فاسق	۲۹
۳۳	تیار نہ تھا۔	۳۳

جملہ حقوق طباعت و اشاعت بہتمام و کمال بنام الزحیم اکیڈمی محفوظ ہیں
اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، اسکننگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت اور ادبی
تحریری اجازت کے بغیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

نام کتاب: یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں

تالیف: محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غففر

موسس و مدیر: الزحیم اکیڈمی، ۸۷۷۷، اکرام آباد، اعظم گڑھ، لاہور، پاکستان 75900

ٹیلیفون: 4913916

مطبع: قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

اشاعت بار اول: ۱۳۸۲ھ تا اشاعت بار ششم: ۱۳۸۵ھ
۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۳ء

تعداد: ۱۰۰۰ = قیمت: ۶۰/- روپے

ملنے سے

- ۱۔ مکتبہ اہل سنت و جماعت کراچی ۱۹
- ۲۔ زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
- ۳۔ ادارۃ الانوار، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۴۔ مکتبہ قاسمیہ، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۵۔ مکتبہ بخاریہ، علامہ بخاری ٹاؤن، کراچی
- ۶۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کانونی کراچی
- ۷۔ مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
- ۸۔ ادارۃ اسلامیات، اتارنگی لاہور
- ۹۔ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان
- ۱۰۔ مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
- ۱۱۔ مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
- ۱۲۔ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان
- ۱۳۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کانونی کراچی
- ۱۴۔ مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
- ۱۵۔ ادارۃ اسلامیات، اتارنگی لاہور
- ۱۶۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کانونی کراچی
- ۱۷۔ مکتبہ قاسمیہ، مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
- ۱۸۔ ادارۃ اسلامیات، اتارنگی لاہور

صفحہ	عنوان	صفحہ
۳۴	یزید کا باہرین روم کا مذاق اڑانا	۳۴
۳۶	حضرت معاویہ کا بائیس برس کو جہاد پر روانہ کرنا	۳۶
۳۶	یزید نے زیاد خلافت سنبھالتے ہی بحرین اور	۳۶
۳۶	مصرائی جہاد کو ختم کرنے کا حکم دے دیا	۳۶
۳۶	"سیدنا یزید" کے موافق کی شرمناک	۳۶
۳۶	حاشیہ آرائی۔	۳۶
۳۹	بالفرض یزید جہاد قسطنطنیہ میں ولی ہے	۳۹
۳۹	شریک ہوا تو اس غزوہ تک جو گناہ اس نے	۳۹
۳۹	کیے تھے ان کی مغفرت کی امید تو کی جاسکتی	۳۹
۳۹	ہے نہ کہ آئندہ ہونے والے جرائم کی بخشش	۳۹
۳۸	شاہ ولی اللہ کی تصریح اس باب میں	۳۸
۵۱	یزید نے بعد کو ایسے کام کیے جو لعنت	۵۱
۵۱	کے موجب تھے۔	۵۱
۵۲	حدیث میں جن چھ افراد کو لعنتی بتایا گیا ہے،	۵۲
۳۹	ان میں یزید شامل تھا۔	۳۹
۳۹	جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کے بعد یزید	۳۹
۳۱	کے مظالم کی تفصیل امام ابن حزم کی زبانی	۳۱
۳۵	خلاصہ بحث	۳۵
۳۵	یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں جہاد	۳۵
۳۶	ہو سکتا ہے	۳۶

صفحہ	عنوان	صفحہ
۵۳	قیصری روایت	۵۳
۶۲	یزید کی دلی عہدی کے سلسلے میں مروان	۶۲
۶۲	کی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کی جناب میں	۶۲
۵۶	گستاخی و افتراء پر دازی۔	۵۶
۵۶	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا مروان کو	۵۶
۶۳	پرسہ سنبھالنا۔	۶۳
۵۸	حضرت عائشہ کا مروان کو جھوٹا کہنا	۵۸
۶۵	مروان کی حضرت عائشہ سے سخت کلامی۔	۶۵
۵۸	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت عاتقہ	۵۸
۵۸	و ابوسفیان سے افضل ہیں۔	۵۸
۶۶	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا حضرت عاتقہ	۶۶
۵۹	کی رقم کو واپس کر دینا۔	۵۹
۶۶	یزید کا گورنر یزید کو اس لیے عزول کر دینا	۶۶
۶۶	کو اس نے حضرت یزید و حضرت ابن زبیر سے	۶۶
۶۶	سنجی کیوں نہیں کی۔	۶۶
۶۶	مروان کا گورنر یزید کو مشورہ دینا کہ	۶۶
۶۶	حضرت حسین و ابن زبیر و ابن عمر اگر	۶۶
۶۶	بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔	۶۶
۶۶	حضرت ابو شریح کا گورنر مدینہ کو حکم الہی	۶۶
۶۶	پر فوج کشی سے منع کرنا۔	۶۶
۶۶	جو غلطی حدیث	۶۶

صفحہ	عنوان	صفحہ
۷۴	یزید کی شقاوت	۷۴
۸۸	ابن زیاد بد نہاد کا صحابہ کے ساتھ گستاخانہ طرز عمل	۸۸
۹۰	حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت نہ کرنا	۹۰
۹۱	ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مغفل کے ساتھ گستاخی	۹۱
۹۲	ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بد تمیزی	۹۲
۹۳	ابن زیاد کا حضرت ابوہریرہ کا مذاق اڑانا	۹۳
۹۴	ابن زیاد بد نہاد تھا	۹۴
۹۵	یزید کی مدینہ نبوی پر فوج کشی	۹۵
۹۶	واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی	۹۶
۹۷	چھٹی حدیث	۹۷
۹۸	حرہ کے مظالم کی تفصیل	۹۸
۹۹	حرم مکہ کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری	۹۹
۱۰۰	یزید کا انعام بد	۱۰۰
۱۰۱	خود فیصلہ نہ کیجئے	۱۰۱
۱۰۲	امام سیوطی اور علامہ تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا	۱۰۲

صفحہ	عنوان	صفحہ
۱۰۱	فتی رجال کا مستفاد فیصلہ "یزید اس کا اہل نہیں کر اس کی کوئی روایت لی جائے"	۱۰۱
۱۰۲	چوتھا شبہ	۱۰۲
۱۰۳	کیا حضرت ابن عباس نے یزید کو اپنے خاندان کا ٹیکہ فرد تجلایا تھا؟	۱۰۳
۱۰۴	اغالی کی روایت میں یہ پابند کون ہیں؟	۱۰۴
۱۰۵	الاماتہ والسیاسہ کا قابل استناد کتاب نہیں	۱۰۵
۱۰۶	بلاذری کی سند صحیح نہیں	۱۰۶
۱۰۷	بالعرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباس کی آخری رائے کا اعتبار ہوگا	۱۰۷
۱۰۸	یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت	۱۰۸
۱۰۹	یزید کا خط حضرت ابن عباس کے پاس	۱۰۹
۱۱۰	حضرت ابن عباس کا سرزنش نامہ یزید کے نام	۱۱۰
۱۱۱	پانچواں شبہ اور اس کا جواب	۱۱۱
۱۱۲	قاضی ابوہریر ابن العری کی بارے میں	۱۱۲
۱۱۳	قاضی ابن العری کا فتویٰ کہ حدیث جابر تھا	۱۱۳
۱۱۴	قاضی ابوہریر ابن العری نامی ہیں	۱۱۴
۱۱۵	کتاب الزہد میں جس یزید کا ذکر ہے وہ یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں	۱۱۵

۱۱۶ امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے
۱۱۷ قاضی ابوہریر ابن العری کی ہجو
۱۱۸ چھٹا شبہ اور اس کا جواب
۱۱۹ یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے
۱۲۰ غزالی کے فتویٰ کی تصحیح
۱۲۱ حضرت حسین کا میدان کربلا میں آخری خطبہ
۱۲۲ امام کیا ہر کسی کا فتویٰ کہ یزید ملعون ہے
۱۲۳ حافظ ابن الوزیری نے غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے
۱۲۴ یزید پر لعنت کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق
۱۲۵ یزید پر لعنت کے بارے میں علماء کے اختلاف کی بابت شاہ عبدالعزیز صاحب ہی تحقیق

صفحہ	عنوان	صفحہ
۱۲۵	ساتویں اور آٹھویں شبہ اور ان کے جوابات	یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو اس نے اٹھارہ رندامت کیا۔
۱۲۴	یزید نے حضرت عبداللہ بن جعفر کی بیٹی اور حضرت عمر کی پوتی سے نکاح کیا تھا۔	یزید پر لعنت کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ
۱۲۵	ان شبہوں کا مختصراً کیا ہے۔	بعض علماء یزید پر لعنت اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں اس کے گناہوں کا بوجھ کم نہ ہو جائے۔
۱۲۶	نواں شبہ	بعض حضرات کے پیش نظر اس سلسلہ میں یہ مصلحت ہے کہ لعنت کا سلسلہ آگے نہ بڑھے
۱۲۶	حضرت زین العابدین کی یزید سے بیعت اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا۔	یزید پر لعن کے بارے میں امام احمد کی تصریح۔
۱۲۶	اس شبہ کا جواب	یزید پر لعنت کے بارے میں امام اعظم اور دوسرے ائمہ حنفیہ کی تصریحات۔
۱۲۶	طبقاً ابن سعد اور بلاذری کا غلط حوالہ	امام ابو جبر جصاص کا فتویٰ
۱۲۶	یزید کے کماحقہ کی حضرت زین العابدین کے ساتھ بدتمیزی۔	امام کردری کا فتویٰ
۱۲۷	ابن شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا۔	خلافت الفداوی اور فتاویٰ ہزارہ
۱۲۷	اہل بیت کی حق تلفی	کا شمار نفع حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے۔
۱۲۷	دسواں شبہ	لعن کے بارے میں "کتب النبی والمہتمم" کی عبارت۔
۱۵۱	سادات کی رشتہ داریاں امویوں سے۔	مسلمان پر لعنت کرنے کا مطلب۔
۱۵۱	اس شبہ کا جواب۔	
۱۵۱	واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور یزید کی اولاد میں کوئی رشتہ مناکحت قائم نہیں ہوا۔	
۱۵۱	عبدالملک یزید کے زوال سے عبرت لے کر	
۱۵۱	گیارہواں شبہ	
۱۵۲	شری النفس لوگوں نے حضرت حسین کو یزید کے خلاف فتنہ پکادیا اور جہاں آپ نے	

صفحہ	عنوان	صفحہ
۱۵۸	جانی بیکر تمام امت یزید کی بیعت پر متفق ہے تو آپ اپنے ارادے سے دستبردار ہو گئے۔	عمر بن سعد کا حشر
۱۵۸	ابن زیاد کے سر کا عبرت ناک انجام	یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا
۱۵۹	یزید کی نسل کا منقطع ہو جانا	یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے
۱۶۰	یہ صحیح نہیں کہ اخیر وقت میں حضرت حسین	اس روایت پر درایت کے اعتبار سے
۱۶۱	یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے	تفصیلی بحث
۱۶۱	اس روایت پر درایت کے اعتبار سے	حضرت حسین کا شمار نجباء صحابہ میں ہے۔
۱۶۱	بقیہ غلط باتوں کی تفصیل۔	اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی اور حضرت حسین اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے۔
۱۶۱	حضرت حسین کا اقدام محض شہداء امیر بغرض اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔	حضرت حسین اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے تو پھر بیعت کیوں نہ کی؟
۱۶۱	جن حضرات نے یزید و حجاج کے خلاف اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا۔	اس روایت کے برخلاف متنبہ بن سحان کی روایت بھی موجود ہے۔
۱۶۱	حرین میں یزید اور اس کے عمال نے حضرت حسین کو چین سے نہ بیٹھے دیا۔	خضریٰ کی تحتیں اس باب میں۔
۱۶۱	جن حضرات نے بھی حضرت حسین کو کوڑا جانے سے روکا پر ہائے شفقت روکا۔	بارہواں شبہ
۱۶۱	کوڑا کے سب لوگ غدار نہ تھے۔	حضرت حسین کی اجتہادی غلطی
۱۶۱	کوئی گورنری پر ابن زیاد کا اقتدار اور حضرت حسین کی شہادت۔	جس کا اصل سبب سبائی گورنروں کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔
۱۶۱	حضرت حسین کے سردار کے ساتھ ابن زیاد کی گستاخی۔	

وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو حادثہ خروہ اور حصار کعبہ کے خونی جنگا مول میں یزید اور عبدالملک بن مروان کی تیغ مستقیم کا نشانہ بنے شہید نہیں۔ بلکہ خلافت کے باغی تھے جو اپنی بغاوت کی پاداش میں کیفر کردار کو پہنچے۔ شیعہ مروانہ کا یہ نظریہ مروان بن الحکم کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن محمود احمد عباسی نے کتاب: خلافت معاویہ و یزید لکھ کر اس فتنہ کو پھرنے سے دھمکا کر دیا۔ اس کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کے شائع ہونے سے ملک میں ایک تازہ فتنہ "ناصبیت" کا پیدا ہو گیا ہے جس سے اب تک بند و پاکی کی سرزمین یکسر پاک تھی، اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصہ سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس فتنہ کے اثر سے محفوظ رہ سکا، اور اب تو بہت سے ملتوں میں اس کو ایک تاریخی ریسرچ کا درجہ حاصل ہے۔

یہ کتاب ستر سرفرب، خذاع، تبلیس اور کذب و افتراء کا مرقع ہے۔ اس نام نہاد تازہ نگار کی ریسرچ کے چار نکتہ ہیں۔

(۱) مستشرقین کی تعزیرات، جن کو مذلت جا بجا آزاد اور بے لاگ محققین کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں، اور ہر باب میں ان کے اقوال کو قول فیصل سمجھتے ہیں۔

(۲) شیعہ مؤرخین جن کے کذب و افتراء کا جلد بجا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود مولف ہر جگہ ان سے اپنے مطلب کی بات کہیں ان کی عبارت میں قطع و برید کر کے اور کہیں بغیر اس کے ہی لے لیتے ہیں۔

(۳) بعض وہ مصنفین جن پر ناصبیت کا الزام ہے اور وہ اہل بیت سے انحراف رکھتے ہیں۔ (۴) خود اپنی دماغی آبیج جس میں مولف بڑی دور دور کی کوڑی لاتے ہیں اور ایسی بات اپنے دل سے گرختے ہیں کہ پڑھنے والا حیران و ششدر رہ جائے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اہل سنت میں سے کسی محقق عالم کے قول کو کہیں بھی انجیل مدعا کے لئے مولف نے اپنے اصلی رنگ میں پیش نہیں کیا بلکہ ہر جگہ ابلہ فریب سے کام لے کر "ناصبیت" کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس ملک میں رنجن کا فتنہ قدیم سے تھا۔ باطنیہ اسماعیلیہ اور امامیہ سب پہلے سے موجود تھے البتہ خوارج و نو اصب کا ڈھونڈنے سے بھی پتہ نہ تھا، لیکن عباسی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر اہل سنت میں ناصبیت کا تازہ فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اب بہت سے لوگ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غلطی و غلط کا سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب سے سوائے ضرر کے فائدہ کوئی مرتب نہ ہوا۔ وہ افضل تو اپنی جگہ اور سخت ہو گئے لیکن اہل سنت کے اعتدال میں فرق آگیا، بہت سے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت راستہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شک کرنے لگے۔ آج تک کسی ایک رافضی کے متعلق بھی یہ نہیں بتلایا جاسکتا کہ وہ عباسی صاحب کی کتاب پر ذکر تائب ہو گیا ہو، لیکن اس کے برخلاف اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد ایسے لوگوں کی نکلے گی جو اس جھوٹ کے پلندہ کو صحیح سمجھ کر حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے اپنے دلوں کو مٹا نہ رکھ سکے۔ اس کتاب نے سادہ لوح عوام نہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقہ کو متاثر کیا ہے جن میں عربی مدافس کے بھی بہت سے فارغ التحصیل شامل ہیں، جن لوگوں کی دسترس موضوع کتاب کے اصل ماخذ تک نہیں وہ اس کو تحقیق اور ریسرچ کا ایک نادر شاہکار سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ نتیجہ حاسم بات کا لاپرواہی من حیث القوم علوم اسلامیہ سے نا بلند ہو گئے ہیں۔ لہذا جو کوئی شخص بھی اپنے کسی غلط نظریے کو درستہ انداز سے بنا سجا کر پیش کر دیتا ہے یہ اس کے ہوتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے جو شخص عربی، فارسی کی معمولی عبارتوں کے صحیح ترجمے نہ کر سکے کتابوں کے غلط حوالے دے، معنیوں کی عبارتوں کو اپنے مفید مطلب بنانے کے لئے غلط معنی پہنائے اور ان میں قطع و برید سے کام لے، ایسے شخص کا پیش کردہ کوئی نظریہ کس درجہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ رد افض کے سب و شتم سے لوگ تنگ آئے ہوئے تھے ایسے میں یہ کتاب شائع ہوئی جس میں حضرت علی اور حضرت جنتین رضی اللہ عنہما کے موقف پر اس سے کہیں زیادہ سلجھے ہوئے اور سنجیدہ انداز میں جرح کی گئی تھی جو رد افض کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موقف کو مجروح کرنے میں عام روش ہے۔ اس لئے رد علی کے طور پر بہت سے لوگ عباسی صاحب کے اس طرز عمل سے متاثر ہوئے بغیر ذرہ سکے۔ حالانکہ تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور جو لوگ ان سے برسر جنگ رہے وہ خطا پر تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کر کے غلطی کی اور وہ خلیفہ راشد نہ تھے، ان کا پیشا تہذیب کا عالم و جاہر کراں تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن زبیرؓ اور وہ تمام صحابہ کرام جو جنگ حرہ میں شہید ہوئے اور جنہوں نے بزدلی کے تسلط و اقتدار کو بروہم کرنے کی کوشش کی وہ سب حق کے داعی اور خیر کے علمبردار تھے۔ مگر اس کتاب کی تصنیف صرف ان ہی امور کی تردید کے لئے عمل میں آئی ہے۔ اور اس کے مطالبہ سے اہل سنت کا یہ نقطہ نظر صریح طور پر غلط معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی نا صہیت کا عین منشا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ نا صہیت کے پرچار ک شیعہ مردانہ نے تو اپنی ہدایت کی اشاعت کے لئے کراچی اور لاہور میں مستقل ادارے بنائے ہیں اور سارے ذخیرہ احادیث اور تاریخ اسلام کے اثرات کو

ملاحظہ کرنے پر تکتے ہوئے ہیں مگر اہل سنت و جماعت کہ صحابہ اور خاندان رسالت دونوں کی تعظیم و توقیر ان کا جزو ایمان ہے وہ اس فتنہ کے سد باب کے لئے کیا کر رہے ہیں۔

محمد عبدالرشید نعمانی
سرخسہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

آفتاب تو موسیٰ فرم

ازن تربیت مسالہ بردا

راکھ از درہ پرورے ہرگز

نکتہ آفتاب تابان عالم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیباچہ

حَامِدًا وَمُغْنِيًا وَمُسَلِّمًا أَمَّا بَعْدُ

”یہ بڑ بھلا آدمی تھا یا بُرا، وہ خلیفہ عادل تھا یا ظالم و جاہل و غافل؟“
اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا یا کفر پر، اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں، حضرت
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا اس نے حکم دیا یا نہیں، حضرت حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اس کے خلاف خروج کو کے بغاوت کی تھی یا ان کا یہ اقدام
سراسر شرع کے حکم کے مطابق تھا۔ یہ بڑ بھلا آدمی تھا یا بد مذہب نبوی اور حرم الہی کی حرمت
کو پاؤں کیا یا نہیں، صحابہ و تابعین کی ایک خلقت کا اس کے ہاتھوں قتل عام
ہوایا یا نہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر مباحث ظاہر ہے کہ ان کو عملی زندگی سے دور کا
بھی تعلق نہیں، یہ خالص نظریاتی مسائل ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ ہماری
اس کوشش کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھیں اور اس کی مفت کا مفید وقت خیال کریں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت سے اگر اس کو دیکھا جائے تو ہمارے اس کام کی اہمیت
بہت ہی بڑھ جاتی ہے وہ یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ ”یہ بڑ بھلا آدمی
مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھا“ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں نے نہ صرف
یہ کہ اپنی تاریخ کو محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ انہیں اس کو مسخ کر دیا، یہ بڑ بھلا آدمی
مسلمان اور خلیفہ عادل کے کردار کو ایسا گھٹاؤنا کر کے پیش کیا کہ وہ شیطان محم
نظر آئے لگتا۔

یاد رہے یہ بڑ بھلا آدمی صحابہ و تابعین کا دور ہے۔ اس لئے اس دور کی تاریخ کا
ایک ایک واقعہ بند قلم بند کیا گیا ہے، وہ عام تاریخ کی طرح نہیں کہ جس میں سن کا
الزام نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ قلم نگاروں کے قلم کی مرہون منت ہوتی ہے۔
طبقات صحابہ و تابعین پر بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، سارے علم اسماء الرجال کا دار و مدار
ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ اگر یہی کتابیں بے اعتبار ٹھہریں تو پھر حدیث کی ساری
کتابوں کو رد یا مرد کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کی صحت و ضعف کا دار و مدار ان ہی کتب طبقات
پر ہے کہ ان ہی کتب میں راویوں کے احوال مذکور ہیں اگر یہی بے اعتبار قرار پائیں تو
پھر یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں تابعی ہے اور فلاں
نہیں، اور فلاں سچی اور لائق اعتبار تھا اور فلاں کذاب اور دجال، جب یہ بڑ بھلا
خلیفہ عادل کا ان کتابوں میں حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا اور فیصلہ کر دیا گیا کہ ”وہ اس کا
اہل ہی نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے“ چنانچہ حدیث کی تمام کتابیں اس کی
روایت سے یکسر خالی ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ روایت کسی نے درج بھی کی تو علم
اسماء الرجال نے یہ بڑ بھلا اہل کا فیصلہ کر کے اس کی روایت کو مردود کر دیا۔ غرض
سارے محدثین نے اس غریب سے باکلیہ قطع تعلق کر لیا اور نہ صرف محدثین بلکہ حاکمین
ملت کے تمام طبقوں میں خواہ وہ مفسرین ہوں یا متکلمین، فقہاء ہوں یا صوفیاء اس
خلیفہ عادل اور صلح مسلمان کو ہار نہیں۔ اور یہ تو صرف ایک بچا رہے یہ بڑ بھلا آدمی
معلوم نہیں اور اس جیسے کتنے صالحین ہوں گے جو اس ظلم کی جگہ میں پس لگے ہوں گے
اور ہم ان کو صالحین کی فہرست سے خارج کر کے زمرہ شیطانی میں شمار کرتے ہوں گے
اور جس طرح یہ بڑ بھلا تاریخ اسلام نے حلیہ بگاڑا ہے اور اسے ایک ظالم و فاسق
فاسق و فاجر کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح میں ممکن ہے کہ مسلمانوں کے
اسماء الرجال ان کی تاریخ اور کتب حدیث و طبقات کے کسی شیطان ہم کو اس کا

نقش و نگار ٹھیک کر کے ہمارے سامنے اس کو ولی اللہ کے روپ میں پیش کر دیا
ہو یا اسے صحابی تابعی اور خلیفہ راشد بنادیا ہو کیونکہ جب یزید کے ساتھ
ایسا ظلم و ستم تاریخ کے ہاتھوں ہوا تو پھر دوسروں پر کیوں نہیں ہو سکتا۔
اور یہ مان لینے کے بعد پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے
ہاتھ دھو کر خود اسلام کے اثر پر کلام کیا جائے اور اس کی ساری تعلیم کو غیر
محفوظ قرار دیا جائے یہی منکرین حدیث کی اہل معرض و غایت اور ملحدین کا اہل
منشا ہے۔ کیونست اس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں انسانی اور
اشتمالی پیدا ہو کر قتل و قتل کا بازار گرم ہو۔ انہوں نے بعض نادان مولوی
جن کو تاریخ کا سرے سے ذوق نہیں ان بے دینوں کی اس سازش کا شکار ہو کر
یزید کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اور اس طرح گویا خود اپنے پیروں
پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

حمود احمد عباسی اس فتنہ کا سربراہ ایک ناخدا ترس اور دین بے دار
آدمی تھا۔ جس زمانہ میں وہ چینی سفارت خانہ میں ملازم تھا اس نے اس فتنہ
کی داغ بیل ڈالی۔ اور اب رفتہ رفتہ یہ فتنہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس فتنہ میں
مبتلا لوگوں کی جرات یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ آئے دن عباسی کی کتاب
”خلافت معاویہ و یزید“ سے کچھ شبہات نقل کر کے اہل مسلم کو مستفتا کی
صورت میں بھیجتے رہتے ہیں چنانچہ یہ بارہ شبہات بھی اس کی کتاب سے نقل کر کے
”بشارت مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہ سے متعلق ایک اہم استفادہ اور
اور اس کا جواب ”کے نام سے ایک کتابچہ کی شکل میں پہلے مجلس عثمان علی کراچی
نے شائع کئے اور بعد کو ”انجمن تحفظ ناموس صحابہ لاہور“ نے پھر کسی صاحب نے
اس کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے ”مدرسہ عربیہ علامہ بنوری ٹاؤن“ کے دارالافتاء
میں استفادہ کی شکل میں پیش کر دیے اور جواب کے طالب ہوئے۔

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں ان شبہات کا تحقیقی جواب لکھنے کی
توفیق بخشی۔ ہماری اس کاوش سے اگر کسی ایک مسلمان کا بھی ذہن ان شبہات
کے غم و غشاک سے پاک ہو گیا تو ہماری دلی مراد برآئی اور ہم یکے میں
حق بجانب ہوئے کہ

شادم از زندگی خویش کہ کامے کردم
یزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ علماء
اہل سنت میں اس پر کوا اتفاق ہے کہ وہ فاسق و ظالم تھا البتہ اختلاف ہے تو
اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں اور اس پر لعنت کرنا
ردا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اب ایسے شخص کو جنتی بتانا اور اس کی
تعریف کے گن گانا ضلالت نہیں تو اور کیا ہے۔
اب پہلے قلی استفادہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے اور اس کے بعد
باتفصیل نمبر وار ہر سوال کا جواب پڑھتے جائیے۔ واللہ الہادی۔

محمد عبدالرشید رحمانی
۱۶ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ شب جمعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مندرجہ ذیل حقائق پر مبنی نظریات رکھتا ہے۔

اول: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مدینۃ الرید قسطنطینیہ پر جہاد کرنے والے لشکر کے لئے مغفرت ہے اور امیر زید مرحوم اس لشکر کے کمانڈر تھے۔ لہذا اس مغفرت میں وہ بھی شریک ہیں۔

(الف) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اَوَّلُ جِيشٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَفْتَرُونَ مَدِيْنَةَ قَيْسَرٍ مَغْفُورٌ لِعُمْرِهِ

(ب) قال محمود بن الربیع نَحْنُ نَحْنُهَا قَوْمًا نِيْلُهُمْ اَبْرَارُ الْاَنْصَارِ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوة النبی تَوَلَّى فِيْهَا زَيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِ سَبْعُ اَرْبَعِيْنَ اَلْفًا

دوم:- بہت سے صحابہ کرام نے امیر زید مرحوم سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے منجملہ اُن کے (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۳) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ (۴) حضرت نعمان بن بشیرؓ (۵) حضرت جابر بن عبد اللہؓ (۶) زید مرحوم۔ اگر امیر زید کا فریاد فاسق و فاجر اور شرابی و زانی اور دشمن دین ہوتے تو یہ حضرات صحابہ کرامؓ اُن کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے۔

۱۔ (بخاری شریف جلد ۱۰ ص ۳۶۰) ۲۔ (بخاری شریف ج ۱۰ ص ۱۵۸)

اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہ پر کفر و فسق نوازی اور فحور و بددینی کی سرپرستی و تعاون کا بڑا بھاری الزام آئے گا۔ اور یہ سراسر قرآن کریم کے بیان کردہ اس وصف کے خلاف ہے۔ جو جماعت صحابہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْإِغْوِيَّاتِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ

(ج) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے امیر زید کے ہاتھ پر اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کی ہے۔ انا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله۔ سوم:- حضرت محمد بن حنفیہ یعنی محمد بن علی نے نہ صرف امیر موصوف کی بیعت کی۔ بلکہ اُن پر عائد کردہ الزامات شراب نوشی، ترک نماز، حدود الہی سے تجاوز کرنا وغیرہ الزامات کی پر زور تردید فرمائی۔ کہ میں خود امیر زید کے پاس رہا ہوں۔ لیکن میں نے ہمیشہ انھیں پابند نماز اور سنت رسول پر مضبوطی سے کار بند جلائی اور رسائل فقہ کا جو یاں پایا۔

(د) وَقَدْ حَضَرْتُهُ وَأَقَمْتُ عِنْدَهُ قَرَأَتُهُ مَوْلِيًّا عَلَى الصَّلَاةِ مُتَحَرِّيًا لِلْخَبَرِ بِأَلِ الْغَفَةِ مَلَا نَحْمًا لِلْنَّسَةِ يَلْكُمُ آبُ الزَّامِ لَكَ وَالْوَلَدُ مَعَهُ بَحْثٌ وَمَنْ لَوْ كَانَا

(ه) قد سئل محمد بن الحنفية في ذلك فاستنع من ذلك اشد الامتناع وناظرهم في يزيد ورد عليهم ما اتهموه من شرب الخمر وتركه بعض الصلوات

چہارم:- سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی۔ اول تو ان کے لئے دعا کی اور پھر امیر زید کو آپ کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کے ساتھ ہی امیر زید کی

بیعت و اطاعت کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔

(و) ذات ابنہ یزید لمن مالمی اہلہ فالزمر اجماعاً لکم واعظوا اطاعتکم و بیعتکم فصح فی باب ۱۰

پہم: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزعمہ میں امیر یزید مرحوم و مغفور کا ذکر اُردھا صحابہ کے بعد ادر تابعین سے پہلے اس زمرے میں بیان فرمایا ہے۔ جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اللہ امیر یزید کے خطبے کے چند جملے بھی نقل کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اُن لوگوں کو شرم دلائی ہے جو آپ پر شراب نوشی اور فسق و فجور وغیرہ کا اتہام لگاتے ہیں۔

(ز) وهذا يدل على عظيم منزلته عنده حتى يدخله في جملة الزهاد من بعد الصحابة والتابعين يقتدى بقوله ويري من وعظهم ونعم وما أدخله في جملة الصحابة قبل أن يخرج إلى ذكر التابعين فأين هذا من ذكر المؤمنين في الخمر والنواح الفجور والاعتصام؟

ششم: حجت الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر یزید نے تو سید حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر رضامند تھے۔ جو شخص ان پر الزام لگائے۔ وہ حد درجہ ابلہ و احمق ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امیر یزید پر رحمۃ اللہ علیہ کہنا صرف جائز نہیں۔ بلکہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مومن تھے۔ اس لئے ہر نماز میں مومنین کی مغفرت والی دعا میں شامل ہیں۔

(ح) واما الترجمة عليه فجائز بل هو داخل في قولنا في كل صلوة اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات فانه كان مؤمناً والله اعلم كتبه الخزاعي

ہفتم: امیر یزید سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے داماد ہیں۔ کیونکہ سیدہ اُمّ محمد بنت عبداللہ بن جعفر اُن کے نکاح میں تھیں۔ اس رشتے سے آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیج و داماد ہوتے ہیں۔

ہشتم: سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی سیدہ اُمّ مسکین بنت حاصم بھی امیر موصوف کے جہالہ عقد میں تھیں۔ اس رشتہ سے آپ خلیفہ دوم کے پوت داماد ہوتے ہیں۔

نہم: سیدنا علی بن حسین المعروف بہ زین العابدین کربلا کے واقعہ میں موجود تھے۔ وہاں سے دمشق گئے۔ اور امیر یزید کے اچھے پر بیعت کی۔ اور زندگی بھر اس پر قائم رہے۔ بلکہ واقعہ کربلا سے تین برس بعد واقعہ حرہ کے موقع پر امیر یزید کا حسن سلوک دیکھ کر اُن کے حق میں ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھلے۔

دہم: واقعہ کربلا کے بعد علوی سادات کی رشتہ داریاں اموی سادات میں بھٹی رہیں۔ اور ان کی اُن میں جس کے ثبوت سے کتب تواریخ و انساب پُر ہیں۔ یازدہم: سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوفہ کے ان شریر النفس لوگوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا۔ جن کے نامبارک عزائم و مقاصد کبھی سیدنا فاروق عظیم اور سیدنا عثمان غنی کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اور کبھی جنگ جمل اور صفین کی ہلاکت سامانوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی توبین و تحقیر سے بھی انھیں کئے نادر اعمال بیاہ اور دامن و اغدار ہیں۔ اور جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو قریباً چار ماہ کی مسلسل کوشش بصورت مخطوط و فود کی بھرمار سے یہ باور کراوا کہ

امیر زید اہل سنت کے متفق علیہ خلیفہ نہیں۔ بلکہ ملت کی متعدد جماعت ان کی خلافت سے مطمئن نہیں۔ تو اب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ فرمایا۔
 (۱) سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ (۲) عبد اللہ بن عمرؓ (۳) عبد اللہ بن جعفرؓ
 (۴) جابر بن عبد اللہؓ (۵) ابو واقد اللیثیؓ (۶) محمد بن الحنفیہؓ وغیرہم حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس ارادہ سے منع فرمایا کہ وہ ایسا سرگز نہ کریں۔ اور اپنے والد اور بھائی کے ساتھ دھوکہ بازی کرنے والے کوفیوں کی بات مان کر ہمت میں افتراق و انتشار کی راہ نہ کھولیں۔ اور اپنے آپ کو اس بلاکت انگیز اقدام سے باز رکھیں۔ لیکن افسوس کہ آپ نے کسی کی نہ مانی۔ اور کوفیوں کے خطوط اور وفود اور ان کی طلب پر کوفہ روانہ ہو گئے۔ جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ ان مدعیان وفاداری نے وہی کچھ کیا۔ جو مذکورہ حضرات نے ماضی کی تاریخ کے پیش نظر آپ کو روک رکھے ہوئے کہا تھا۔ جب آپ نے جان لیا کہ امیر المومنین یزید کی بیعت پر تمام اہل سنت و ملت متفق ہے جس کے فیصلے و احکام استحضار ممکن نہیں۔ تو آپ اپنے ارادے سے دست بردار ہو گئے اور پہلے موقوف سے رجوع فرما کر فوج افسر عیون سعد کے ذریعہ کوفہ کے سامنے تین شرطیں پیش فرمائیں۔

اقول :- مجھے واپس جانے دیا جائے۔

دوم :- اسلامی سرحد پر جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔

سوم :- یا پھر مجھے دمشق بھیج دیا جائے۔ تاکہ میں اپنے ابن عم و چچا زاد بھائی امیر یزیدؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر معاملہ کو اس طرح طے کر دوں۔ جس طرح میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔
 ناصح یددی فی یدہ

دوازہم :- سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اس خروج کو بغاوت کا نام دین

۱۔ ترمذی طبری ج ۶ ص ۲۳۵ ۲۔ ابی داؤد التیامی ج ۸ ص ۱۶۵ ۳۔ ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳ ۴۔ الاصابہ لابن حجر ج ۱ ص ۱۶۰ ۵۔ تاریخ الخلفاء للشیخ ابی ج ۱ ص ۱۳ ۶۔ تاج العین لابن حجر ج ۱ ص ۱۳

مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی جس کا صدور بہرہ رسی سے بڑے شخص سے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعاوی پر اعتماد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سولے آپ کے خاندان کے چند نفوس کے کسی صحابی نے اس خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ اس وقت ہر شہر میں خاصی تعداد اصحاب کرام کی موجود تھی اور اس لئے سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حقیقت کھلنے پر امیر یزید کی بیعت خلافت کا اعلان فرما کر کوفہ کی اختیار فرمائی۔ اب یہ کوئی بسائیوں کی سوچی سمجھی اسکیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے صلح کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور اہل سنت کو اس عظیم سانحہ اور مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اب قیامت تک شاید ہی اس سے چھٹکارا مل سکے۔ الحاصل ان تمام امور کو دیکھتے ہوئے۔ امیر یزید مرحوم پر لعن و لعن کرنا۔ یا ان کی تکفیر و تفسیق کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور نہ ہی انہیں فاقہ گرد بلا کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس عظیم سانحہ جانکاہ کی واحد ذمہ دار کوفہ کی وہ سبائی پارٹی ہے۔ جن پر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ متفقین اور محبتین کے غیر خواہانہ مشورے چھوڑ کر اعتماد کیا۔ اب

سوال :- یہ ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست یا غیر درست ہیں۔ قطع نظر غیر مستند تاریخی روایات کے کیا یہ مذکورہ امور بالادینی جگہ ناقابل انکار حقائق ہیں یا نہ۔
 سوال :- ایسے نظریات رکھنے والے شخص کی تکفیر یا تفسیق و تخیل جائز ہے۔ یا نہ۔
 سوال :- اگر کوئی شخص ان امور کو اسلاف کرام پر زبان دراز کئے بغیر درست ماننا ہو۔ تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

سوال :- معلوم ہوا ہے۔ اسی استفتاء کا جواب مذکورہ بالا امور کی تائید میں ۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ میں دارالعلوم کراچی سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب (رحمہم) کی ماتحتی میں دیا جابجا جگہ ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ تینوں باللائن القطعیہ و توجہ بالابالاء العظیم۔ فقط و لا غیر۔
 ابوالارشد محمد سخیل جاردی خطیب جامع مسجد مدینہ طیبہ

سیکریٹری۔ ۱۵ کورنگی نمبر ۶، کراچی۔

۳۳ منزلہ نظر۔ ۱۳۰ بجری ۲۰۰۳ء ۱۹۸۰ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى

استفتاء کا اجمالی جواب

اہل عدل سے محبت اور اہل جور سے بغض اہل سنت کا طریقہ ہے
امام اہل اہل سنت نے فقہائے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمدؒ کے عقائد کو
ایک رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ جو عقائد الطحاویؒ کے نام سے مشہور و معروف
ہے۔ علمائے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ یہ رسالہ مصر اور ہندوستان میں
بار بار طبع ہو چکا ہے۔ اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ اور مملکت سعودیہ میں
داخل درس بھی ہے۔ اس میں ان حضرات ائمہ کا یہ عقیدہ لکھا ہے۔

وتحب أهل العدل والأمانة
ونبغض أهل الجور والخيانة
یہ وہ عقیدہ ہے جس کے بارے میں حدیث پاک میں تصریح ہے۔

مَنْ أَحَبَّ لِلظَّالِمِ وَبَغَضَ لِلْعَظِيمِ
وَأَعْطَى لِلذَّوْنِغِ وَنَمَعَ لِلْغَنَاقِ
مُسْتَكْمِلٌ لَا يُحْسَنُ
جس نے اہل ظلم کی محبت رکھی اور اہل عظمیٰ کی بغض
رکھا اور اہل ذل کی بخشش کی اور اہل غنہ کی مدد
کی اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

اسی ہدایت کے مطابق عقیدہ طحاویؒ میں یہ بھی مصرح ہے۔ کہ

وَمَنْ أَحْسَنَ الْقَوْلَ فِي أَصْحَابِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ وَأَزْوَاجِهِ
وَقُرْبَاتِهِ تَقَدُّ بِرِيٍّ مِنَ النِّفَاقِ
جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
آپ کی ازواج اور آپ کی قربات کے بارے میں
اچھی رائے رکھے وہ نفاق سے بری ہے۔

۱۔ من، ۲۔ طبع درہند، ۳۔ مشکوٰۃ شریف، ۴۔ ج ۱، ص ۱۳، ۵۔ ص ۶

اجمالی جواب اب سائل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین محاکمہ
کر کے جو بارہ سوالات قائم کئے ہیں۔ اور پھر ان کو حقائق کا نام دے کر پوچھا ہے
کہ امیر مزیں پر لعنہ رطین کرنا درست ہے یا نہیں؟

اس کے بارے میں اجمالی جواب تو یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور
جملہ اہل بیت نبویؐ سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا تقاضائے اسمانی
ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان
میں جو عقائد پر ان کی مشہور تصنیف ہے۔ فرماتے ہیں۔

وفاطمة سيدة نساء أهل
الجنة والحسين والحسين
سیدہ اشباب اہل الجنة
اور حضرت فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں
اور حضرت حسین اور حضرت حسین جو ان جنت کے
سردار ہیں۔

ماہیں مسئلہ را علیحدہ در عقائد ذکر کردہ ام
از جهت قطعیت دسہ بر رخم
نہایتان کہ قطعیت بشارت را مخصوص
بعشرہ مبشرہ دارند و میخوانا کہ علماء
بر رخم ر فضہ اہتمام بشارت عشرہ کردہ
بر تخصیص ذکر کردہ اند۔ اگر بر رخم
ناصبیہ اہتمام بذکر اہل سمرتن پاک
و ذکر فضائل اہل بیت نبوت کنند
نیز مناسب باشد

یہ اس مسئلہ کو اس کے قطعی ہونے کی بنا پر متعلق
طوسے عقائد میں ذکر کیا ہے۔ ان نادانوں کے
علی الرغم کہ جو صرف عشرہ مبشرہ کے بارے
میں جنتی ہونے کی بشارت کو قطعی سمجھتے ہیں۔
اور جس طرح کہ علماء نے رد الغلط کے علی الرغم
عشرہ مبشرہ کے اہتمام بشارت کے پیش نظر
بالتخصیص ان کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ان کا
کے علی الرغم ان تینوں حضرات کے بھی ذکر کا اہتمام
ہو۔ اور اہل بیت نبوت کے فضائل بھی ذکر کریں تو
بھی مناسب ہوگا۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "التغیبات الالہیہ"
میں عقائد اہل سنت والجماعت پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے۔ جس میں

۱۔ ص ۶۶، ۲۔ طبع مجتہدی دہلی۔

وہ فرماتے ہیں۔

وَنَشْهَدُ بِالْجَنَّةِ وَالْخَيْرِ
لِلْعَشْرَةِ الْمَبْشُورَةِ وَفَاطِمَةَ
وَبُحْدَ يَحْيَى وَعَائِشَةَ وَالْحَسَنَ
وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَنُوتَرَهُمْ وَنَعْتَرُفَ بِعَظَمِ
مَعْلَمِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ لَهُ

اور ہم جنت اور خیر کی شہادت دیتے ہیں۔
حضرات عشرہ مبشرہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت زکریا
اور حضرت عائشہ اور حضرت حسن اور حضرت
حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں۔ اور ان کی
توثیق کرتے ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا
بلند مرتبہ ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور یزید سے محبت نہ رکھنا۔ اور اس کے بُرے اعمال سے نفرت کرنا۔ یہ
بھی ایمان ہی کا مقتضی ہے اور اہل سنت کا اسی پر عملدرآمد ہے۔ چنانچہ شیخ
عبدالحق مودث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" میں یزید کے بارے
میں فرماتے ہیں۔

وَبِالْجَمَلِ وَسَيُصْفَوْنَ حَرَمِينَ
مَرْدَمِ اسْتِ نَزْدِمَا، وَكَارِ كَرَامِ
بَدَنَجْتِ وَبِجَ سَعَادَتِ دِيَا اَمْتِ
كَرْدَه دِي سَجَسَ نَكْرَدَه - بَعْدَ اَز
قَتْلِ اِمَامِ حُسَيْنِ وَاَمَانَتِ اَهْلِ بَيْتِ
لَشَكْرِ تَخْرِيْبِ مَدِيْنَه مَطْبَرَه قَتْلِ
اَهْلِ اَنْشَبِ اَفْرِسْتَاوَه وَبَقِيَّه اَز
صَحَابَه وَتَابِعِيْنَ رَا اَمْرِ قَتْلِ
كَرْدَه وَبَعْدَ اَز تَخْرِيْبِ مَدِيْنَه
اَمْرَ اَنْبِيَا مَكْمَه مَعْظَمَه وَقَتْلِ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ شَكْرَ كَرْدَه وَهَمْدَ

اور مختصر کر وہ ہمارے نزدیک تمام انسانوں کی
مبغوض ترین ہے۔ جو کہ اس بد بخت مخون کے
اس امت میں کہتے ہیں کسی نے نہیں کئے۔ حضرت
امام حسینؑ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی امانت کے
بعد اس نے مدینہ پاک کو تباہ و برباد کرنے اور
اہل مدینہ کو قتل کرنے کیلئے لشکر بھیجا۔ اور وہ وہ
اور تابعین و اہل باقی رہ گئے تھے۔ اُن کو قتل کرنے
کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مدینہ
کو منہدم کرنے اور حضرت عبداللہ بن زیدؑ کے قتل
کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر اسی اثناء میں جبکہ مکہ منور
حاضرہ کی حالت میں تھا۔ دنیا سے جہنم میں چلا گیا۔

۱۱۵ھ میں ۱۳۸ھ شائع کردہ مجلس علی و جمیل (سورت) بھارت مطبوعہ مدینہ برقی پریس
بجنور ۱۳۵۵ھ

انشائے اس حالت از دنیا
بجہتم شتانت۔ دیگر احتمال
توبہ و رجوع اور خدا دادند۔
حق تعالیٰ دہلئے مارا و تمام
مسلمانان را فرجبت و موالات
وسے واعوان و انصار دے و ہر کہ
اہل بیت نبوی بد بورد و بد
اندیشیدہ و حق ایشان را پائمال
کردہ و بایشان ہر او محبت و
صدق عقیدت نیست و نبورہ
نگاہدار و مارا، و محبتان مارا
در زمرہ مبتالایشان محشور
گرداند۔ و در دنیا و آخرت
بر دین و کیست ایشان وارد،
بحمد و النبی و آلہ الامجاد
بمقتہ و کرمہ و ہوشریب
نجیب آمین

باقی رہا احتمال کہ شاید اس نے توبہ اور رجوع کر لیا
ہرے خدا جانے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور سب مسلمانوں
کے دلوں کو اس کی امداد کے اعوان و انصار
کی محبت امد و کونکے بلکہ ہر شخص کی محبت اور
دوستی سے کہ جس کا اہل بیت نبوی کے برابر توفیق
پا جس نے بھی اُن کے حق میں بڑا سوچا، اور اُن کے
حق کو پامال کیا۔ یزید کی کو بھی ان کے ساتھ محبت
اور صدق عقیدت نہیں ہے۔ یا نہیں تھی۔ ان
سب کی محبت اور دوستی سے غفلت رکھے۔ اور
ہمارا اور ہم سے محبت رکھنے والوں کا ان حضرات
کے محبت میں محشر فرمائے۔ اور دنیا و آخرت
میں ان ہی حضرات کے دین و دنیا بہرے پر رکھے
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد
امہاد کے طفیل اپنے فضل و کرم سے ہمارے یہ
دعا قبول فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قریب
ہے۔ اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔
آمین۔

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ "حجۃ اللہ الی الف" کے "بحث فتن" میں
حدیث "ثُمَّ يَنْشَأُ دُعَاةُ الضَّلَالِ" کو پھر گہرائی کی طرف دعوت دینے والے پیدا
ہوں گے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ودعاة الضلال یزید بالشام
ومختار بالعراق۔

اور ضلالت کے داعی شام میں یزید اور
عراق میں مختار تھے۔

۱۔ ص ۱۱ طبع مجتبیٰ دہلی

اور بحث مناقب میں فرماتے ہیں۔

ومن القرون الفاضلة
اتفاقاً من هو منافق أو
فاسق ومنها الحجاج و
يزيد بن معاوية ومختار
وہوہو اجمالی جواب۔ اور اب تفصیل سے نمبر وار اپنے شبہات کے جوابات
ملاحظہ کیجئے۔

ناصیبیوں کے شبہات کے تفصیلی جوابات

پہلا شبہ

جو مستفی کو پیش آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جنگ قسطنطنیہ کے سلسلہ میں
بخاری شریف میں حسب ذیل دو روایتیں مذکور ہیں۔

(الف) اول جیش من
اقتی یفزون مدینة قیصر
مغفور الہم۔

(ب) قال محمود بن
الریبع فحدثنا قوما
فیہم ابوالیوب الانفصاری
صاحب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی غزوة التی
تونی فیہا ویزید بن معاویہ
علیہما بارض التروہ۔

محمود بن ربع بیان ہے کہ چھٹس نے اس کا
ذکر کہ لوگوں کے سامنے کیا۔ جن میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت
ابوالیوب انفصاری بھی تھے۔ یہ اس غزوہ کا
واقعہ ہے کہ جس میں حضرت ابوالیوب انفصاری
کی وفات ہوئی۔ اور یزید بن معاویہ، روم میں
اس وقت فوج کا امیر تھا۔

عرض یزید جس لشکر کا کمینڈر تھا۔ اس لشکر کے لئے مغفرت کی
بشارت ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر مستفی دوسری حدیث پر غور کرے۔ تو سرے سے
یہ امکان ہی پیش نہ آتا۔ کیونکہ اسی حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فان اللہ قد حرر عنی النار
من قال لا الہ الا اللہ یمسحی
بذلک وجہ اللہ۔
کے ۲۔ لا الہ الا اللہ کہنا۔

اب ظاہر ہے کہ یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔ کہ صدق دل سے
"لا الہ الا اللہ" کہنے کے بعد اس کے تقاضے بھی پورے کرے۔ یہ نہیں کہ بس
ایک مرتبہ اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ تو مسوخن معاف ہو جائیں۔ اب جو چاہے
کرتا پھرے۔ تعجب ہے کہ مستفی نے یزید کی منقبت میں اس حدیث کو کبھی نہیں پیش
کیا۔ حالانکہ غزوہ قسطنطنیہ کی حدیث میں تو صرف "مغفور الہم" کے الفاظ ہیں۔
اور اس حدیث میں صراحتاً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے۔ پس جو تاویل یا
تشریح حدیث مذکور (ب) کی ہوگی۔ وہی تشریح حدیث مذکور (الف) کی
ہونی چاہیئے۔

احادیث کے متبع سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے اعمال خیر پر مغفرت
کی بشارت ہے۔ اور اس کا مطلب آج تک کسی عالم کے ذہن میں یہ نہیں آیا۔
کہ بس اس عمل خیر کے بعد جتنی ہونا لازمی ہے۔ اور اب ظلم کی کھلی چھٹی ہے
جو چاہے کرے جنت اس کے لئے واجب ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کسی شخص کا نام بیکرا سے جتنی کہنا اور بات ہے۔ اور کئی غیر
پر جنت یا مغفرت کی بشارت دینا الگ چیز ہے۔ حضرات عشرہ مبشرہ اور سیدنا
حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کا نام لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اُن کو متبھی فرمایا ہے۔ لیکن یزید کا نام دیکر اس کو حقیقی ہونے کی بشارت کہیں نہیں دی گئی۔ کسی روایت کے علوم میں داخل ہونا اور خیر ہے۔ اور کسی بشارت میں مخصوص طور پر نامزد ہونا اور بات ہے۔ بیشک اس حدیث میں خاندانِ ہند کے لئے۔ لیکن اس قیصر کے لئے مغفرت کی بشارت ہے۔ جیسا کہ خاندانِ ہند کے لئے۔ لیکن اس سے ہر فاضی کا اس وقت تک جتنی ہونا لازم نہیں آتا جب تک کہ اس کی زندگی اعمالِ خیر پر ختم نہ ہو یہ صحیح ہے یزید غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہوا لیکن غزوہ میں شرکت کے بعد جب اس کو افتادِ نصیب ہوا تو اس کے بیشتر اعمال ایسے تھے جو لعنت ہی کے موجب تھے۔

البتہ خود یزید نے اپنی خوش فہمی سے حدیث کا یہی مطلب سمجھا کہ جب کلمہ طیبہ پڑھ لیا گیا۔ تو پھر گناہوں کی کھلی چھٹی ہے۔ اور جس طرح کفر کے بعد کوئی طاعت مقبول نہیں۔ اسی طرح ایمان کے بعد پھر کوئی معصیت مضر نہیں ہوتی۔ یہی مروجہ کام مذہب۔ جو ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ حسانہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں جہاں مسند احمد کی یہ دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱) یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا۔ جس کے غازیوں میں حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا۔ تو یزید ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "جب میں مری جاؤں تو لوگوں کو میرا سلام کہنا۔ اور اُن کو یہ بتا دینا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ

من مات لا یشرف باللہ جس شخص کی موت اس حال میں واقع ہو کہ وہ شیطان و نعل الجحشہ کے ساتھ کسی کو لے کر نکلتا ہو جنت میں داخل ہو

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت مدوح نے وفات کے وقت فرمایا۔ قد کنت کتمت عنکھ شیطان میں نے تم سے اب تک ایک حدیث چھپا لی تھی۔

سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ میں نے اللہ علیہ وسلم سے سمعتہ بقول: آپ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر تم گناہ نہ کرتے ہو تو لا انکم تذنبون لخلق اللہ تو البتہ حق تعالیٰ ایسی قوم پیدا کرنا کہ جو گناہ نہ کرے

قدومایذنبون فیغفرلہم اور پھر حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

و ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ہذا الحدیث والذی قبلہ یہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث جو گزری۔

حوالہ کا حامل یزید بن معاویہ کو اس کے بعد کہ طوطی ڈال دیا۔

معاویہ علیٰ طوطی من الارجاء اور اس کے ہاٹھ کرنے ایسے بہت سے کام کرنا

ورکب بسببہ افعال کثیرہ جن کی بنا پر اس پر تکبر کی گئی۔ جیسا کہ جہاں کے

انکرت علیہ کما سند کما تذکرہ میں منقوب ذکر کریں گے۔ لگے اللہ تعالیٰ فی ترجمتہ واللہ تعالیٰ اعلم یہ خوب ہائتا ہے۔

اب اگر مسائل بھی یزید کی طرح اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور مرتد کے

مذہب میں داخل ہے۔ تو اس کو دوسری حدیث بھی یزید کی فضیلت کے لئے

کافی ہے کہ چونکہ وہ کلمہ گو تھا۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد اب کسی گناہ پر اس

کی پکڑ نہیں ہو سکتی۔ سب گناہ معاف ہیں۔ شیعان بنی امیہ کا بھی یہ مذہب تھا۔

کہ امام اور خلیفہ کے حسنات مقبول ہیں۔ اور گناہ سب معاف۔ اس کی احکامات

طاعت و معصیت دونوں میں واجب ہے۔ اور اگر مسائل اہل سنت میں داخل

ہے تو جو تاویل اس حدیث کی ہوگی۔ وہی حدیث غزوہ قسطنطنیہ کی ہوگی۔

پھر حدیث اولیٰ میں غور کرنے کی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جہاد کیلئے

تصیح نیت ضروری ہے۔ یعنی جو جہاد بھی کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا

اور اعلیٰ کلمہ اللہ کے لئے ہو۔ اور اپنے ذوق و شوق سے ہو۔ یہ نہیں کہ

دوسرے کے دباؤ میں آکر ناخوش دلی سے جنگ میں شریک ہو جائے۔ اور صرف

امارت کے خیال سے روانہ ہو جائے۔ یزید کے ساتھ یہی صورت ہوئی۔ کہ وہ ایک جہاد میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ اور جہاں تک بن سکا۔ اس نے ہائی مشول کی کوشش کی۔ بلکہ جب مجاہدین کرام مجاذ پر تھے۔ اور وہاں مختلف قسم کی مشقتیں برداشت کر رہے تھے۔ وہاں اور قحط میں مبتلا تھے۔ تو یہ بڑے محتاط سے اپنے عشر تکدہ میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی کے ساتھ داخلہ دیکھ رہا تھا۔ اور مجاہدین کا مذاق اڑا رہا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو آپ نے سختی کے ساتھ حکم دے کر مجاذ پر روانہ کیا۔ اس سارے واقعہ کی تفصیل تاریخ ابن خلدون رج ۳ ص ۳۰۴ اور کمال ابن اثیر میں موجود ہے۔ چنانچہ حافظ مورخ ابن الاثیر رحمہ اللہ کے واقعات کو ذکر کرتے کرتے ہوتے لکھتے ہیں :

اور اسی سن میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزید میں حضرت معاویہ نے جہاد کیلئے ایک بڑا بھاری لشکر بلا دیکھ کر طرف روانہ کیا۔ اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوف کو مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے بزرگ بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں غرائی محسوس کی اور جہاد کر دیا۔ مستحکم اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اس کو رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید ترکان و سختیوں میں مبتلا ہو گئے۔ مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ غنہ قد و زروم میں مسلمانوں کا قومی کیمپ (میں مسلم مجاہدین کے دستہ بے خوفہ کو بھارا اور جنگ کا سامنا ہے

فی هذه السنة وقيل سنة خمسين سيرة معاوية جيشا كثيفا الى بلاد الروم للغزاة وجعل عليهم سفیان بن عوف وامر ابنه يزيد بالغزاة معهم فتقاتلوا وامتثل فاملك عنده ابو فاصاب الناس في غزاتهم جوع ومرض شديد فانشد يزيد يقول : ما ان ابالي بمالقات جموعهم بالغزاة قدوة من حمى ومن موم

لہ قسطنطنیہ کے قریب وجہ میں ایک مقام کا نام تھا۔

اذ انكاث على الفضا طمرت فعا
بد يدهم من عندى ام كلثوم

جبکہ میں دربر میں گدوں پر اونچے اونچے ٹکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں۔ اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔

وام كلثوم امرأته هي ابنة عبد الله بن عامر فبلغ معاوية شعرة فاقسم عليه ليلاحقن بسفیان فی ارض الروم ليصحبه ما اصاب الناس فارد معه جمع كثير فاضافهم اليه البره وكان في هذا الجيش ابن عباس و ابن عمر و ابن الزبير و البراء بن العاص و غيرهم و عبد العزيز بن ذرارة الكلبي فاولوا في بلاد الروم حتى بلغوا القسطنطينية

ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے اس کو قسم دیکر بتا دیا کہ اگر اے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ لوگ ہم مصیبت میں گرفتار نہ ہوں۔ یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ رعاد ہوا۔ تو اس کے والد ماجد نے ایک بڑے لشکر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا۔ اسی لشکر میں حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت ابن زبیر اور حضرت البراء بن العاص وغیرہ بھی تھے۔ اور عبد العزیز بن ذرارة کلانی بھی چنانچہ لوگ بلاد روم میں گئے کہ پہلے تھے تاکہ یزید کے ساتھ بقیار کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک جا پہنچے۔

یہ یزید کے غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کی حقیقت، واقعہ یہ ہے کہ یزید بڑے شکار، شعور شاعری، فن اور موسیقی کا متوالا تھا۔ وہ جہاد کے جھنجھٹ میں نہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں پڑنا چاہتا تھا۔ اور نہ اپنے ایام خلافت میں۔ چنانچہ جہاد خلافت کے سنبھالنے پر عجب سے پہلا غلبہ جو اس نے دیا۔ وہ یہ تھا۔

ان معاوية كان يلزمكم في جيشك معاوية ثم كوجري جهادك بهم

لہ کالابن اثیر جلد ۳ ص ۱۸۱ و ۱۸۲

البعدرانی است حاملاً لهذا
من المسلمين في البحيرات
معاوية كان يشككم بارض
الروم وليست مشقة احدنا
بارض الروم . وان . معاوية
كان يخرج لكم العطاء والامانة
وانا اجمعه لكم كله .

بجھاکرتے تھے مگر کسی مسلمان کو بھری ہم پر بھیجے ہو
رولادہ نہیں . اور جنگ معاویہ تم کو روک میں دیم
سراییں جہاد پر رولادہ کیا کرتے تھے مگر میں کسی کو
سر دیوں میں روم کی سونہین پر جہاد کرنے کے لئے
نہیں بھیجوں گا اور جنگ معاویہ تمہیں تمہارا وظیفہ
سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے . میں تم کو
اکٹھا کیا ارگن دیا کروں گا .

بیں پھر کیا تھا . یہ خوشخبری سن کر حاضرین اور بار یزید سے اس حال میں لوگ
وہ لا یفضلون علیہ احداً
لہ البیاء والنبیاء . جلد ۱۰ . صفحہ ۳۳۱ .

اسے اس آخری جلد پر حیات سیدنا یزید کے منصفانہ جو مشیر چڑھایا ہے . پڑھنے کے قابل ہے کچھ بھی .
- علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ سیدنا یزید اپنے والد ماجد سیدنا معاویہ رضی اللہ
عزہ عنہ کی وفات کے بعد امیر المومنین کی حیثیت سے پہلا خطبہ دیکر فاسخ ہوئے . تو
اجتماع میں موجود صحابہ اور سمعہ بن جعفیہ کی ہشدرگی کا یہ عالم تھا .
فانفرت القاس عنہ وھد لہ الفضل علیہ شیعہ . (البیاء والنبیاء . ج ۱۰ . ص ۳۳۱)
- لوگ تقریباً کراٹھ کے پاس سے گئے . تو ان کا یہ حال تھا کہ وہ سیدنا یزید پر کسی
دوسرے آدمی کو فضیلت نہیں دیتے تھے ؟

اسلامی غفلت کے مرکزی شہر دمشق میں اس عظیم اجتماع کے موقع پر سیدنا یزید کے
ساتھ عوام و خواص کی جانب سے ہندیدگی و عقیدت کا یہ اظہار صرف اس لئے نہ تھا کہ
مرد و صلہ کے بیکہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ادبی و فرائی پر امام انگیز قرص کے الفاظ نے
انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا . بلکہ امتداد و محبت کا مظاہرہ کرنے والے یہ وہ
حضرات صحابہ و تابعین کرام تھے جنہوں نے سچپن سے لے کر جوانی کی موجودہ منزل
تک امیر یزید کے شہ و روزگار و راستہ مشاہدہ کیا تھا . وہ اچھی طرح جانتے تھے
کہ دینی ماحول میں ہوش بہنہانے والا یہ باصلاحیت اور صاحب کردار نوجوان مسلمانوں
کے اجتماعی معاملات میں دوسروں سے کبھی زیادہ قیادت و امارت کی ذمہ داریوں سے
(ان کی اہمیت سے)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یزید کی شرکت غزوہ قسطنطنیہ میں کس بنا پر
متمی . تاہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیا جائے کہ وہ خالصتاً اپنے شوق سے نکلے
والد ماجد کے حکم کے اس غزوہ میں شریک ہوا . تب بھی یہ بشارت مغفرت اس

پیشہ واریہ صفحہ (عبداللہ بن ابی اسود) لکھتا ہے انہیں سیدنا یزید کی شخصیت میں
تک ایسے قائد اور غیلہ کی جھلک دکھائی دے رہے تھے . جو فاروقی عزیمت و ارادہ
کے ساتھ متعدد مرتبہ قائدانہ صلاحیت کے وہ طبعی نقوش ثبت کر چکا تھا . جن کی
یاد اور جذبہ تشکر نے چھوٹے بڑے تمام جمعہ حضرات کو اس بات پر آمادہ کیا کہ
وہ سیدنا یزید کی خدمت میں عقیدت و محبت اور اعتماد کا یہ بے مثال نذرانہ پیش
کریں . کہ لا یفضلون علیہ احداً . (ص ۳۳۱) شائع کردہ " مجلس عثمان غنی " کراچی

اللہ تعالیٰ ہی سمجھے . مجلس عثمان غنی " کے ان عقیدت کو ان کی ناورد تحقیق کا ایک رنگ بھی
ہے کہ جہاد کی معطلی پر بھی اپنے سید محمد و یزید کو صحابہ و تابعین کرام کی زبان سے نذرانہ عقیدت پیش
کرنا دریا . انالہ وانا الیہ راجعون .

غور فرمائیے ! یہ نامی اپنے سید یزید کی سنا شدہ شکل و صورت کو اپنی خود ساختہ خرافات کے
رنگ و روغن سے آراستہ کر کے کس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں . یزید نے اپنے پہلے خطبہ میں چریجاً
کو معطل کرنے کا اعلان کیا . سرکاری فوج کو موقوف کیا . سرکاری فوج کو جو وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا
تھا . اب اکٹھا کر کے کا دھوا کیا . ظاہر ہے ان انعامات پر یزید کے وفادار فوجی جتنی بھی خوشیاں مناتے کم
تھیں . صحابہ کرام اور تابعین کو تو معیشت بدنام کیا . وہ کب جہاد کی معطلی پر یزید کی تعریف کر سکتے تھے .
ان کے لئے تو یہ اعلان سوائی روتا سے کم نہ ہوا . یہ تعریف کرنے والے تو دوسری لوگ تھے . جن کو نہ تو حسین
کی کوئی باک تھا . نہ انصار مدینہ کا سرنگم کرنے میں کوئی جھجک اور نہ حسین عزیں کی عزت کو خاک میں ملانے
کوئی درد . البتہ ان یزید پر تعریف کے دنگرے برسانے والے وہی دین فساد شریک تھے . جو سو سو دیندار
کے عوض بلکہ بعض روایات کے مطابق تو بعض چار اشرف خور کے بدلے سترہ ہجری میں یزید کے حکم سے
مدینہ الرسول پر چڑھ دوڑے . اور تین دن تک اس پاک سرزمین پر قتل و غارت گاہ بازار گرم کی کر بنو ہنظلہ
الانصار مدینہ صحابہ کرام و تابعین کی ایک خلقت نہ تباہ کر دی گئی . سارا شہر لوٹ کھسوٹ کر دھکیلا . اور
ہر گھر کی جی ٹھنڈی ہو گئی . تو کچھ پر غور و دوڑے اس کا یہ صرہ کیا . اولہ مغنیہ سے اس پر گولہ بادی کر کے
اس کی بیٹیاؤں کو ہلاک کیا . یہ سب اس کتاب کی تحقیق کا ایک نمونہ . یزید پلیدی جیسے مولیٰ کی جو لوگ " سیدنا
کچھ کہیں . ان سے کچھ بولنے کی توقع ہی فضول ہے .

شروط کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ کہ پھر اس سے زندگی میں ایسے افعال سرزد نہ ہوتے ہوں کہ جن سے مغفرت کی بجائے اُنکا لعنت خداوندی پس گرفتار ہو جائے۔ کیونکہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ العبرة بالخواتیم۔ یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے۔

اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تراجم البواب بخاری میں فرمایا ہے کہ

تولہ - مغفور لہم تسک
بعض الناس بهذا الحديث في نجاته يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثاني بل كان رأسهم ورئيسهم على ما يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت بهذا الحديث الاكونه مغفورا له ما تقدم من ذنبه على هذا الغفوة لان الجهاد من الكفارات وشأن الكفارات ازالة اثار الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعدها نعم لو كان مع هذا الكلام انه صغفر له الى يوم القيمة لدل على نجاته واذ ليس فليس بل امره منقوض الى قوله - مغفور لہم تسک

اللہ تعالیٰ فیما ارتکب من القبائح بعد هذه الغفوة من قتل الحسين عليه السلام وتغريب الديانة والدحرار على شرب الخمران شاء عفاه و ان شاء عذبه كما هو مطرد في حق سائر العصاة على ان الاحاديث الواردة في شان من استخف بالعترة الطاهرة والملحد في الحرم والمبدل للسنن تبقى مخفضات لهذا العموم لو فرض شموله لجميع الذنوب.

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کا ذکر فرمایا ہے وہ درج ذیل ہے۔

سنة لعنتهم ولعنهم الله وكل نبي مجاب الزائد في كتاب الله والمكذب بقدر الله تعالى والمنسلط بالجهل بروت فيعزب ذلك من اذل الله - ويذل من اعز الله والمستحل لحرم الله - والمستحل

چھ اشخاص ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور حق تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے۔ (۱) کتاب اللہ میں زیادتیاں کرنا والا۔ (۲) تقدیر الہی کی تکذیب کرنا والا۔ (۳) جبر و زور سے تسلط حاصل کرنے کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اُسے بولنا بخنثے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے

لذا خرمنا جما البواب بخاری (ص ۳۱، ۳۲) شائع کردہ دار فہم تجارت کتب کلام باغ کراچی۔

نے خواری پر اصرار کرنا۔ ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے وہ چاہے تو معاف کر دے۔ اور چاہے تو عذاب دے۔ جیسا کہ تمام گنہگاروں کے پاس ہے۔ اس میں یہی طریقہ جاری ہے۔ ملاوٹیں وہ احادیث جو ان لوگوں کے ہارسے میں آئی ہیں۔ کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت ظاہرہ کی نافرمانی کرتے۔ اور حرم کی حرمت کو پامال کرتے اور سنت نبوی کو بدل ڈالتے ہیں۔ وہ سب حدیثیں بالفرض اس حدیث میں اگر۔ مغفرت عام۔ میں مراد لی جائے۔ جب بھی اس کے عموم کی تفسیر کے لئے باقی رہیں گی۔

من عثرنی ماحرمہ اللہ
والنارک لیسنتی رت کد
عن عائشہ ک عن ابن عمر
اسے دلیل کرنا والا۔ (۱) حرم الہی کی محبت کو ہمال
کرنا والا۔ (۲) میری محبت کی جو رحمت اللہ تعالیٰ نے
دیکھی ہے۔ اس کو حال کر دینے والا۔ (۳) میری سنت
تاکہ۔ اس حدیث کو امام احمد کی نے اور حکم نے مستدرک
میں حضرت عائشہ سے روایت کیا۔ نیز حاکم نے مستدرک
ابن عمر کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔

اسی حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی "باب الامان بالقدر" کی فصل ثانی
میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ
رداء البیہقی فی المدخل و اس حدیث کو بیہقی نے المدخل میں اور رزین
رزین فی کتابہ۔ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔
یہ تو نہیں معلوم کہ یزید تقدیر کا بھی منکر تھا۔ یا نہیں مگر باقی چاروں عیب
اس میں موجود تھے۔

(۱) وہ دھونس و باؤ اور جبر و زور سے اکتب مسلک پر مسلط تھا۔ اہلبیت پر ہوا
صحابہ کرام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک معزز ترین
خلایق ہیں۔ ان کی توہین و تذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر اٹھانے رکھی تھی مفسد
اور شریہ لوگ جنہوں نے حرمین عزیزین پر چڑھائی کی۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کو شہید کیا۔ جیسے عبید اللہ بن زیاد، عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن، معمر بن عبد
حصین بن نمیر وغیرہ ایسے خبیثت اور ظالم افراد اس کے نزدیک معزز و محترم تھے۔
اس اس نے حرم الہی کی حرمت کا کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا۔

(۲) عترت پیغمبر علیہ السلام کی عزت کو خاک میں ملایا۔ اور

(۳) تارک سنت تو تھا ہی۔

بہر حال یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید اس بشارت میں شامل تھا۔

یعنی الفتح الکبیر فی مہم اہل دار الایمان الصغیر از محمد بن ابی حاتم ۱۵۵، مطبوعہ مصر۔

جو غزوہ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے حق میں وارد ہے۔ تب بھی حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق زیادہ سے زیادہ یہ ماننا
پڑے گا کہ "اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیئے گئے تھے" یہ غزوہ مؤخرین
کے بیان کے مطابق مسکنہ یا بعض کی تصریح کے مطابق مسکنہ یا مسکنہ
میں ہوا تھا۔ اس غزوہ کے بعد یزید تقریباً ۱۳-۱۴ سال تک زندہ رہا۔ اور اس
مذمت میں اس نے جو جو برائیاں کیں۔ اور جن جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے۔ ان
میں اس کی مے نوشی، شہدائے کربلا کا بے دردانہ قتل، مدینہ منورہ کی تاراجی اور
بربادی اور وہاں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام اور پھر حرم بیت اللہ پر
اس کی فوجوں کی چڑھائی وغیرہ۔ ان سب گناہوں کے کفارہ کی آخر کیا صورت
ہوگی۔ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد یزید سے جو حرکات ناشائستہ سرزد ہوئی ہیں۔
ان کا مختصر سا جائزہ امام ابن حزم ظاہری کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔
ملاحظہ فرمائیے:-

یزید امیر المؤمنین دکان قبیح
الناشر فی الاسلام قتل اہل
المدینہ و اخاض الناس و قبیۃ
الصحابۃ رضی اللہ عنہم
المحترۃ فی آخر دولۃ۔ و قتل
الحسین رضی اللہ عنہ و اہل
بیتہ فی اول دولۃ۔ و حاصر
ابن الزبیر رضی اللہ عنہ فی
المسجد الحرام و استخف بجموعۃ
الکعبۃ و الاسلام فاما اللہ
یزید امیر المؤمنین یہ اسلام میں بڑے بڑے فوجدار
کرنا والا ہے۔ اس نے اپنے اقتدار کے آخری
رو میں مرتد کے دن اہل مدینہ کا قتل عام کیا۔
ان کے بہترین افراد اور بقیہ صحابہ کرام کو
اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کر قتل کیا۔ اور
اپنی سلطنت کے اٹاک میں حضرت حسین اور
ان کے اہل بیت کو قتل کیا۔ اور مسجد حرام میں
حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کیا۔ کعبہ شریف کو
اسلام کی بچھڑی کی۔ پھر حق تعالیٰ نے ان ہی
دونوں اس کو ماری والا۔ اس نے اپنے باپ کے

نے حق اس مقام کا نام ہے جہاں انصار مدینہ اور بیعت الشکر کے درمیان مکرر آرائی ہوتی تھی۔

فی تلك الايام وقد كان غزائی ايام
ایہ القسطنطینیة وحاصرتها
اور اپنی دوسری تصنیف "اسماء الخلفاء" انولاء و ذکر مقدیدہ میں
ارقام فرمائی ہیں۔

ویزیع یزید بن معاویہ؛
اذ مات ابوہ : یکتی ابا خالد
وامتنع من بیعتہ الحسین بن
علی بن ابی طالب وعبد اللہ
بن الزبیر بن العوام : فاما
الحسین علیہ السلام والرحمة
فنهض الی الکوفة فقتل قبل
دخولها، وهو ثالث مصائب
الاسلام بعد امیر المؤمنین
عثمان اور ابعثا بعد عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ وغروہ
لان المسلمین استنصوا فی
قتله ظلماً علانیة واما
عبد اللہ بن الزبیر فاستجار
بمكة فبقی هنالك اخی ان
اغزی یزید الجیوش الی
المدينة حرم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم والی

یزید بن معاویہ سے اس کے والد کے
انتقال بعد بیعت کی گئی۔ اس کی کثرت
ابو خالد تھی۔ حضرت حسین بن علیؑ ابی طالب
اور عبد اللہ بن زبیر بن العوام نے اس کی
بیعت سے انکار کیا۔ ہر حضرت حسین علیہ السلام
والرحمة کو کوفہ کی طرف نہعت فرما ہو گئے اور
کوہ میں داخل ہوئے سے پہلے ہی آپ کو شہید
کر ڈالا گیا۔ آپ کی شہادت میر المؤمنین حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلام
میں تیسری مصیبت اور حضرت عثمانؓ کی شہادت
کی شہادت کے بعد چوتھی مصیبت اور اسلام
میں رخصت اعز می ہے۔ کیونکہ حضرت حبیبؓ کی
شہادت سے مسلمانوں پر طائفہ ظلم ٹوڑا گیا۔
اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے
مکہ معظمہ جا کر جابا نہیں میں پناہ لی۔ اور وہاں
مقیم ہو گئے۔ تا آنکہ یزید نے مدینہ نبوی حرم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ معظمہ کو
جوازہ تعالیٰ حرم ہے۔ اپنی فوجیں لڑنے کیلئے

مكة حرم اللہ تعالیٰ۔ فقتل
بقایا المهاجرین والانصار
یوم الحرة وھی ایضاً اکبر
مصائب الاسلام وغروہ۔
لان افاضل المسلمین وبقیة
الصحابہ وخیار المسلمین من
جئۃ التابعین قتلوا جبراً و
ظلماً فی الحرب وصبراً و
جالت الخیل فی مسجد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وراشت وبالت فی الروضة
بین القبر والمنبر ولم یصل
جماعة فی مسجد النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ولا کانت
فیہ احد حاشا سعید بن
السیب فاته لعرفارق
المسجد۔ ولولا شهادة
عمرو بن عثمان بن عفان
ومروان بن الحکم عند
مجرم بن عقبة الری بانه
مجنون لقتله۔ واکره
الناس علی ان یبایعوا
یزید بن معاویہ علی انهم

بسیعین۔ چنانچہ حق کی جنگ میں مجاہدین کو
انصار جبراً ہی رہ گئے تھے۔ ان کا قتل عام کیا۔
یہ عادت فاجوہی اسلام کے بڑے مصائب
اور اس میں رخصت انداز میں شہداء ہوئے ہیں
کیونکہ افاضل مسلمین، بغیر معاذؓ اور لکھ برنا بن
میں بہترین مسلمان اس جنگ میں کھڑے تھے
قللاً قتل کر دیے گئے اور گرفتار کر کے ان کو
شہید کر دیا گیا۔ یزیدی لشکر کے گھوڑے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جولاں دکھاتے ہیں
اور ریا من الجحیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے قبر اور آپ کے منبر مبارک کے درمیان فید
کرتے اور پیشاب کرتے ہیں۔ ان دونوں پھینکا
میں کسی ایک نماز کی بھی جماعت نہ ہو سکی۔ اور
نہ بجز حضرت مسجد بن السیب کے وہ کوئی فرقہ
موجود تھا۔ انھوں نے مسجد نبوی کو بالکل دھجوا
اور عمرو بن عثمان اور مروان بن الحکم
(یزید کے سالار لشکر) مجرم (مسلم) بن عقبة کے
ساتھ یہ شہادت خریدتے کہ یہ تو ذرا سب سے
نورہ ان کو بھی ضرور دے گا اور اس نے اس
عادت میں لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ یزید بن
معاویہ سے اس شرط پر بیعت کریں کہ وہ اس
کے ظلم میں چاہے وہ ان کو بیچے یا ہے ان کو
آزاد کرے اور جب اس کے سامنے ایک شخص

عبداللہ، ان شاہ باع وان مشاء
اعتق، و ذکر لہ بعضہا البیعة
علی حکم القرآن وسنة رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فامروقتلہ
فغضب عنقہ صبرا وھتک صوف
او مجرم الاسلام ھتکا وانصب
المدینة ثلاثا واستخف باصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعدت الایدی الیہم وانتهت
دورھم واستغی طولا لای مکی
شرفھا اللہ تعالیٰ فھو صرت وری
البيت بمجاعة المنجیق توطی
ذالک الحصین بن نمیر السکونی
فی جیوش اھل الشام و ذالک
لان مجور بن عقبہ السوی مات
بعد وقعة الحرة بثلاث لیل
وروی مکانة الحصین بن نمیر
واخذ اللہ تعالیٰ یزید اخذ عزیز
مقتد وفات بعد الحرة باقل من
ثلاثة اشھر وازید من شھدین
وانصرف الی جیوش من مکة - و
مات یزید فی نصف ربيع الاول من
اربع وستین ولہ شیف و ثلاثون

سے یہ بات رکھی کہ ہم قرآن وحدت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کرتے
ہیں تو اس نے ان کے قتل کا حکم دیا اور کوفہ فرستاد
کر کے فوراً قتل کر دیا گیا۔ اس صوف یا مجرم
اسلم بن عقبہ نے اسلام کی بڑی بے عزتی کی۔
مدینہ منورہ میں تین دن برابر لوٹ مار کا سلسلہ
جاری رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ کو ذلیل کیا گیا ان پر دست درازی کی گئی۔
ان کے گھروں کو لوٹا لیا ومدینہ طیبہ کو تباہ و تاراج
کرنے کے بعد) یہ فوج مکہ معظمہ شرفاء و اشراف
کی طرف چل پڑی وہاں جا کر مکہ معظمہ کو محاصرہ کیا
گیا اور بیت اللہ پر بمبھینق سے شہبازی کی
گئی۔ یہ وہ حصین بن نمیر کی سرکردگی میں شام کے
لشکروں نے انجام دیا جس کی وجہ یہ تھی کہ مجرم بن
عقبہ مری کو تو جنگ مزے کے تین دن بعد ہی موت
آدھ چاٹھا اور اب اس کی جگہ سالار لشکر
حصین بن نمیر ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یزید کو
بھی اسی طرح دھوکا دیا جس طرح وہ غالب بن عبد اللہ
کو دیا کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی واقعہ حترہ کے بعد
تین ماہ سے کم اور دو ماہ سے زائد تک مدینہ میں محاصرہ
چلا گیا اور پھر بھی لشکر مکہ معظمہ سے واپس چلے گئے
یزید کی موت ۵۱ ربيع الاول سنہ ہجری کر
واقع ہوئی، اس وقت اس کی عمر کہ

سنة امة ميسون بنت بحدل
الکلبیة وكانت مدقة ثلاث
سنين وثمانیہ اشھر وایام فقط
اور تیس سال تھی اس کی ماں کا نام ميسون بنت
بحدل کلبیہ تھا۔ یزید کی مدت حکمرانی کل تین
سال آٹھ ماہ اور کچھ دن تھی۔

خلاصہ مجبٹ یہ ہے کہ | اول تو یزید غزوہ قسطنطنیہ میں بخوشی خاطر شریک
ہی نہیں ہوا، جو وہ اس بشارت کا مستحق ہو اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ
وہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے خود دل سے اس غزوہ میں شریک ہوا تھا تب بھی اس
بشارت مغفرت کا تعلق اس کے اس گناہوں سے ہو گا۔ جواب تک اس سے
سرزد ہوئے تھے، اور جو معاصی اور جرائم اس غزوہ قسطنطنیہ میں شریک
ہونے کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی
تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں اور اگر کسی کچھ فہم کو اب بھی اس پر اصرار
ہو کہ حدیث میں مذکورہ مغفرت کا تعلق اس کے تمام گنہ گناہوں سے ہے
اور اس غزوہ میں شرکت کرنے والے ہر فرد کے تمام گنہ گناہ معاف کر دیے
گئے ہیں اور مذکورہ مغفرت سے ہر فرد کی مغفرت عام مراد ہے تو یہ محض غلط ہے
اور اس مغفرت کے علوم کی تخصیص کے لئے وہ حدیث کافی ہے جو ابھی آپ کی
نظر سے گزری ہے۔ اور اس کی روشنی میں یزید کے سپاہ کار ناموں کی تفصیل
بھی آپ پر دھچکے ہیں اب ایسے نابکار کے جتنی ہوتے پر اصرار کرنا کس قدر خدشہ
غلطی ہے۔ نا صبیوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مددگار یزید کو "خلیفہ راشد" مانیں،
اس کے جتنی ہونے کا اعتقاد رکھیں بلکہ جیسا کہ بعض جاہل نا صبیوں کا عقیدہ تھا
اس کو صحابی سمجھیں یا اس کی نبوت کا اقرار کریں۔ لیکن اہل حق میں سے کوئی شخص

۳۵۴، ۳۵۵ طبع مصر طبعہ بحوالہ السیرۃ لابن حزم۔ یہ حافظ ابن تیمیہ نے منہاج المسلمین لکھے ہیں
لواقعة من الجھال یکتون ویزید هذا من
العصاة وبعث فداہم یبعثہ من الانبیاء
۳۵۴، ۳۵۵ طبع امرہ بولاق مصر سنہ ہجری۔ حقیقت ہے جیسے دوسرے نامی اہل اس کتاب
نہیں پہنچے بلکہ یزید کو صرف "خلیفہ راشد" سمجھتے ہیں اور "میدنا" کہہ کر اس کی خدمت میں کوہ لیا کرتے ہیں۔

بہالت صحبت ہوش و حواس یزید کے ان سیاہ کارناموں کے باوجود اس کے جنتی ہونے کی کیسے شہادت دے سکتا ہے۔

یزید جیسے فاسق کی سرکردگی میں بھی جہاد ہو سکتا ہے

ان علما نے اس حدیث سے یہ مستند ضرور نکالا ہے کہ سرفاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دنیہ مشرعیۃ الجہاد مع کل امام لتضمنۃ النشاء علی من غزا - مدینۃ قیصر - شہر قیصر کی تعریف پر تشبیہ ہے حالانکہ اس فتح کا ہمیر یزید بن معاویہ تھا۔ اور یزید تو یزید ہی تھا۔
وکان امیر تلک الغزوۃ یزید بن معاویہ - ذکر اس کی نابکاری و نالافتق معلوم خاص و عام ہے۔

اور امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں:-

وقد کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزون بعد الخلفاء والاربعة مع الامراء الفساق وغزوا ابو ایوب الانصاری مع یزید اللعینؑ کی معیت میں بھی جہاد فرمایا ہے۔

"مدینہ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ نہیں بلکہ محض ہے | اور یہ اور ہے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب کہ ہم اس حدیث میں یزید قیصر کے الفاظ آتے ہیں اس سے "قسطنطنیہ" ہی مراد لیں ورنہ اگر "مدینہ قیصر" سے وہ شہر مراد لیا جائے کہ جو اس وقت "قیصر" کا دارالسلطنت تھا کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ بان مبارک پر بشارت کے یہ الفاظ تھے تو ساری بحث ہی ختم ہو جاتی ہے

کیونکہ اس صورت میں "مدینہ قیصر" سے مراد "قسطنطنیہ" نہیں بلکہ "محض" ہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد صدر العبدورہی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

وبعضہ تجوز کنندہ کہ مراد "مدینہ قیصر" اور بعض علماء کی تجویز ہے کہ "شہر قیصر" مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اس روز تھا کہ کہ فرمود ایں حدیث را آنحضرت، جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ و آل محض است کہ در آں وقت دار مملکت او بود۔ واللہ اعلم

اب پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ اس وقت قیصر کا دارالملک "محض" نہیں بلکہ "قسطنطنیہ" ہی تھا اور اس عہد میں جب بھی "مدینہ قیصر" کے الفاظ استعمال ہوتے تھے اس سے مراد شہر "قسطنطنیہ" ہی لیا جاتا تھا پھر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے لغت، عرف، اشعار عرب اور آثار و احادیث سے سند لانا ضروری ہے محض دعویٰ سے کام نہیں چلتا۔

صحیح بخاری میں یزید کی خدمت میں حدیثیں | یہ بھی واضح رہے کہ صحیح بخاری میں یزید بارہا اس بس یہی ایک حدیث نہیں ہے کہ جس کو شافعی نے استفتار میں درج کر دیا ہے بلکہ اور بھی متعدد روایات موجود ہیں جن میں یزید کی بدکرداری اور بد اطواری کی پوری طرح نشاندہی کر دی گئی ہے، یزید کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ان روایات کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے۔ یہ روایات حسب ذیل ہیں:-

پہلی حدیث | (۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعاشقین فاما احدہما فبئس ثقتہ واما الآخر فلو بئس ثقتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو نوجوان علم یاد کیے ہیں (یعنی دو نوجوان علم حفظ کیے) ان میں سے ایک کی تو نشر و اشاعت کر دی ہے۔ اور جو الآخر فلو بئس ثقتہ قطع

هذا اليك مودعاً

کات ڈالاجئے۔

یہ دوسری نوع کا علم جس کی نشر و اشاعت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر گریز فرمایا کہ وہ اگر زبان پر لاؤں تو یہ سر قلم کر دیا جائے کیا تھا؟ اس کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:-

المردبہ علی الصحيح من أقوال العلما علم الفتن والواقعات التي وقعت بعد وفاته عليه السلام من شهادة عثمان وشهادة الحسين وغير ذلك وكان يخاف في انثائها وتعيين اسماء أصحابها من غلمان بني امية وفتيانهم

اقوال علماء میں سے صحیح قول کے مطابق اس سے مروان ثقیف اور واقعات کا ملہ ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قوسند پر ہوئے جیسے حضرت عثمان اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت وغیرہ کے واقعات۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان واقعات کے انشاء کرنے اور ان فقرہوں کی کہانوں کے بتلانے سے اس لئے ڈرتے تھے کہ کہیں بنی امیہ کے لڑکے اور ان کی فوجیں اس حکیم کو قتل نہ کر ڈالیں۔

اور علامہ ابن تیمیہ، منہاج السنہ میں رقمطراز ہیں:-

وابو هريرة اسلم عام غدير قلم يصب النبي صلى الله عليه وسلم الا اقل من اربع سنين ، وذاك الجواب لم يكن فيه شيء من علم الدين ، علم الايمان والامور النجوى وانما كان فيه الاخبار عن الامور المستقبلية

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ خندق کے سال اسلام لائے اس لیے ان کو چار سال سے کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رہنے ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس زلف تحیلے میں علم دین، علم ایمان اور امور نبوی کی کوئی چیز نہ تھی اس میں تو صرف اشیاء ہوتے والے واقعات کی خبریں تھیں۔ مثلاً ان خبروں میں نہایت جو آئے ہیں کہ مسلمانوں میں رہا ہوئے، جیسے

لے صحیح بخاری، باب حفظ العلم، ص ۱۷۸، شرح تراجم ابواب البخاری، باب مذکور۔

مثل الفتن التي جرت بين المسلمين فتنة الجمل و صفين وفتنة ابن الزبير و قتل الحسين و تحوّل الكوفة

جنگ جمل و جنگ صفین ۲ فتنة حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قتل کا فتنة اور صفین میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ۲ بیان اور اسی قسم کے واقعات۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا دور یزید سے پناہ مانگنا علیہ فرماتے ہیں:-

وحمل العلما الوعاء الذي لم يثبت على الاحاديث التي فيها تبين اسماء امراء السوء واحوالهم وزمنهم وقد كان ابو هريرة يكتفي عن بعضه ولا يصرح به خوفاً على نفسه منهم

اور علماء نے علم کے اس غزن کو جس کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشاعت نہ کی ان احادیث پر محمول کیا ہے جن میں امراء سوء (بدکردار اور نابکار حاکموں) کے ناموں کی تفصیل ان کے حالات اور زمانے کا بیان تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان نالائق حکمرانوں میں سے بعض کا ذکر اثناء ان کی عمر کر رہا کرتے تھے مگر مراد ان کا نام نہیں لیتے تھے کہ کہیں وہ ان کو جان سے نہ مار ڈالیں، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میں خطبہ سے لفظ کے مترادف ہونے اور لوگوں کی ملکوت سے پناہ مانگتا ہوں، یزید بن معاویہ کے بلو شامی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ لفظ میں قائم ہو گیا۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا قبول بھی فرمائی چنانچہ وہ یزید کے ہاتھ لکھنے سے ایک سال پہلے ہی دنیا رحلت فرم گئے۔

دوسری حدیث | امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصحیح میں ایک باب

لہ ۳ ص ۱۷۸ - فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۳ طبع میرہ سعید

کہا گیا ہے جس کے الفاظ ہیں -

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلاک امتی

علی یدی أغيلة من قریش :

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لوگوں کے ہاتھوں ہوگی !

اور پھر اس باب میں یہ حدیث نقل کی ہے -

حدثنا مروئی بن اسمعیل

حدثنا عمرو بن یحییٰ

بن سعید بن عمرو بن

سعید قال اخبرنی جدی

قال کُنت جالساً مع ابی مریرہ

فی مسجد النبی

صلی اللہ علیہ وسلم بالمدينة

ومعنا مروان قال ابوہریرہ

سمعت الصادق الصدوق

يقول - هلكة امتی علی

یدی غلۃ من قریش

فقال مروان لعنة اللہ علیہم

غلۃ! فقال ابوہریرہ

لو شئت ان اقول بنی فلان و

بنی فلان فعلت ! فکنت اخرج

مع جدی الی بنی مروان حیث

ملکوا بالاسام فاذا راہم غلۃ

عمر بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ

مجھے میرے دادا بنانے بتلایا کہ میں مدینہ شریف میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی

میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت مروان بن الحجاج

تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے

صادق و صدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے

چند لوگوں کے ہاتھوں ہوگی اس پر مروان نے کہہ دیا

تو کہ خدا کی ان پر لعنت ہو، تو شکہ ہوئے ؟ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں بتانا

چاہوں کہ فلاں فلاں کے لاکھ بیویں تو بتا بھی

سکتا ہوں۔ عمرو کا بیان ہے کہ اچھے میں

اپنے دادا بنان کے ساتھ جب بنی مروان کا مکوث

شام پر قائم ہوئی تو ان کے یہاں جا کر بیٹھا

اور دادا بنان جب ان نوٹس لوگوں کو دیکھتے

تو نہ رہا کرتے کہ قابا یہ وہی لوگ ہیں جن

کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احداً قال لنا عسی هؤلاء ان

یکونوا عنہم قلنا انت اعلم -

میری امت کی تباہی قریش کے چند لوگوں کے ہاتھوں ہوگی

نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ اہام بخاری

میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ مستدام

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہاں الفاظ مروا ہے۔

ان فساد امتی علی یدی

غلۃ سفہاء من قریش

لوگوں کی حکومت کی کیفیت

کے ان حدیثوں میں آپ کی نظر سے

ہوئی ایک دوسری روایت میں

روایت کیا ہے۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔

اعوذ باللہ من امارۃ

الصبيان - قالوا وما

امارۃ الصبيان ؟

قال ان اطعتموہم

هلكتم ، وان عصيتموہم

اهلكوكم

۱۳۴ - ص ۸ - فتح الباری ج ۱ - ص ۸

آپ اب اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے حافظ شمس الدین زہبی نے میزان الاعتدال میں شمس

زہبی الجوشن کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ پر ہے۔ فرماتے ہیں۔

شمس بن زہبی الجوشن ابوالسائقة النہالی

(شعبہ النہال ص ۸)

نیز ابن ابی شیبہ کی آیت، روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ

ان ابا عبد اللہ کان یحشی فی السوق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں
ویقول اللہم لا تدکرک فی سبیلہ جاتے ہاتھ یوں دھا کر کے گئے۔ اے اللہ مجھے
ستین دلا امارۃ الصبیان = مستند کا زمانہ نہ آئے ہاتھ اور نوٹوں کی مار کا
امت کو تباہ کرنے والے لوٹروں میں یہ بڑا سفر بہت ہے اس روایت کو نقل
کرنے کے بعد عائذہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

وفی هذا اشارۃ الی أن اولیٰ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس
الغیلة کان فی سنة ستین وھو حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لوٹروں

من ابیہ وعتہ أبو النعمان السبعی لیس (تقریباً شاید) روایت کرتا ہے، اور اس سے ابواسحاق سبعی یہ
بأحد الروایۃ ثانیہ احد قتلة الحسین (۱۷۱) اہل شہر کہ اس سے روایت کی جائے گی کہ
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وقد قتله أعوان یوم عرین حسین قتلی وقاتل عنہ کے قاتلین کا ایک
المختار۔ روی ابو بکر بن عباس من فرعون شمر کو قتل کرنے والے قتل کیا، ابو بکر
ابی اسحق قال کان شمر یصلی معنا بن علیؑ، ابو اسحاق سے راوی ہیں کہ شمر جہاد
ثم یقول: اللھم انک تعلم انی ساتھ نماز پڑھتا اور پھر لوں دھا کرتا کہ اے اللہ تو
شمر یوفی فافترطی قلت: کیف جائے کہ میں ایک شمر بن آدمی ہوں اس لیے مجھے
یفتر اللہ لک وقد اعنت علی قتل بخشروے اس پر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ
ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو بخشنے کا تیرے تو ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
قال ویحک ٬ کفیف نصنع ٬ ان امرأتنا علیہ وسلم کے قتل میں اعانت لک ہے کہنے کا نتیجہ پر
ھولاء أمرنا بما أمرنا فھم انھیں اس پر ہم کیا کریں دھا کر گیا ہیں عمار ہمارے
دیو بخا لھنا ھم کنا شرأ من ان حاکمین نے ہمیں ایک حکم دیا تھا ہم نے اس کو
ھذا المحرم الشقاء۔ مخالفت کی، اور اگر ہم ان کو مخالفت کرتے تو ان
قلت ان هذا الذمنا بدعیب گد سے بھی بدتر ہیں جاتے۔

تبعنا الطاعة فی عائد ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے
المعروف ہمہ الامت تو میری ایک کام ہیں ہوا کرتی ہے۔

لے فتح الباری ج ۱ ص ۸۷ ج ۱ ص ۳۹۹ - طبع مصر ۱۳۲۵ھ

كذلك فإن يزيد بن معاوية میں سب سے پہلا لڑا، مستند میں برسرِ قدار
استخلف فیہا وبقی الی سنة آیا جبرائیل واقع ہوا، طابق ہے، کیونکہ بڑا
اربع وستین فمات = بن معاویہ اسی سنہ ٬ یا بادشاہ بنا اور ہم
ستین ویک زندہ کر رہا۔

اور پھر مزید افادہ یہ قلم لے ہیں کہ :-

”اس روایت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے عموم کی بھی تخصیص ہو جاتی ہے جس کو ابو زرہ نے اسے نقل کیا ہے اور جو ”باب علامات النبوة“ میں بایں الفاظ گزر چکی کہ یصلک الناس هذا الحجی من قریش لو گولہ کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کرے گا (کیونکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ قریش کا پورا قبیلہ نہیں بلکہ اس کے بعض افراد مراد ہیں یعنی ان کی نوخیز نسل کے چند لوٹروں کے قبیلے کے سب افراد، غرض یہ لوٹروں سے طلب سلطنت کے لیے لوگوں کو ہلاک کریں گے اور اسی کی خاطر بنی عامرہ قتال برپا کریں گے جس کی وجہ سے لوگوں کے حالات میں بگاڑ پیدا ہو گا اور فتنوں کے مسلسل برپا ہونے کے باعث سخت گڑبڑ ہو گی، چنانچہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اس کے مطابق ہو کر رہا۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کہ ان سے دور رہا جائے نیز اس حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں کہ : ”وان الناس اعزوا لھم“ وکاش لوگ ان لوٹروں سے کنارہ کشی کریں (اس میں حرف نو کا جواب ”کان اولیٰ بھم“ تو یہ ان کے حق میں اولیٰ ہے) محذوہ ہے اور مراد ”اعزوا“ یعنی کنارہ کش رہنے سے ہے کہ نہ ان کے پاس

آمدورفتہ نہیں اور ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوں
بلکہ اپنے ذات کو سلامت لے کر ان کے پاس سے راہ قرار اختیار کریں۔
صحابہ و تابعین اس ہدایت پر عمل اب ساری اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق
پڑھ جائیے۔ یزید کے عہدِ نحوست مہد میں میدانِ کربلا ہو یا جنگِ حرہ، جملہ قحط
محاصرہ ہو یا ریم نبوی پر چڑھائی، ان میں سے کسی ایک مہم میں بھی یزید کی
حمایت میں کسی صحابی تو درکنار کسی قابلِ ذکر تنگ نام تابعی کا نام بھی آپ کو
دھونڈنے میں نہیں ملے گا جو کہ یزید کی طرف سے لڑنے آیا ہو۔

اسرا کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جملہ کی کہ "فاذا راهم علماءنا لعدائنا"
ہمارے داجانِ حیب شام کے حکمرانوں کو دیکھتے کہ وہ نوخیز لڑنے سے ہیں، ان کی شرح
کرتے، یہ فقط ازیں۔

والدہما ینظہران الحد کورین اور علامہ ہے کہ راوی کے دادا نے ابن کرازا
من۔ حملتہم وان اولہم کا ذکر کیا ہے وہ قریش کے ان ہی لوگوں میں
یزید کا دل علیہ قول داخل ہیں اور ان میں پہلا شخص یزید ہے چنانچہ
ابن ہشیر "رائس الستین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منہ کے
وامانۃ الصبیان فان یزید آقا نور و لوگوں کی امانت کا ذکر کرتا اس بات کو
کان غالباً یشترع الشیوخ بتلاطیہ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید
من امانۃ البلد ان الکبار اکبر علیہ ہونے شہروں کی امانت سے بڑی عمر کے
ویولیہا الا صاغر من لوگوں کو ہمارا کران کی جگہ پر رہنے رشتہ داروں میں
اقاربہ کم عمر لوگوں کو والی بنانا کرنا تھا۔

مروان کا ان منسلکوں پر لعنت کرنا نیز اس باب کے ختم پر حافظ ابن حجر عسقلانی
علیہ الرحمۃ نے جو "تنبیہ" فرمائی ہے وہ بھی پر مٹھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:
(تنبیہ) یتعجب من لعن (تنبیہ) تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ

مروان القلعة المذکورین مع لوگوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ
ان الظاہر انہم من ولدہ فکأن اللہ تعالیٰ اجری ذالک علی
لسانہ لیکون اشد فی الحجۃ کہلواد کا تاکر ان لوگوں پر سخت جنت قائم
علیہم لعلہم یتعظون وقد ہو جائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصرت
وراثۃ احادیث فی لعن ہو کرے۔ اور ان مروان کے باپ حکم ہذا کی
الحکم والد مروان وصا اولاد پر عہدوں میں لعنت وار ہوئی ہے ان
ولد اخری جہا الطبرانی مصریوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے جن
وغیرہ غالبہا فیہ مقال میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے
وبعضہا جید ولعل المراد مگر ان میں سے بعض روایات جید بھی ہیں اور
تخصیص القلعة المذکورین غالباً لعنت ان ہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے
بذلک علیہ جن کا ذکر حدیث بخاری میں آتا ہے۔

یزید کے دور میں صحابہ و تابعین پر مظالم غرض قریش کے وہ چند نوخیز لڑنے
جن کے ہاتھوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امانت کی ہلاکت و ہراکت
کی خبر دی ہے ان سب میں اول نمبر یزید پلید کا ہے، چنانچہ اسکی ولی عہد کی
سلسلہ جنبا نی کے آغاز سے لے کر اس کے مرتے دم تک اس عہد کے اختراعات
صحابہ و تابعین پر مصائب کے جوہر ہاڑ ٹوٹے اور ان کی جس طرح قوانین و تدبیر کی
گئی اور ان کے ساتھ قتل و غارت کا جو معاملہ ہوا۔ اس سے تاریخ اسلام کے
اور اوراق پڑیں اور صحیح بخاری میں اس سلسلہ کے جو واقعات ضمناً آگئے ہیں
وہ یہ ہیں :-

(۳) حد ثنا موسیٰ بن اسماعیل بروسان ماکہ کا بیان ہے کہ مروان حجاز کا
قال حد ثنا ابو عوانہ عن گورنر تھا جس کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن بشر عن يوسف بن مارك
قال كان مروان على الحجاز
استعمله معاوية فخطب
فجعل يذكر يزيد بن
معاوية لكي يبارع له بعد
ابيه فقال له عبد الرحمن
بن ابى بكر شيئا فقال
خذوه فدخل بيت عائشة
فلما بقدر رواه فقال مروان
ان هذا الذي انزل
فيه - وَالَّذِي تَالِ
لِوَالِدَيْهِ اُتِيَ لَكُمْ
اَنْتَعِدْ رِجْعِي - فقالت
عائشة من وراء الحجاب
ما انزل الله فينا
شيئا من القرآن
الا ان الله انزل عذرك
امام بخاری کی اس روایت میں جو اجمال ہے اس کی تفصیل مستخرج اسماعیلی
میں اسی سند کے ساتھ بایں الفاظ مذکور ہے :-

فانزل معاوية ان يستخلف يزيد
يعني ابنه فكتب الى مروان
بذلك فجمع مروان الناس

وان كان مولى فليكن معاوية
ابن معاوية فخطب
بعد اس كچھ بیعت لے لی جلتے اس پر حضرت
عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان
کو کہا کہ تو اس نے ابراہیم کو ہمارے کار عمل کو
حکم دیا کہ اس شخص کو گرفتار کر لو، یہ سن کر حضرت
عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے چہرے میں غم گھس گئے اور مروان کی پولیس کا ان پر
تالو نہ چل سکا۔ اب مروان وہاں تک پہنچا کہ وہی شخص
تو مجھے جکارتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی تھی
۳۰ ورنہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کو کہا میں بزرگ ہوں
تم سے کیا تم کو کہہ دے دیتے ہو؟ اور حضرت ام المؤمنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وجہ یہ بھی بیان فرمائی تھی
پر اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مذمت
میں تو قرآن پاک میں کچھ نازل نہیں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ
میری بڑت لکھا ہے کہ اس کی آیتیں ضرور نازل فرمائی ہیں۔

اس کی تفصیل مستخرج اسماعیلی

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ اپنے
بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تو مروان کو اس کا
میں لکھا اب مروان نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ

فخطبهم وذكروا يزيد ودعا
الى بيعته وقال ان الله اراد
امير المؤمنين في يزيد رأيا حسنا
وان يستخلفه فقد استخلف
ابوبكر وعمر۔

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر کا مروان کو بڑے منہ پر ٹوکنا
جواب سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہی کو
دینا چاہیے تھا، چنانچہ حسب توقع انہوں نے نہایت جرأت سے کام لے کر بڑی
سے باکی سے سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کی ادائیگی کے فریضے کو انجام
دیتے ہوئے فسر دیا :-

ما هي الا هرقلية
اور حافظ اسماعیل کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :-
یہ تو بزرگ کی اتھار کے سوا کچھ نہیں۔

فقال مروان سنة ابي
بكر وعمر فقال عبد الرحمن
سنة هرقل وقیصر۔

اور مسند ابی یعلیٰ اور تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ مدنی کی زبانی اس
واقعہ کی تفصیل مروی ہے :-

كنت في المسجد حين
خطب مروان فقال ان
الله قد اراد امير المؤمنين
رأيا حسنا في يزيد، وان
يستخلفه فقد استخلف

ابوبكر وعمر۔

ابوبکر و عمر۔

ابوبکر و عمر۔

ابوبکر وعمر، فقال
عبد الرحمن بن قتيبة
ان ابا بكر والله ما جعلها
في احد من ولدوه، ولد
في اهل بيته، وما
جعلها معاوية الاكرامة
لولدوه۔

بنا چکے ہیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو ہر حال کا طریقہ ہے واللہ
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد
میں کسی کو خلافت نہیں سونپی اور نہ اپنے
خاندان میں سے کسی کو خلیفہ بنایا، مگر
معاویہ تو بس اپنے بیٹے کو اعزاز بخشنا
ہا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا مروان کو جھوٹا کہنا | ظاہر ہے اس حق بات کو سننے کی تاب
مروان میں کہاں تھی، تو لا ازام تراشی پر اتر آیا اور ان کو گرفتار کرنے کا حکم دیدیا
آخر جیسا کہ محدث اسماعیلی کی روایت میں آتا ہے حضرت ام المؤمنین عائشہؓ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہنا پڑا۔

كذب والله ما انزلت
فيہ۔

وہ مروان جھوٹا کہتا ہے یہ آیت عبدالرحمن رضی اللہ
عنہ کے بارے میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

مروان کی حضرت عائشہؓ سے سخت کلامی | مسند ابویعلیٰ میں یہ بھی آتا ہے کہ پھر
مروان منبر سے اتر کر حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سخت کلامی
کرنے لگا اور آپ نے بھی اس کو دیسے ہی جواب دیئے آخر وہاں چلا گیا۔
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ معاویہؓ اور ابوسفیانؓ سے فیصل ہیں |

اب ذرا غور کیجئے، مروان کی یہ تقریر کہاں ہو رہی ہے، منبر نبوی سے،
مسجد نبوی میں، روضہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے، یزید کی ولی عہد
کی بیعت لینے کے لیے اس پر افسار پرداز سی کا یہ عالم ہے کہ اس ولی عہد کی
رسم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت بتلا رہا ہے۔ اور حضرت
عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس کو ٹوکے ہیں کہ یہ ابوبکر و عمر کی سنت

نہیں ہے بلکہ ہر قتل اور قیصر کی رسم ولی عہد کی ہے تو بگڑ جاتا ہے الازام تراشی
کرتا ہے، کتاب اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتا ہے، ذرا نہیں سوچتا کہ کہاں ہوں،
کس مقام سے بول رہا ہوں، کس سے مخاطب ہوں یہ کس باپ کے بیٹے ہیں،
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے سگے بھائی تھے۔ یہ یزید تو کیا چیز ہے اس کے والد ماجد معاویہ اور
عبدالمجد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی بنص قرآن افضل ہیں کیونکہ
جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تو مولفۃ القلوب میں تھے فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے۔ مطلقاً۔ میں ان کا
شمار ہے۔ اور عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں
فتح مکہ سے بہت پہلے مشرف بہ اسلام ہو کر ہجرت فرمائے مدینہ ہو چکے تھے
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر کی آمد کی میں سے ان کے لیے
چالیس سو سالہ خرم کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ابن کثیر نے ان کے بارے میں
لکھا ہے۔ کان من مادات المسلمين۔ (یہ مسلمانوں کے اکابر ہیں سے
تھے) اور۔ کان معظماً بین اهل الاسلام۔ (اہل اسلام میں عزت کی
نگاہ سے دیکھے جاتے تھے) اب جس کی ولی عہد کی سلسلے میں اکابر صحابہؓ
کی اسطرح توہین کی جلسے اس کی بادشاہی کے دور میں کیا کچھ ہوگا؟۔

عبدالرحمن بن ابی بکر کا معاویہ کی رقم کو واپس کر دینا | حافظ ابن کثیرؒ نے زیرین
بجائے بسند نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے ایک لاکھ درہم حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت
میں بھیجے مگر حضرت ممدوح نے یہ کہہ کر ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ اب مع دینی
بدنیای ہو گیا میں اپنی دنیا کے عوض اپنے دین کو بیچ ڈالوں گا۔

آخر کار اکابر صحابہؓ کے پروردار احتجاج کے باوجود ان کی مرضی کے برخلاف

یزید راج سنگھاسن پر براجمان ہو جاتا ہے اور امت محمدیہ پر ہلاکت کا طوفان
امڈ آتا ہے۔ رجب ستہ ہجری میں یزید بادشاہ بنا اور اسی سال ماہ رمضان
میں یزید اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عقبہ بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کی گورنر
سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کا تقرر کرتا ہے۔
یزید کا گورنر مدینہ کو اس لیے معزول کرنا کہ اس نے حضرت حسینؑ و ابن زبیرؑ کی

ولید کا تصور یہ تھا کہ اس نے بیعت کے معاملہ میں حضرت حسین و حضرت
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر وہ سختی نہ کی تھی جو یزید کو مطالبہ تھی۔
اس لیے یہ دونوں حضرات یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ منورہ سے ہٹ کر
ملکہ مغلہ پہنچ گئے تھے۔ حالانکہ یزید کا ان کے بارے میں ولید کو یہ فرمان تھا۔
اما بعد فخذ حسینا و اما بعد حسین۔ عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ
عبد اللہ بن عمرو و عبد اللہ بن الزبیر بالبیعة پکڑو اور جب تک یہ لوگ بہت دیر
اخذ اشد يد اليت فيه نروا حیل نہ ہونے پاتے۔

رخصۃ حتی یسایعوا والسلام
مردان کا مشورہ کہ ان حضرات کا سر قلم کر دیا جائے | مردان کا مشورہ ان حضرات
کے بارے میں ولید کو یہ تھا کہ اگر یہ حضرات بیعت نہ کریں تو فوراً ان کا سر قلم
کر دو مگر ولید نے مردان کی بات نہ مانی اس لیے اس شاہی فرمان کی تعمیل میں
کو تاہی کا لازمی نتیجہ معزولی تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے جو اس کی معزولی کی وجہ
میں تحریر ہے۔ "کافظا لکساہ وہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔"

حضرت ابو شریح کا گورنر مدینہ کو حرم پر فوج کشی سے منع کرنا چنانچہ اس کی جگہ
گورنر ہو کر عمرو بن سعید اسی ماہ میں مدینہ آگیا یہ مزاج کا بڑا فرعون اور بڑا حکمران
تھا حافظ ابن کثیرؒ کے اس کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ "وکان مثلاً لکافظا متکبرا"

لہ ابداء والنہایہ از حافظ ابن کثیرؒ ج ۸ ص ۴۳۷ و ۴۳۸ حاشیہ البیضاء والنہایہ

یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ پر بٹھنے والا بڑا ہی مغرور تھا حضرت عبد اللہ بن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے چونکہ ابھی تک یزید کی بیعت نہ کی تھی اور وہ حرم البی
میں پناہ گزیں تھے اس لیے اس نابکار نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے مدینہ میں
لئے ہی حرم مکہ پر لشکر کشی شروع کر دی۔ اس کی اس ناشائستہ حرکت پر
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور و محرم صحابی حضرت ابو شریحؓ خسرائی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس بہترین انداز میں اسے فہمائش کی وہ صحیح بخاری میں
اس طرح منقول ہے۔

جو تھی حدیث | ام بعد ثنا عبد اللہ
ابن یوسف قال حدثنا اللیث
قال حدثنی سعید ہوا بن
ابی سعید عن ابی شریح انہ
قال لعمر و بن سعید۔
وہو بیعت البعوث الی
مکہ اشدن لی ایھا الامیر
احد ثلث قولہ قام بہ
مرسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الغد من یوم
الفقم سمعہ اذناک
ودعا قلبی وابصرۃ
عینا ی حین تکلم بہ۔
حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
عمر بن سعید کو جب کہ وہ مکہ مغلہ پر چڑھائی کیلئے
فوج کے دستے بھیج رہا تھا فرمایا اے امیر! بڑا
ریختہ تاکہ میں آپ کے سامنے وہ مدیث بیان
کر دوں جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فتح مکہ کے دوسرے دن مکہ کے ہو کر بیان فرمایا
تھا اور میں کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور
دل نے یاد رکھا اور جس وقت آپ اس کو بیان
فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو
دیکھ رہی تھیں آپ نے حق تعالیٰ کی حمد و ثناء
بعد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو رحم بنایا
لوگوں نے اس کو رحم نہیں بنایا لہذا جو شخص
بھی اللہ تعالیٰ اور مدثر آخرت پر ایمان رکھتا

لہ مولانا ملاح حسن گیلانی مرحوم نے۔ "امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی" میں اس واقعہ کو عبداللہ بن زبیرؓ
جدہ رفت کا گناہ کیا ہے جو صحیح نہیں واقعہ جو مدینہ معاویہ کے زمانہ مگر کی میں ہوا ہے۔ دیکھنا غلط ہے۔
"البدایہ والنہایہ" ترجمہ پرچہ دوم معاویہ اور اصحابہ لی تمیز الصحابہ ترجمہ حضرت ابو شریحؓ کا حال میں

حمد الله وأثنى عليه ثم
قال ان مكة حرمها الله
ولم يحرمها الناس فلا يحل
للمسلمين يئمن بالله واليوم
الآخر ان يفتك بها دماً
ولا يعضد بها شجرة فان لُذ
ترخص لقتال رسول الله
فيها فنقولوا ان الله قد اذن
لرسوله وللميادين لغيره
اذن لي فيها ساعة من نهار
ثم عدت حرمتها اليوم كحرمتها
بالاخر وليبلغ الشاهد الغائب
فقليل لا يبي شرح ما قال
عمرو قال انما انا اعد
منك يا ابا مشريح لا
تعيد عاصياً ولا فاسقاً
بدم ولا ناراً بخربة

گورنر مدینہ کا صحابی رسول کے سامنے اپنی حکایت بگھارنا خود کیجئے، صحابہ کرام
حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم الہی پر فوج کشی سے روکنے کے لیے
یزید کے گورنر کو حدیث رسول بیان کرتے ہیں اور یہ بد بخت ان کے سامنے
اپنی حکایت بگھارتا ہے، کہتا ہے، میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں، اما میں جن
اپنی مشہور تصنیف المحلی کی کتاب الجنایات میں بالکل صحیح کہتے ہیں:-

لہ صبح بخاری کتاب العلم باب لیبلغ الشاهد الغائب -

لاکرامۃ للطییم الشیطان
الشرطی الفاسق یرید ان
یکون اعدا من صاحب
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وهذا الفاسق هو العاصی
لله ولرسوله، ومن
والاه أو قلده - وما حاصل
الخنز فی الدینا والآخرۃ
الاهو ومن امره ی

حضرت ابن زبیر کے خلاف گورنر مدینہ کی ہرزہ سرائی قابل قبول نہیں اور شیخ الاسلام
محمد صدق اللہ ودہ دینی شرح بخاری میں رقمطراز ہیں:-

وایم دعوی بحسد راست و مردود
بروے، زیرا چہ عبد اللہ بن زبیر
صالحی است متعبد
جامع صفات حمیدہ، اذکارے
نکردہ کہ بدان مستحق قتل باشند
بیسرون حرم دہ خروج کرد
بر اعدای و خواند مردم
را بہ بیعت خود با آنکہ ناخوش
بودند از یزید اہل حرمین و
مبادرت نکردند بہ بیعت
وے جن اہل شام بنا بر

لہ - لعیم الشیطان کے معنی ہیں جس کو شیطان نے جیت لگا ہوا ہے جو بن سید الشہداء کا لقب ہے
لہ عمدة القاری شرح صبح بخاری از علامہ مصنف ج - ۲ ص ۱۳۲ طبع منیر مصر -

تولید پدرش معاویہ ،
وامتناع آور و عبداللہ
وغیرہ از بیعت آل
نا اہل کہ مسرف و معاصی
و مرتکب کبائر بود و پناہ
گرفت از شرورے در گوشہ
حرم ، پس تعیین کرد
لشکر القتل ابن زبیر
بہمکہ یہ

بیعت کر لی کہ اس کے باپ معاویہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنا ولی و جہد بنا دیا تھا
اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
دوسرے حضرات نے اس نا اہل کی بیعت کرنے
سے اس لیے سختی سے انکار کر دیا کہ یہ معاصی
ہیں حد سے بڑھ گیا تھا اور کبائر کا مرتکب تھا
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
بزید کی شریعت سے بچنے کے لیے حرم محرم کے
گوشہ میں پناہ لے رکھی تھی لہذا اس نے
مکہ معظمہ میں ان سے جنگ کرنے کے لیے
فوجوں کو روانہ کیا۔

اور شیخ نور الحق محدث دہلوی "تیسیر القاری شرح صحیح بخاری میں

ارقام فرمایا ہیں :-

کلام ابن مسعود جنت راضی
شاید از آنکہ خلاف
مقررہ اہل دین است
در روایت امام احمد
آمدہ کہ گفت ابو شریح
گفتم عمرو را من حاضر
و تو غائب بودی او بموجب
امر آنحضرت ، رسا قدم ترا
و این مشعر است بآنکہ ابو شریح

اس مفرد (عمرو) کی بات جنت کے لائق نہیں
کیونکہ یہ اہل دین کے دستور کے خلاف ہے ،
مسند احمد کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت
ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے
عمرو کو جہاد دیا تھا کہ جب حضور علیہ السلام
یہ ارشاد فرمایا تھا میں اس وقت حاضر تھا
اور تو غائب و اس نے تو حدیث بہ مطلب کیا
میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
ارشاد کے مطابق تجھے تبلیغ کر دیا۔ اس سے

قبول گفتہ عمرو نکرہ واد
را بوسے گزاشتہ از جہت
عجز و عدم قدرت بجہت
شوکت و غلبہ اولیہ

معلوم ہوا کہ حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عمرو کی اس بات کو نہیں مانتا ، مگر جبکہ عمرو کو
شوکت اور غلبہ حاصل تھا اور آپ اس کے
مقابلہ سے عاجز تھے اور اس کی طاقت نہیں
رکھتے تھے اس لیے (زبانی تمنا کے بعد)
آپ نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

مرحوم نے جو معاملہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے
سامنے کیا وہ آپ پر عجب چلے نہیں ، یہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
فرزند اکبر تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے نواسے
ہیں ان کے خلاف حرم محرم پر صرف اس لیے فوج کشی کی گئی کہ انھوں نے
بزید پلید سے بیعت نہیں کی تھی۔

حضرت ابن زبیر کے فضائل حضرت ابن عباس کی زبانی حضرت ابن زبیر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہوتا ہے حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہ الفاظ پڑھیے :-

أما أبو خوارزمی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم
یرید الزبیر۔ وأما
جدہ فصاحب الفاس۔
یرید ابابکر۔ وأما
آلہ فذات النطاق یرید
أسماء۔ وأما خالته فامر
المومنین یرید عائشہ۔

ان کے حوالہ ماجد یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ،
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے تھے
اور ان کے نانا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
منزاع کے رفیق خاص تھے اور ان کی والدہ ماجدہ
حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذات النطاق
رک جہنوں نے ہجرت کے وقت آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زانو مس فرمایا
پٹکے سے باندھا تھا اور ان کی نانا

وَأَمَّا عَجَّتُهُ فَزَوْجُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَرِيدُ
خَدِيمَتَهُ - وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَدَّتُهُ
يَرِيدُ صَفِيَّةَ - ثُمَّ
عَفِيفٌ فِي الْإِسْلَامِ
تَأْسِيسٌ لِلْقُرْآنِ فِي
أَمِّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ہیں اور ان کی پہنچ ران کے ابا کی پہنچ میں
ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ
حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، اور لڑکی
ولدی حضرت صفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر محترمہ ہیں اور لڑکے
وہ خود اسلام میں پاکباز اور قرآن پاک کے
بکثرت پڑھنے والے ہیں۔

مصاحف عثمانی کی کتابت میں حضرت بن زبیر کی شرکت [ابھی پیش نظر ہے
کہ یہ قرآن کریم جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں ہے اور جس کو شب و روز
ہم پڑھتے ہیں اس کی نقلیں حضرت امیر المؤمنین عثمان ذی النورین رضی اللہ
عنه نے اپنی نگرانی میں کرا کر ممالک محروسہ میں روانہ کی تھیں۔ ان مصاحف کی
کتابت کے لئے حضرت امیر المؤمنین نے جن چار حضرات کو نامزد فرمایا ان میں
سے ایک یہ بھی تھے۔

حضرت ابن زبیر کے فضائل امارت کی روشنی میں [صحیح بخاری میں
ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
مروم ہے کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آئیں تو ان دنوں یہ حکم جاری
تھے، اور وضع حمل کی مدت قریب تھی چنانچہ قبائ کے زمانہ قیام ہی میں
ان کی ولادت ہوئی فرماتی ہیں۔

ثُمَّ آتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِي حَجْوِ
پھر وہ بچہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے

لے صحیح بخاری باب قول عائشہ (وَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِي حَجْوِ) - لے ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب جمع منكرات
بقیہ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں حضرت زید بن ثابت (۲) حضرت سعید بن العاص (۳) حضرت
جندب بن جندب بن ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَضَفَعَهَا ثُمَّ تَغَلَّ فِي فِيهِ
فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْهَهُ رَيْقُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ حَنَكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ
بِبَرَكَ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ
وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ
انگوٹھی گڑیں لٹریا اور آپ نے ایک کھجور
ٹنگوائی اور اس کو چبا کر پھر ان کے منہ میں
ڈال دیا چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو ٹنگی
ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
لعاب وہن تھا، پھر آپ نے کھجور کو ان کے
تالو پر مل دیا امدان کہتے برکت کی دعا کی۔

اور یہ پہلے بچے تھے جو اسلام میں ہجرت کے
بعد مہاجرین میں پیدا ہوئے۔

اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ ہیں
أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ أَتَوَابَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَمْرَةَ فَلَا كَهَا ثُمَّ ادْخَلَهَا فِي
فِيهِ فَأَوَّلَ مَا دَخَلَ فِي بَطْنِهِ
رَيْقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
پہلا بچہ جو اسلام میں ہجرت مدینہ کے بعد
مسلمانوں میں پیدا ہوا وہ عبد اللہ بن زبیر
(رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھے ان کو ران کے
گھر والے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے
ایک کھجور ٹنگوا کر پہلے اس کو اپنے دہن بند
میں چبایا اور پھر ان کے منہ میں اس کو اندر لٹایا

چنانچہ ان کے پیٹ میں پہلی چیز جو ٹنگی
وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب وہن تھا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں
أَتَانَا أَصْنَاةٌ أَوْ رَأْسُهُ

ثُمَّ مَسَحَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ
وَسَمَّاهُ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ جَاءَ
وَجِئْنَا بِنِ سَبِيحٍ سَنِينٍ أَوْ
لے اب میری بیٹی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لے کر
پھر حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ
چبایا ان کے لئے دعا پڑھی اور ان کا نام عبد اللہ
رکھا، پھر جب وہ سات یا آٹھ برس کے ہوئے
لے اب میری بیٹی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لے کر - لے صحیح بخاری باب منكرات

ثُمَّ بَايَعَهُ ۖ
حِينَ رَأَاهُ مَقْبِلًا إِلَيْهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الزَّيْبِيُّ فَنَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَامْرَأَهُ بَذَّالُكَ
ثُمَّ نَحَضَتْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ يَدَيْهِ لِيَبَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ
فَوَضَعَتْ يَدَهُ عَلَى يَدَيْهِ
وَمِنْ يَدَيْهِ لِيَبَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ
فَوَضَعَتْ يَدَهُ عَلَى يَدَيْهِ
وَمِنْ يَدَيْهِ لِيَبَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ
فَوَضَعَتْ يَدَهُ عَلَى يَدَيْهِ

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وفي هذا الحديث
مناقب كثيرة لعبد الله بن الزبير
رضي الله عنه منها ان النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم مسح
عليه وبارك عليه ودعاه و
أول ثني أدخل جوفه ريقه
صلى الله عليه وسلم وانه أول
من ولد في الاسلام بالمدينة
والله اعلم

اور مستخرج اسماعیل میں "صحیح بخاری" کی اس روایت میں فی الاصل

کے بعد یہ اضافہ بھی ہے۔

نصرح المسلمون فرحاً
شديداً لأن اليهود كانوا
يقولون سحرنا هم
حتى لا يولد لهم

لہ باب استیجاب تمیزیک الملوود من ولادہ۔ عہ شرح صحیح مسلم از امام قزوینی باب مذکور۔

عہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۳۔

عبرت کا مقام ہے مسلمانوں کو جس مبارک بچے کی ولادت پر بڑی خوشی
ہوئی، یزید اور اس کا گورنر و لشدق اسی کے قتل کرنے کے درپے ہوں،
اور اسی کی موت میں اپنی خوشی سمجھیں۔ عہ تفسیر تواسے چرخ گردان تفسیر۔
یزید کی گورنر کی مذمت حدیث میں واضح ہے کہ یزید کی گورنر و بن
سید اشدق وہی نابکار ہے جس کے بارے میں مستند احمد میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت آئی ہے :

سمعت رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم يقول
ليدعفن علي منبري
جبار من جبابرة بني أمية
حتى يسيل رعاؤه قال
فاخيرني من رأيي عمرو
مسجد بن العاص رعن
علي منبر رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم
حتى سأل رعاؤه

کہ بلا کے دن بنی اُمیہ نے اپنے دین کو ذبح کر کے رکھ دیا غرض یزید کی
ولی عہدی کی ابتدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی امانت
ہوئی اور اس کی بادشاہی کا آغاز ان کے نواسے پر حرم الہی میں فتنہ کشی سے
اور ابھی سال جلوس ختم نہیں ہوئے پایا تھا کہ دودمان نبوی کے گل سرسبد کو
مسل کر خاک میں ملا دیا اور اپنی دانست میں خاندان نبوت کا چرخ گل کر کے
رکھ دیا، محرم ۱۰۰ ہجری کے یوم عاشوراء میں اہل بیت رسالت پر

لہ البیضاء والجمہاء۔ از حافظ ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۱۔ عہ اور اسی طرح افتخار بھی۔

یزید کی لشکر کے اہل قیامت لڑائی اس کے ہاتھ میں جس نے بھی یہ کہا
سچ کہا کہ :

صَحِيحُ بَنُو اَمِيَّةٍ يَوْمَ كَرِيْلَا كَرِيْلَا كَرِيْلَا كَرِيْلَا كَرِيْلَا كَرِيْلَا
بالدین !

قرابت رسول اللہ کا پاس ! الحاظ امام بخاری نے اپنی تصحیح میں ایک باب
تاکم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں : باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله
عليه وسلم ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے
فضائل کا بیان اور پھر اس باب کے تحت حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کیا :

اس قبوا محمداً صلى الله حضور صلى الله تعالى عليه وسلم کے اہل بیت کے
عليه وسلم في اهل بيته ۔ ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کا پاس دلچا ذکر ۔

یعنی نہ تو کسی معاملہ میں ان کو اذیت پہنچے اور نہ ان حضرات کے
ساتھ کسی قسم کا برا برتاؤ ہونے پائے اور اسی باب میں حضرت محمد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں ۔

والذی نفسی یسدد ؟ قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضہ میں میری جان
لقرابة رسول الله صلى الله ہے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل قرابت
عليه وسلم أحب إلي أن صلہ رحمی کرنا بھیجے اپنے اہل قرابت کی صلہ رحمی
أصل من قرابتی ۔ کرنے سے زیادہ محبوب ہے ۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی قرابت کا اس قدر پاس دلچا تھا کہ جب کبھی ان کے عہد میں قحط سال ہوتی
اور دعا استسقاء کی ضرورت پڑتی ، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم محترم
حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے ،

لہ تاریخ الخلفاء الامام سیوطی ، ترجمہ یزید بن عبد الملک بن مروان ۔

اور خود ان سے دعا کرتے ، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ :-

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنہ کان اذا تحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب فقال اللهم اننا كنا نتوسل اليك بنبيينا صلى الله تعالى عليه وسلم فسقينا قال فيسقون !

جس وقت کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرتے تھے تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا کرتے اور
یوں عمرؓ کرتے کہ الہا ہم اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے توسل سے تجھ سے دعا مانگا کرتے تھے
پھر تو ہم پر بارش برسا تھا اور اب اپنے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے چپا کے توسل سے تجھ
مانگتے ہیں تو ہم پر مینہ برسا دے ، راوی کا

بیان ہے کہ ہر لوگ پر مینہ برسنے لگتا تھا ۔
حدیث میں قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مراد ہے اس کے
ہاتھ میں شارحین صحیح بخاری لکھتے ہیں :
مراد از قرابت پیغمبر خدا کے کہ منسوب
است بعبد المطلب ومومن است
چنانکہ علی مرتضیٰ وابنائے او
رضی اللہ عنہم ۔

اردن کے ماہر ائمہ کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔
شیخ نور الحق محدث دہلوی نے " تیسیر القاری " میں جو کچھ لکھا ہے وہی
علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں :

" من ينسب لعبد المطلب مؤثناً كعلي وبنيه " اور شارحین نے
جو کچھ لکھا ہے وہی مطلب امام بخاری کا ہے ، اسی لئے امام بخاری نے
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اثر کو " باب مناقب الحسن والحسين " میں
پھر دوبارہ روایت کیا ہے ، حافظ ابن حجر عسقلانی نے " فتح الباری " میں

باب مناقب الحسن والحسين الامام الاستاذ احمد بن حنبلہ نے تیسیر القاری ج ۳ ص ۵۵۰ میں علیؓ کو
منسب کرنے ۔

اگت ابو بکر صدیق نگہدار بیت
عزت و شرف محمد رسول اللہ
علیہ وسلم در نگہداشت
حرمت و تعظیم در حق اہل بیت
آنحضرت علیہ السلام

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
اہل بیت کے حق میں انکی حرمت و تعظیم کو
مذکورہ کرنا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مرد شرف کو ملحد و رکوع۔

پھر یزیدی لشکر نے کربلا کے میدان میں جو تان اہل بیت پر جو ظلم و ستم
دھیایا اس کے بارے میں شیخ نور الحق محدث دہلوی نے "تیسیر القاری شرح
صحیح بخاری" میں بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

در شرح این قضیہ جانگزا جگر
آب شدہ و قلم از دست افتادہ
از حوصلہ طبع مسلمانان بیرون است
کہ اشارتے ہاں تو اکی نمودہ

اس قضیہ جان گسل کو بیان کرنے میں جگر
ہانی پانی ہو گیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا۔
کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ
اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔

یزیدی کی شقاوت | اور علامہ عبد اللہ بن محمد بن علی شافعی
"کتاب الامتاع بحب الاشراف" میں فرماتے ہیں۔

لا ریب ان اللہ سبحانہ قضی علی
یزید بالشقاۃ فقد تعرض
لکل البیت الشریف بالاذی خانہ
جندہ لقتل المحسن و قتلہ و سبی
حرمہ و اولادہ و ہمد اکرم
اہل الارض جندہ علی اللہ
سبحانہ

لا ریب حق تعالیٰ سوا نے یزید پر شقاوت
سلط کی کہ اس نے آل بیت شریف (نبوی)
کے ہستلے پر کر باندھی تھیں جن کے بچے بچی
سپاہ کو بھی ان شہید کیا ان کی حرم اور ان کی
اولاد کو اسیر بنایا حالانکہ یہ حضرات اس وقت
اللہ تعالیٰ سوا کے نزدیک روئے زمین پر
تمام اپنے والوں سے زیادہ عزیز تھے۔

۱۔ تیسیر القاری "ج ۳ ص ۶۳ - ج ۳ ص ۶۴ -

۲۔ ص ۱۸ طبع مصطفیٰ بابی علی مصر ۱۳۱۸ھ

ابن زیاد کا طرز عمل صحابہ کے ساتھ

حضرت معقل بن یسار کا اس کو نصیحت فرمانا امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں ایک باب باندھا ہے جس کے الفاظ ہیں "باب من استمر علی رعیۃ فلم ینصح" یعنی جس کو رعیت کا وال بنایا جائے اور پھر وہ رعیت کی خیر خواہی نہ کرے" اور پھر اس باب میں یہ دو حدیثیں بیان کی ہیں:

(۱) عن الحسن ان عبید اللہ
بن زیاد عن معقل بن یسار عنی اللہ عنہ
فی مرض الموت میں ان کی عیادت کیلئے آیا تو حضرت
معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا میں
تجھ کو ایک حدیث بیان کرتا ہوں میں کو کہنے
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے
نہی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوئے سنا ہے کہ جس کو حق تعالیٰ کسی رعیت کی
نگرانی سپرد فرمائے اور پھر وہ چوری کرے یا ان کی
خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشنود نہ بنے گا۔

(۲) عن الحسن ان یسار
عن معقل بن یسار عن معقل
عبید اللہ بن زیاد فقال لہ
معقل احد ثلک حدیثا
سمعت من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما

(۳) بزر حضرت حسن بصری کا بیان ہے کہ حضرت معقل
بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کیلئے
ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اسی وقت
عبید اللہ بن زیاد بھی آگیا، حضرت معقل رضی عنہ
فرماتے اس سے فرمایا میں تجھ کو ایک حدیث سنانا
ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حافظ بن جر عسقلانی نے فتح البصری میں تصریح کی ہے کہ یہ یزید کے عہد حکومت کا واقعہ ہے۔

من وال یلی رعبۃ من
المسلمین فی موت و هو
غاش الاحمر اللہ
علیہ الجنة ۔

صحیح مسلم " میں حضرت مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت میں
اتنا اضافہ اور ہے :-

لو علمت ان لی حیاة
ما حدتک بہ ۔

اور دوسری روایت میں ہے :

لو انی فی الموت لم اجد ثلک
بہ ۔

بھی ذکر کرتا ۔

یہ حدیث "صحیح مسلم" میں "کتاب الایمان" میں بھی ہے اور کتاب الامارہ میں
بھی، صحیح مسلم کے ایک طریق میں اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اس
حدیث کو سن کر ابن زیاد حضرت مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا ۔

الا کنت حدتک فی هذا قبل الیوم
قال ما حدتک اولاً کون
لاحد ثلک ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں حدیث بیان نہ کرنے کی وجہ یہ
بیان کی ہے :-

کان یخشى بطله فلما
نزل به الموت اُمراد

وہ ابن زیاد بنہاد کی سخت گرفت ڈر رہے تھے،
جب موت کا وقت آگیا تو کہا اگر اس طرح ہی

ان یکف بذالک بعض شرو
عن المسلمین ۔

ابن زیاد کی حضرت عبداللہ بن مفضل کے ساتھ بد تمیزی | حضرت مفضل بن زیاد رضی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی اسی قبیلے کے
ایک دوسرے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
ساتھ بھی اس قسم کا واقعہ پیش آچکا ہے جس کی تفصیل امام طبرانی کی المعجم الکبیر میں
ایک دوسری سند سے بایں الفاظ مروی ہے ۔

عن الحسن قال لما قدم
علینا عبید اللہ بن زیاد

امیراً اُمرہ علینا معاویة

غلاماً سفیهاً یفلف

الدما سفکاً ثدیاً

وفینا عبید اللہ بن مفضل

المزنی فدخل علیہ ذات

یوم فقال له انتہ عما

اراک تصنع فقال له وما

انت وذلک فقال ثم خرج

الی المسجد فقلنا له ما

کنت تصنع بکلما هذا سفیه

علی رؤس الناس ؟ فقال

انه کان عندی علماً فلاحبت

اک لا اموت حتی اقول ہا

حضرت حسن بھری کا بیان ہے کہ جب ہمارے پاس
عبید اللہ بن زیاد امیر بن کر آیا اس کو معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم پر وال بنا کر بھیجا تھا
یہ ایک بے وقوف چھوٹا جڑ نہایت بے درگج
لوگوں کا خون بہایا کرتا تھا اس نے ملنے میں
حضرت عبداللہ بن مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہم میں زخم دیا، وہ ایک روز اس کے پاس
تشریف لے گئے اور اس سے فرماتے گئے کہ
"جو کچھ میں تمہیں کہتا دیکھ رہا ہوں اس سے
بڑا آجاء" اس نے اس نصیحت پر حضرت عبداللہ کو
یہ جواب دیا کہ تم اس سے منع کرنے والے کون
ہوتے ہو؟ پھر حضرت ممدوح مسجد میں تشریف
لائے تو ہم نے ان سے عرض کیا آپ برسر عام
اس پر وقوف کے منہ لگ کر کیا کریں گے؟
فرمایا میرے پاس علم تھا سو مجھے یہ پسند آیا کہ

على رؤس الناس، ثم قام فبالبث ان مرضى الذى قوفى فيه فأتاه عبيد الله بن نسيان يعوده فذكر نحره حدیث الباب ۱۰

جب تک اس کو برسرعام بیان نہ کروں سو تک
منہ میں نہ جاؤں، پھر آپ جیسے ہی اٹھے
مرض الموت نے آپ کو لیا، اسی جگہ کہیں
عبيد الله بن نسيان آپ کی عیادت کے لیے گیا
اور آپ نے اسی شخصوں کی حدیث اس کو سنا
جس باب میں مذکور ہے۔

ابن زیاد کی حضرت عائذ بن عمرو کے ساتھ بدگیزى [۱۳] اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ صحیح مسلم میں یہ ہے کہ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ابن زیاد کو نہایت غم کی کے ساتھ سمجھانا چاہا تو اس بد نہاد نے بولنے اس کے کہ ان کی نصیحت کا کچھ اثر لیتا اٹھا ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا یہ واقعہ حبشہ کے ان عائذ بن عمرو، وکان من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على عبيد الله بن زیاد فقال اى بنى اى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان شر الرعاء الحظوة، فاياك ان تكون منهم، فقال له: اجلس فانما انت من نخالة اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فقال وهل كانت لهم نخالة انما كانت النخالة بعد هم وفى غيرهم ۱۰

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحاب میں سے تھے، عبيد الله بن زياد کے
پاس آکر فرمایا بیٹے! میں نے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منہ فراتے تھے
حکمرانوں میں سب سے برا وہ ہے جو لوگوں کو
پیس مارے۔ تو تم اپنے آپ کو ان میں شامل
کرنے سے بچتے رہو، یہ سن کر وہ کہنے لگا
(بڑے بیان) بیشک جاؤ، تم تو رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کی بھوسے ہو
یہ جواب سن کر حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار بنا
صحابہ میں بھی بھوسے کی؟ مجھے تو یوں ہی آئے ہے

اور ان میں کہ جو صحابی نہیں ہیں۔

ابن زیاد کا حضرت ابوہریرہ کا مذاق اڑانا (۴) اور اسی لہجہ کا ایک اور واقعہ سنن ابوداؤد میں یہ منقول ہے:

حدثنا مسلم بن ابراهيم ناعبد السلام بن ابى حازم ابو طالت قال شهدت ابابرة دخل على عبيد الله بن زياد فحدثني فلان سماء مسلم - وكان في السباط - قال فلما راه عبيد الله قال انت محمد بنم هذا الدجاج ففهمها الشيخ فقال ما كنت احب اذى ابقى ففهمها عبيد الله بن زياد بصحبة محمد صلى الله عليه وسلم فقال له عبيد الله ان صحبة محمد صلى الله عليه وسلم لك زين غير شين، ثم قال انما بعثت اليك لاسئلك عن الحومن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في

ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا کہ میں نے ان حالات
عبد السلام بن ابی حازم نے بتلایا کہ میں اس وقت
موجود تھا جب حضرت ابوہریرہؓ اہل منیٰ رضی اللہ عنہ
عبيد الله بن زياد کے پاس تشریف لے گئے تھے
چنانچہ مجھ سے فلان صاحب نے بیان کیا، ابو داؤد
کہتے ہیں ہمارے استاد مسلم نے تو ان کا نام بھی
بیان کیا تھا (مگر میرے ذہن سے اُتر گیا) جو اس
وقت مجلس میں موجود تھے ان صاحب کا بیان ہے
کہ جیسے ہی عبيد الله کی نظر حضرت پر پڑی کہنے لگا
(لویہ) تمہارا محمدی ٹھکانا موٹا ہے (آگیا)۔
شیخ (حضرت) نے اس کی بات بھی تو فرماتے
لگے "میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس قوم کے وجود میں
آنے تک باقی رہوں گا کہ جو مجھے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت پر عائد لائے گی۔ اب عبيد الله
نے بات بدل کر ان سے کہا "محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی صحبت تو آپ کے لئے زمین ہے،
باعث عیب نہیں، پھر کہنے لگائیں نے آپ کی
طرف اس لیے بھیجا تھا کہ آپ سے حوض کے
بارے میں سوال کروں کہ کیا آپ نے اس کے
بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے یاد رہے کہ سنا احمد میں ان کا نام عباس بن جریس ہے۔

شیئاً قال ابو برة
نفس لا مزة ولا تختين
ولا ثلاثاً ولا اربعاً
ولا خمسة فمن كذب
به فلا سقاء الله منه
شع خرج مغضباً
کو کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے، حضرت ابو برة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں ہاں۔ ایک دفعہ
نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں،
چار دفعہ نہیں، پانچ دفعہ نہیں، جو عرض کا انکار کرے
اللہ تعالیٰ اس کو عرض سے کچھ نہ پلائے اس کے بعد
آپ غصہ کی حالت میں اس کے پاس سے چلے آئے۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ بڑا الجہود فی حل الی وادہ میں فرماتے ہیں کہ :
"محبہ اللہ بن زیاد فساد میں سے تھا، اس لیے اس نے بطور تحریک کو دھتکار دیا یعنی ٹھکانا
مونا کیا تھا مگر اپنے بارے میں تو اس کے اس منکرانہ انکسار نے فرمایا اہل البیت اس نے نہ ٹھکری
کہہ کر جو آپ کا مذاق اڑایا اس پر آپ کو غصہ آگیا کہ اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذلت
عالی کی اہانت نکلتی ہے۔"

یہ تھا ابن زیاد کا طرز عمل صحابہ کرام کے ساتھ اور حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پر اس نے جو ظلم و ستم ڈھایا وہ معلوم خاص و عام ہے۔

ابن زیاد بد نہاد تھا | ان سب باتوں کے ساتھ ابن زیاد کی ایک خصوصیت
یہ بھی تھی کہ اس کا باپ زیاد بن ہشیم ثابت النسب نہیں تھا، بلکہ ولد الزنا تھا جس
کے یہاں پیدا ہوا اس کی بجائے دوست کو اپنا باپ بتاتا تھا۔ بہت سے صحابہ اہل
تابیین نے اس کے اس فعل پر نگہیں بھی کی تھیں۔ ان میں خود زیاد کے ماں شہر کی بھائی
حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
صحابہ بھی ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو عثمان نہدی سے روایت ہے

لما ادعی زیاد لقیث
ابا بکرۃ فقلت له
ما هذا الذي صنعت
انف سمعت سعد بن
جب زیاد کے بارے میں دعویٰ کیا گیا (کہ وہ
ابو سفیان کی اولاد ہے) تو میں (اس کے
ماں بجائے بھائی) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے آکر ملا اور ان سے کہا کہ تم لوگوں نے

أبی وقاص یقول سمع
أذنای من رسول الله
صلی الله تعالیٰ وسلم وهو یقول
من ادعی أبائی الاسلام
غیر أبیہ یصلہ أنه غیر
أبیہ فالجنت علیہ
حرامہ۔ فقال أبو بکرۃ
وانا سمعتہ من
رسول الله صلی الله تعالیٰ
علیہ وسلم
یہ کیا کیا (مطلب ان کے عقائد ان والوں سے تھا)
میں نے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرے دونوں
کانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اسلام میں جو شخص اپنے
باپ کے علاوہ دوسرے کو باپ بتائے حالانکہ اس
معلوم ہے کہ اس کا باپ یہ نہیں ہے تو جنت
اس پر حرام ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ
عنه فرماتے آئے کہ خود میں نے بھی آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اس سے نزدیک مردم شناسی کا بھی یہ چلتا ہے کہ وہ ظالم اپنے مظالم کا
نفاذ کرنے کے لئے کیسے کیسے بد سرشت لوگوں کا انتخاب کیا کرتا تھا، یزید کو تجربہ
ہو چکا تھا کہ اس کا خاص بچا زاد بھائی و اسید بن عقبہ بن ابی سفیان، مروان کے
ترغیب دلانے کے باوجود قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آمادہ نہ ہو سکا اس لیے
اس نے اس کام کو سر انجام دینے کے لیے اس شقی اذلی ابن زیاد بد نہاد کا انتخاب
کیا اور آخر اس نے ایسا کر کے بتا بھی دیا۔ علامہ بدر الدین عینی نے ابن زیاد کی ان ہی
حکایت ناشائستہ کے سبب مدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کو لعین کہا ہے
یزید کی مدینہ منورہ پر فوج کشی | پھر یزید نے سلسلہ ہجری میں حرم نبوی پر فوج بھیج کر
مدینہ پاک کی حرمت کو جس طرح خاک میں ملایا اور اہل مدینہ پر جو ستم ڈھایا، وہ
تاریخ اسلام کا ایک الگ خون چکان باب ہے، جس میں مدینہ طیبہ کے گلی کوچے
صحابہ کرام اور تابعین عظام کے خون سے رنگین نظر آتے ہیں۔

شیخ الحدیث محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں :

وواقعہ حرہ از اشنع شناع است اور حرہ کا واقعہ یزید کے زمانے کے بہت
کہ در زمان یزید واقع شدہ ۔ ہی بڑے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے
وقد ذکرناہ فی " تاریخ المدینہ " جس کو ہم نے تاریخ مدینہ میں بیان کیا ہے
میردن مدینہ منورہ مشرقی جانب جو سنگستانی علاقہ ہے، جہاں بڑے
بڑے سیاہ پتھر ہیں وہ مقام حرہ کہلاتا ہے، اس کو حرہ دائم بھی کہا جاتا ہے۔
واقم ایک شخص کا نام تھا جو زمانہ قدیم میں یہاں آکر رہ پڑا تھا، اسی مقام پر انھار مد
اور یزیدی لشکر کے مابین جنگ ہوئی تھی جو جنگ حرہ کہلاتی ہے۔

واقعہ حرہ کے بارے میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مدینہ میں
جو گر لھیاں ہیں ان پر تشریف لے گئے اور کہاں
ایک مقام بلند پر چڑھ کر آپ نے فرمایا : " کیا
تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا ہے جو میں دیکھ رہا
ہوں ؟ میں تمہارے گھروں میں فتنوں کے
اترنے کی آگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح
بارش کے مقامات نظر آیا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فتنوں کے نزول کو بارش کے
نزول سے تشبیہ دی جس سے مراد فتنوں کا کثرت عام ہونا ہے، یہ پیشین گوئی
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مجزہ ہے جو کہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی، چنانچہ حافظ
ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :۔

۱۔ ج۔ ۱ ص ۲۰۶ طبع نول کشور کھٹو ۱۹۳۳ء باب أطام المدینہ

وقد ظہر مصداق
ذلت من قتل عثمان
وہل لہ جزا ولاستیا
یوم الحرہ

اس حدیث میں جوہ رویت کا ذکر ہے اس سے رویت علی بھی مراد ہو سکتی ہے
یعنی آپ کے علم میں ان فتنوں کا وقوع لایا گیا تھا اور رویت یعنی بھی کر یہ تمام ہفتے
عالم مثال میں آپ کو دکھلا دیے گئے ہوں۔ " فتنہ حرہ " سے کیسی تباہی مچی، اس کے
بارے میں حضرت سعید بن المسیب کا یہ بیان پڑھیے جو صحیح بخاری میں منقول ہے۔

وقعت الفتنۃ الأولى یعنی پہلا فتنہ جب واقع ہوا یعنی عثمان رضی اللہ تعالیٰ
مقتل عثمان فلم یبق عنہ کی شہادت، تو اس نے بدری صحابہ میں سے
من أصحاب بدر أحد کسی کو باقی نہ رکھا (سب آخر ختم ہو گئے)
ثم وقعت الفتنۃ الثانیۃ یعنی جنگ حرہ جب واقع ہوئی
تو اس نے اصحاب بیعت الرضوان میں سے کسی
کو باقی نہ چھوڑا۔

حرہ کے مقام کی تفصیل اور امام دارقطنی سنن میں روایت کرتے ہیں :

أخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزیز کا بیان ہے کہ " جنگ حرہ میں
سعید بن عبد العزیز قال لما کان أيام الحرۃ لم یزدن ف
مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یرج سعید
بن المسیب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوۃ الا بصوت
یسمعہا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے۔
فتح الباری باب مذکور ۵۴۳ - ۲ ج ۵۴۳ باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبيہ من نبیہ

جنگ حرہ کا سبب یہ تھا کہ جب انصارِ مدینہ نے یزید کی بے خواری و بدکرداری کے سبب اس کی بیعت توڑ دی تو یزید نے مسلم بن عقبہ کو ایک فوج کثیر کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تین دن تک مدینہ طیبہ کو اپنی فوج کے لئے حلال کر دینا۔ ان دنوں فوج کے لئے کھلی چھٹی ہے جو چاہیں وہاں کرتے پھریں اس مدت میں کسی کی جان و مال کو امان نہیں چنانچہ جیسا کہ امام طبری نے بسند نقل کیا ہے۔

فقتل جماعۃ صبرا منهم
معقل بن سنان و محمد بن ابی
الجہم بن حذیفہ و یزید بن
عبد اللہ بن زمرہ و بالغ الباقین
علی انہم خول لیزید

اس مسلم نے ایک جماعت کو زندہ گرفتار کر کے قتل کر دیا جس میں حضرت معقل بن سنان، محمد بن ابی الجہم بن حذیفہ اور یزید بن عبد اللہ بن زمرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی تھے اور باقی لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں

اور حافظ ابو بکر بن ابی شیمہ بسند صحیح جویریہ بن اسامہ سے ناقل ہیں :
وقتل من قتل و با ببع
مسلم الناس علی انہم خول
لیزید یحکم فی دمائہم و
اموالہم و اہلہم مما اشار

اور جن کو قتل ہونا تھا وہ قتل کر دیئے گئے تو مسلم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان کی جان و مال، بیوی بچوں کے بارے میں یزید جو چاہے حکم کرے

اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں بطریق محمد بن سعید بن رمانہ اس بیعت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں :

فلما کان من خلا فہم
علیہ ما کان فوجہ
فانباہا مالا ثا
شقا دعاہم الی
بیعة یزید و انہم

پھر جب اہل مدینہ سے یزید کی جوئی لغت نکلا ہر بونی تھا ہر ہوئی تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف بھیجا اس نے ان کو تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا کہ فوج کے لئے حلال اہل مدینہ پر قسم کے ظلم و ستم کی چھٹی تھی پھر لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس شرط پر دعوت دی کہ وہ یزید کے غلام ہیں

أعبد لہ قنۃ فی طاعة
اللہ و معصیتہ .
اور امام طبرانی ہی نے حضرت عروہ بن زبیر سے یہ روایت کیا ہے کہ :

فوجد یزید مسلم بن عقبہ
فی جیش اہل الشام و أمرہ
أن یبدأ بقتال اہل المدینة
شہ یسین الی ابن الزبیر
بمکة . قال فدخل مسلم بن
عقبہ المدینة و بہا بقایا من
الصحابۃ فاسرف فی القتل شہ
سار الی مکة فمات فی بعض
الطریق .

پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا اور اس کو یہ حکم دیا کہ پہلے اہل مدینہ سے قتال کرنا پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ کا رخ کرنا۔ عروہ کا بیان ہے کہ مسلم بن عقبہ جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو اہل بقیعہ صحابہ کی ایک جماعت موجود تھی اسس الصحابة فاسرف فی القتل شہ (مردود) نے نہایت بے دردی سے ان کا قتل عام سار الی مکة فمات فی بعض کیا، اور پھر مکہ معظمہ کی طرف چل پڑا مگر راہ ہی میں اس کو پیکل اہل نے آلیا۔

یاد رہے کہ یہی مسلم بن عقبہ ہے جس کو تاریخ میں اس کے ظلم و ستم کی وجہ سے "سرف" یا "مجرم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں "حرہ و اقم" کے تحت لکھا ہے کہ فتنہ حرہ میں لشکر شام کے ہاتھوں "موالی میں سے سارے تین ہزار، انصار میں سے چودہ سو اور بعض سترہ سو بتاتے ہیں اور قریش میں سے تیرہ سو حضرات تہ تیغ کر دیئے گئے۔ یزید لشکر نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر لوگوں کے اموال لوٹے، اور ان کی اولاد کو اسیر بنایا "

اور مخدراتِ محبت کی جو عصمت دری ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے ظلم بھی شرماتا ہے۔
حرم کا محاصرہ اور اس پر گولہ باری | پھر یزید کی ہدایت کے بموجب اس لشکر نے مکہ معظمہ

کارخ کیا اور وہاں جاکر حرم النبی کا محاصرہ کر لیا، مجرم خبیث تو راستہ ہی میں مر گیا تھا اور اس کی وصیت کے مطابق حصین بن نمیر کوئی نے شکر کہ کمان شہمال لی تھی چنانچہ اسی کی زیر کمان مجنبت سے خانہ کعبہ پر گولہ باری کی گئی، مجرم نے ذی القعدة ۱۳ھ میں مدینہ میں داخل ہو کر اس کو تباہ و تاراج کیا تھا۔ حصین بن نمیر نے سفر سلسلہ میں کعبہ شریف پر گولہ باری کی جس سے خانہ کعبہ کے پردے جل گئے اور چھت میں آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ونہ کے وہ دونوں سیگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آ رہے تھے ایسی ہی بڑے کے سینک تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر حق تعالیٰ کی طرف سے بڑید کو مزید جہلت نہ ملی اور وہ بھی اسی واقعہ کے کچھ دن بعد اسی سال ۱۵ ربيع الاول کو مر گیا۔

بزرگ کا انتخاب | امام بخاری نے "الجامع الصحیح" میں باب باندھ ہے جس کے الفاظ ہیں: "باب اشعر من کاد اهل المدينة" یعنی جو شخص اہل مدینہ پر داؤ لگائے اس کے گناہ کا بیان۔ اور پھر اس کے ذیل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یکید اهل المدينة أحد إلا جو شخص بھی اہل مدینہ پر داؤ چلائے گا وہ اسی طرح انواع کا اینٹاں الملح فی الماء گھل جائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت سعد بن ابی وقاص دالی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ الفاظ آتے ہیں:

من أواد اهل المدينة بسوء جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا اذابہ اللہ کما یدوب الملح ارادہ کرے گا حق تعالیٰ اس کو اسی طرح پھلے گا کہ فی الماء ہے رکھ دے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جائے گا۔

سید یعقوب بن سفیان نسوی نے واقعہ حرہ کی تاریخ ذی قعدہ ۱۳ھ بیان کی ہے (فتح الباری) سید تاج الدین افغانی از امام سیوطی، مذکورہ بزرگین معاویہ۔

حدث قاضی عیاض اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

کما التقی شان من حاد بها جس طرح کہ ان لوگوں کی شان (وشوکت) ختم ہو گیا آیتا مر بنی امتیہ مثل مسلم روٹی جنہوں نے بنو امیہ کے عہد حکومت میں اہل بیت سے جنگ کی تھی جیسے سلم بن عقبہ کہ وہ اسی جنگ سے ملتے ہیں ہلاک ہو گیا اور پھر اسی طرح اسی ہم پر اس کو بیزید بن معاویہ مرسلہ بھیجنے والا بیزید بن معاویہ بھی اس کے پیچھے پیچے موت علی اثر ذلک کے منہ میں چلا گیا۔

اور امام نسائی نے حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے

من أخاف اهل المدينة جو ظالم اہل مدینہ کو خوف میں مبتلا کرے گا، اللہ تعالیٰ ظالم لہم أخافہ اللہ و اس پر خوف کو مسلط کر دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کانت علیہ لعنة اللہ کی لعنت ہوگی۔

صحیح ابن حبان میں بھی بروایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مضمون کی روایت آئی ہے۔

خود فیصلہ کیجئے | ہم نے بزرگ پلید اور اس کے عمال بد اعمال کے اعمال بد کے سلسلہ میں صحیح بخاری کی احادیث میں جو کچھ آیا ہے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب ان احادیث کی روشنی میں آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دینا ضروری ہے یا اس کے اعمال بد پر نفرین کرنا، واقعی اگر وہ غزوہ قسطنطنیہ میں شہید ہو جاتا تو یہ اس کی بڑی سعادت ہوتی، لیکن اس کی قسمت میں تو یہ شقاوت لکھی تھی کہ وہ اپنی زندگی کے دن اس وقت تک پورے نہ کرے جب تک کہ اس کے ہاتھوں میں حرمین شریفین زاد ہا اللہ شرفاً و تعظیماً کی حرمت پامال نہ ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین اور ان کا قتل عام نہ ہو اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

کے خون سے اس کے ہاتھ رنگین نہ ہوں۔ سوچیے اور خوب سوچیے کہ اس کا آخری انجام اگر لعنتی کاموں پر ہوا تو وہ لعنت کا سختی ٹھہرے گا یا جنت کا حقدار؟
 امام سیوطی اور علامہ تفتازانی | اسی لیے امام جلال الدین سیوطی جیسے مخاطب بزرگ کا یہ زید پر لعنت کرنا
 کے قلم سے تاریخ الخلفاء میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں :

لَعَنَ اللَّهُ قَاتِلَهُ وَابْنَ زِيَادٍ | اللہ تعالیٰ قاتل حسین پر لعنت کرے اور
 معہ ویزید ایضاً | اسی کے ساتھ ابن زیاد اور زید پر بھی۔
 اور عالم ربانی علامہ سعد الدین تفتازانی "شرح عقائد نسفیہ" میں لکھتے ہیں
 والحق ان رضایزید بقتل | اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 الحسین واستبشارہ بذلك | کے قتل پر زید کا راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا
 واهانتہ اهل بیت النبى | اور اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا، ان تمام امور کی
 علیہ السلام مما تواتر | تفصیلات کو بطریق احاد مروی ہوں لیکن معنی کے
 محتاہ وان كان تفاصیلها | لحاظ سے متواتر ہیں، اس لیے ہمیں تو اس کے بارے
 الاحاد افتتح لا نتوقف وشاره | میں کیا، اس کے ایمان کے بارے میں بھی کوئی تردد
 بل وایمانہ لعنة الله عليه | نہیں، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو اور اس سلسلے
 وعلی انصاره واعوانه | میں اس کے اعوان و انصار پر بھی۔

نامیوں کا یہ عقیدہ کہ خلفاء | اصل بات یہ ہے کہ جس طرح رافضی اپنے
 حساب عذاب سے بری ہیں۔ | انہ کو محصوم سمجھتے ہیں اسی طرح یہ ناموسی بھی
 اپنے خلفاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ روز قیامت حساب و کتاب
 سے بری ہیں اور ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، چنانچہ مورخ اسلام حافظ شمس الدین
 ذہبی نے "دول الاسلام" میں اموی خلیفہ زید بن عبد الملک بن مروان کے

تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب ستولی خلافت ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا کہ عمر بن العزیز
 کی سیرت پر چلنا چاہئے اس پر چالیس شیوخ مملکت نے اس کے سامنے آکر یہ شہادت
 دی کہ :

ان الخلفاء لا حساب عليهم | خلفاء کا نہ حساب ہوگا نہ ان پر عذاب ہوگا
 ولا عذاب |

حافظ ذہبی کا بیان ہے :

وطائفة من الجہال الثامین | شام کے جاہلوں کی ایک جماعت کا یہی
 يعتقدون ذلك | اعتقاد ہے۔

یزید بن عبد الملک کے بڑے بھائی ولید بن عبد الملک کا بھی یہی عقیدہ
 تھا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ابراہیم بن ابی زرعہ سے روایت کیا ہے
 کہ ولید نے ان سے دریافت کیا :

ایحاسب الخلیفۃ؟ | کیا خلیفہ سے بھی قیامت کے دن حساب لیا جائیگا
 ابراہیم نے جواب دیا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ زیادہ مکرم
 ہیں یا حضرت داؤد (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت
 و خلافت دونوں عطا فرمانے کے بعد یہ امید سنائی ہے کہ :

يٰۤاٰدُۢمُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَةً | اے داؤد ہم نے تجھ کو ملک میں خلیفہ کیا سو
 فِی الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ | تو لوگوں میں، انصاف سے حکومت کر اور اپنے جی
 النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی | کی خواہش پر زچل کہ وہ تجھ کو ان کی راہ سے
 فَيُفْضِلْتَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اِنَّ | ہٹا دے، جو لوگ ان کی راہ سے ہٹ جاتے
 الَّذِیْنَ یُفْضِلُوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ | ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے، اس بنا پر
 لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ کَمَا | کہ انہوں نے حساب کا دن بھلا دیا۔
 نَسُوا یَوْمَ الْحِسَابِ |

اور خود یزید بھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر کی تصریح سابق میں گزری چونکہ مر جوبہ کا عقیدہ رکھتا تھا اس لئے اس کا بھی یہی عقیدہ ہوگا
موجودہ نامی جو روافض کی تقلید میں اپنے منہ پر تقیہ کا نقاب ڈال کر بہت سے بنے ہوئے ہیں اور مساجد میں ان کی امامت و خطابت کے فرائض سدا انجام دے رہے ہیں چونکہ اپنے بزرگوں کے اس عقیدہ کا برملا اظہار نہیں کر سکتے اس لیے وہ طرح طرح کی البدع فریبیوں کے ذریعہ اپنے موعود امام برحق اور خلیفہ راشد سیدنا یزید کے جنتی ہونے کی خود بھی شہادت دیتے اور دوسروں سے بھی شہادت دلوانا چاہتے ہیں لیکن کوئی سستی جس کو حق تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے ان کے قریب میں اگر جس طرح حضرات مشرہ و مشرہ اور سادات فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنتی مانتا ہے یزید کو کیسے جنتی کہہ سکتا ہے؟ سچ پوچھئے تو اس بارے میں نامی رافضیوں سے بھی زیادہ کھوٹے نکلے کیونکہ یہ یزید جیسے فاسق و فاجر اور سفاک ظالم کو اپنا امام اور خلیفہ برحق مانتے اور اس کے جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور رافضی جن بارہ حضرات کو امام معصوم کہتے ہیں وہ تو سب اولیاء کبار اور اخیار امت ہیں، اہل سنت کے نزدیک نہ رافضیوں کا فلو اپنے ائمہ کے بارے میں سمجھ ہے اور نہ ناقصیوں کا۔ دونوں سراپا مستقیم سے ہٹ گئے ہیں، نہ ائمہ اثنا عشر معصوم ہیں نہ یزید کا شمار مجھے آدمیوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک ہدایت دے۔ آمین۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

دوسرا شبہ جو مستغنی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ نے یزید سے بیعت خلافت کی اور اس پر قائم رہے اگر یزید کا فرائض و فاجر اور شرابی اور زانی اور دشمن بن ہوتا تو یہ حضرات اس کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہ فرماتے اور اگر یہ بات نہ مانی جائے تو ان صحابہ پر کفر و فسق نوازی اور فحش و بددیانتی کی سرپرستی و تعاون کا برا بھاری الزام آئے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت یزید کی بیعت کی گئی۔ وہ کافر تھا اور نہ اس کے فسق کی اتنی شہرت تھی کہ سب کو اس کا حال معلوم ہوتا۔ پھر ایک جماعت صحابہ کا مذہب یہ تھا کہ سلطان اگر عدل کرے تو رعیت کو اس کا شک کر گزار دینا چاہئے اور ظلم کرے تو رعیت کو صبر سے کام لینا چاہئے کیونکہ ائمہ دار سے ٹکر لینا آسان کام نہیں اس میں سخت خونریزی ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتدار کی منتقلی میں کامیابی نہ ہو اور مزید ظلم و تشدد و بدعلاجے چنانچہ شمس اللامہ مشرقیؒ "شرح سیر کبیرہ" میں فرماتے ہیں :

وعدن جماعة من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قالوا: اذا عدل السلطان فعلی الرعیۃ الشکر و للسلطان الاجر و اذا جاور فعلى الرعیۃ الصبر
اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے منہ نہایا جب سلطان عدل کرے تو رعیت کو شکریہ ادا کرنا چاہئے اور سلطان کو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو رعیت صبر کرے اور سلطان پر اس کا گناہ ہوگا۔

صحابہ یزید کے درباری نہ تھے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یزید کے درباری تو تھے نہیں، اور نہ ان کو یزید کے ساتھ خلوت و عداوت میں رہنے کا موقع ملا تھا جو یزید کے کرتوت ان کو معلوم ہوتے۔ چنانچہ علامہ شمس اللامہ مشرقیؒ نے ہی "شرح سیر کبیرہ" میں یہ بھی لکھا ہے کہ

وقد روی انه لما ولی یزید بن معاویۃ قال ابن عمر ان یکن خیرا شکرنا و ان یکن بلائاً صبرنا۔ فقرا قولہ تعالیٰ : فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکُمْ مَآ حَقَّ عَلَیْکُمْ مَّا حَقَّ عَلَیْکُمْ مَّا حَقَّ عَلَیْکُمْ
اور یہ بھی مروی ہے کہ جب یزید بن معاویہ حکمران ہوا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "اگر یہ بھلا ہوا تو ہم شکر کریں گے، اور اگر بلا ہوا تو ہم صبر سے کام لیں گے" پھر آپ نے یہ ارشاد باری نقل فرمایا (پھر اگر تم نے نہ پھیرا تو اس کے ذمے ہے جو بوجھ اس پر دکھا گیا ہے اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر دکھا گیا) (القرآن آیت ۲۴ ص ۲۴)

کفر و فسق کی سہ پرستی توجیب ہوتی کہ جب یہ صحابہؓ کے ساتھ اس کی بُری حرکات میں شریک ہوتے "خلیفہ فاسق" کا حکم بھی ہے کہ اگر کس طاعت کا حکم دے تو اس کی طاعت کی جائے اور عصیت کا حکم دے تو اس کا ساتھ نہ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو جو ہدایت فرمائی تھی وہ "جامع ترمذی" اور "سنن نسائی" میں باس الفاظ

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، أَعْيِذُكَ بِاللَّهِ مِنْ أَمَارَةِ السُّفَهَاءِ قَالَ وَمَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَمْرَاءٌ يَكُونُونَ مِنْ بَعْدِي مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصْدَةٌ قَسَمَ بَكُذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَلْيَسُوا مِنِّي وَلِئْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَرُدُّوا عَلَيَّ الْعُرُوضَ وَمَنْ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَصُدِّ قَسَمَ بَكُذِبِهِمْ وَلَمْ يَعْنِهِمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأُولَئِكَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ وَأُولَئِكَ يَرُدُّونَ عَلَيَّ الْخَوَاضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّيْسَانِيُّ لَهُ سَوْرَةٌ لَوْ كُنْتُ بِهَا أَوْ بِمِثْلِهَا لَأَكُونُ فِيهَا لَوْ كُنْتُ بِهَا أَوْ بِمِثْلِهَا لَأَكُونُ فِيهَا

حق میں مقبول ہوئی چنانچہ ان کا انتقال یزید کی امّت سے پہلے ہی منہ کے بعد ہو گیا تھا اور "سنن ابی داؤد" میں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الجہاد واجب
علیکم مع کل امیر برّا کان او
فاجرًا وان عمل الکبائر والصلوة
واجبة علیکم خلف کل مسلم
برّا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر
والصلوة واجبة علی کل مسلم
برّا کان او فاجرًا وان عمل
الکبائر لہ

یہ شبہ راغنیوں کے مشبہ کی طرح ہے | یہ بالکل اسی طرح کا شبہ ہے جیسے کہ ردافض کہا کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چونکہ صحابہ ناراض تھے، اس لئے کسی صحابی نے بھی ان کی طرف سے کوئی دفاع نہ کیا بلکہ سب صحابہ سب جبرئیل ہیں اس شخص کے پیچھے کہ جو ان باغیوں کا سرغنہ تھا اور اس وقت میں جمعہ و جماعت کا امام بن گیا تھا بڑے اہتمام سے نمازیں پڑھتے رہے حالانکہ اس کے پیچھے نماز کا ادا کرنا خود سطر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سرنام کے بموجب تھا جو ”مصحیح بخاری“ میں ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدَى
بْنِ الْخُبَّارِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى
عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ فَمَالَ
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَدَى بْنِ الْخُبَّارِ
عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ (عَنْ كُنْزِ

إِنَّكَ إِمَامٌ عَامِلٌ مَحْصُورٌ تَحْتَهُ ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ
وَسُؤْلُ بَيْتٍ مَاتَرِي عَنِ السَّلَاسِ کے امام ہیں اور اس وقت آپ کے
وَيَصْلِي لَنَا إِمَامٌ فَتَنَةٌ سَاحِقَةٌ جُوْهُ مَعْلُومَةٌ ہوں آپ کو کچھ بتا رہے ہیں
وَنَحْتَرِجُ فَعَالِ الصَّلَاةِ اب فتنہ بڑا زوں کا امام ہماری امامت کو رہا ہے
أَحْسَنُ مَا يَعْبُدُ النَّاسُ جس سے ہم دل تنگ ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا :
فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ " نماز ان تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے
فَاحْسَنُ مَعَهُمْ وَإِذَا جو لوگ انجام دیتے ہیں لہذا جب لوگ نیکی کا کام کریں
أَسَافًا فَاجْتَنِبْ إِسَافَتَهُمْ تم بھی ان کے ساتھ نیکی کرنے میں شریک ہو جاؤ ورنہ
بِرَأْيِي کے مرتکب ہوں تو ان کی برائی سے بچتے رہو۔
کیا یزید کے ظلم و ستم میں بھی اب دیکھنے کی بات ہے کہ کیا حادثہ کر بلا " واقعہ حرہ
کوئی صحابی شریک ہوا ہے ؟ اور " حصارِ حرم مکہ " ان تینوں معرکہ بانی ظلم و ستم
میں کوئی صحابی یا کوئی قابل ذکر تابعی شریک ہوا ہے ؟ یا اس کی نرمی سے میں کبھی
کسی بھلے شخص نے شرکت کی ہے ؟ جو یزید کی فسق نوازی اور فجور و بددینی کی سرپرستی
کا ان پر الزام عائد کیا جائے، باقی رہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ فرمانا کہ
إِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هَذَا الرَّجُلَ ہم نے اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کے
علی بیع اللہ ورسولہ عہد پر بیعت کی ہے

تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے مطابق ہم نے اس سے بیعت
کی ہے، لہذا ہم کسی امیر کی اطاعت میں مجاہدہ شریعت سے باہر نہیں ہوں گے۔ اس میں

سنہ رواہ البخاری - مشکوٰۃ باب تعیل الصلاة - فصل ثالث ص ۶۲

میں چنانچہ علامہ احمد قسطلانی نے " ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری " میں اس کے یہاں ہی لکھے ہیں
فرماتے ہیں (علی بیع اللہ ورسولہ) اے علی شرط ما امرنا به من بیعة الامام - یعنی جس
شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خلیفہ کی بیعت کا حکم دیا ہے، اس کے مطابق۔

یزید کے فتویٰ اور طہارت کا بیان نہیں ہے کیونکہ اس کے بارے میں تو ابھی ان کی تصریح
گزر چکی ہے کہ :

إِنْ يَكُنْ خَيْرًا شَكْرًا وَإِنْ يَكُنْ بِلَاءً اگروں بھلا ہوا تو شکر کریں گے اور اگر بلا ہوا
صبر بنا۔ تو صبر کریں گے

یہ بھی خیال رہے کہ کتاب و سنت پر بیعت کرنے کی پیشکش تو بعض حضرات نے
جنگِ حرہ کے موقع پر بھی کی تھی، پھر یزیدی لشکر کے سپہ سالار عمر بن عقبہ نے اس
پیشکش کی جس طرح پذیرائی کی اس کی تفصیل حافظ ابن حزم کے الفاظ میں آپ
پڑھ چکے ہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ حضرات جب بھی موقع ملتا یزید اور اس کے کارندوں کے
ظلم و ستم پر تنقید کرنے سے چرکتے بھی نہیں تھے، چنانچہ پہلے شب کے جواب میں آپ
تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے دور
پرفتن کی کس طرح نشاندہی کی اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یزید
کی دلی عہدی کی بیعت لینے پر مروان کو برسبر منبر کس طرح ٹوکا اور حضرت ابو خریح خزاعی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو اشدق کو حرمِ الہی پر فوج کشی سے کس طرح روکا اور حضرت عقیل بن
یسار مزی نے کس حکمت سے عہد اللہ بن زیاد کو فوج کشی کی اور حضرت عبداللہ بن مغفل مزی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس طرح اس کو مرنشس کی اور حضرت مائد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے کس نطف سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
کس طرح اس پر اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔ اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بیانات پڑھیے صحیح بخاری میں ہے :
سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْوَلَدِ بْنِ الْعَدْنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْوَلَدِ بْنِ الْعَدْنِ
وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ الْمَحْصُورِ فِي سِوَالٍ كَيْفَ كَانَ أَمْرُكُمْ فِي حَالَتِهِمْ كَوْنِي
فَتَالَ شُعْبَةُ أَحْبَبْتُ يَقْتُلُ الذَّيْبَةَ شَخْصٌ لَمْ يَكُنْ كَوْنِي قَدِ انْقَضَى
فَقَالَ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَسْأَلُونَ عَنْ كَيْفَ قَتَلْتُمُوهُ قَالَ نَفَرْنَا مِنْ عِرَاقٍ لَمْ يَكُنْ

قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال النبي صلى الله عليه وسلم هماريحمانتاي من الدنيا

یاد رہے کہ یزید کا برادر عم زاد عبید اللہ بن زیاد (اگر زیاد کو واقعی بوسنیہ کا بیٹا تسلیم کیا جائے) یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا، اسی کے حکم سے عمر بن سعد چار ہزار کالاش کیر جوارے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لیے آیا تھا اور اسی عراقی لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا۔ ابن زیاد بد نہا دے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کے ساتھ جو گستاخی کی تھی اس پر حضرت انس و حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جس طرح اس پر انطباز مارا اسکی کیا تھا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے دارقطنی کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے، وہ درج ذیل ہے :

عن محمد وعبد الرحمن ابني حضرت جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه جابر بن عبد الله قالاً کے دونوں بیٹوں محمد وعبد الرحمن کا بیان خرجنا مع ابينا يوم الحرة ہے کہ حرہ کے دن ہم اپنے ابا کے ساتھ باہر وقد صفت بصره فقال تھکے اس وقت آپ کی بینائی زائل ہو چکی تھی نفس من اخاف رسول الله اپنے فرمایا برباد ہو وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوف میں مبتلا کیا؟ یا أبت وهل أحد يخيف ہم نے عرض کیا ابا جان! کوئی رسول اللہ رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈرا سکتا ہے،

۱۵ ص ۵۳۰ کتاب الحسن والحسين -

۱۶ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ شہداء اور کربلا پر افتراء -

فقتل سمعت رسول الله فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جس نے اس قبیضہ انما من اخاف أهل هذا کو ڈرایا اس نے میرے ان دونوں پہلوؤں کو دریا الحث من الاكصاد فقد جو چیز ہے (یعنی قلب نبوی) اس کو ڈرایا ہے" اور جس اخاف ما بين هذين و وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہو رہا تھا آپ اپنے وضع يده على جنبية: دونوں پہلوؤں پر تھم رکھے ہوئے تھے

پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان حضرات کی بیعت کے باوجود جن کا مستغنی نے نام لیا ہے یزیدی لشکر نے حرہ کی جنگ میں اسی بزرگوں کھجکے ٹکڑوں کو قتل کرنے سے ڈرا بھی دریغ نہیں کیا اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت قطعاً نہیں کی تھی، اور پھر جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سب سے اخیر میں بیعت کی تھی بلکہ

غرض یزید کے دور حکومت میں یا تو صحابہ کرام اس سے برسرِ پیکار نظر آتے تھے، جیسے حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور وہ صحابہ جو جنگ حرہ میں اس کے خلاف لڑے (رضی اللہ عنہم) اور یا پھر اس کو یا اس کے عمال کو ان کے ظلم و ستم پر دیکھتے تو کہتے، جیسے (۱) حضرت عبد اللہ بن عباس (۲) حضرت عبداللہ بن عمر (۳) حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ (۵) حضرت ابو شریح خزاعی (۶) حضرت معقل بن یسار رضی (۷) حضرت انس بن مالک (۸) حضرت زید بن ارقم (۹) حضرت علی بن ابی مخنف (۱۰) حضرت عائذ بن عمرو (۱۱) حضرت ابو رزہ اسلمی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کوئی صحابی نہیں یزید کا ثنا خواں اور اس کی تعریف میں رطب اللسان نہیں ملتا اور نہ اس کی حمایت میں کسی معرکہ میں لڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

۱۷ البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۲۲۳

۱۸ ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ، ج ۸ ص ۱۳۸

اور یہ ہوتا بھی کس طرح جب کہ یزید کے عبد غوث مہد کا نقشہ انوری کے اس شعر کے بالکل مطابق تھا

بر بزرگان زمانہ شدہ خردان سالار
بر کریمان جهان گشتہ لثیمان ہستہ

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

تیسرا شبہ جو مستغنی کو پیش آیا ہے، یہ ہے کہ "حضرت محمد بن حنفیہ نے نہ صرف یزید کی بیعت کی بلکہ اس پر عائد کردہ الزامات کی پرزور تردید بھی کی اور "مستغنی" کا غلط حوالہ مستغنی نے اس سلسلہ میں "السبایہ والنہایہ" کا حوالہ "مستغنی ص ۲۸۸" سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ "مستغنی" حافظہ ہی کی تفسیر ہے جن کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی ہے اور "السبایہ والنہایہ" ان کے شاگرد حافظ ابن کثیر کی۔ اور ان کا سنہ وفات ۴۲۲ھ ہے پھر لطف یہ ہے کہ "مستغنی" میں خود اس کے خلاف صاف تصریح ہے کہ :

لم نعتقد انه من الخلفاء الراشدين كما قاله بعض الجهلة
من الاكراد۔ لہ

ونحن نقول خلافة النبوة
ملاشون سنة شمر صارت ملكا
كما ورد في الحديث۔۔۔۔۔

یزید کا ان ملک وقتہ صاحب
السیف کا مثالہ من المروانية
والعباسية لہ

یاد رہے کہ حافظ ذہبی، یزید کو قطعاً اچھا آدمی نہیں سمجھتے۔ اور وہ خود ان الزامات کو اپنی تصانیف میں اس پر عائد کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ان کی تصریحات آگے موقع بہ موقع آ رہی ہیں۔

ائمہ مسلمین میں کسی کا عقیقہ نہیں
کہ یزید عادل تھا اور اللہ کا مطیع
اور حافظ ابن تیمیہ نے "منہاج السنہ"
میں جس کا خلاصہ یہی "مستغنی" ہے صاف
لکھا ہے کہ :

وكذلك كونه عادلاً في كل
امور مطيعاً لله في جميع افعاله
ليس هذا اعتقاد أحد من
أئمة المسلمين۔ وكذلك وجوب
طاعته في كل ما يامره به وات
كان معصية لله تعالى ليس هو
اعتقاد أحد من أئمة المسلمين۔
اور اسی طرح یزید کا تمام معاملات میں عادل
ہونا، اور اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کا
مطیع ہونا۔ بھی ائمہ مسلمین میں کسی کا اعتقاد
نہیں ہے، اور اسی طرح یہ بات کہ یزید کی
طاعت اس کے ہر حکم میں واجب تھی خواہ
معصیت الہی کا ہی حکم کیوں نہ دے یہ بھی
ائمہ مسلمین میں سے کسی کا اعتقاد نہیں ہے۔
طرح مستغنی کے عثمی محمد الدین خلیب نے (جو کہ پچھانا بھی ہے) اس افشاء کو
"السبایہ والنہایہ" کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کی تردید محدث حرم محمد عربی تباری نے
"افادۃ الاختیار بہرۃ الابواب" میں بڑی تفصیل سے کی ہے۔

حافظ ابن کثیر کی تصریحات
یزید کے فسق کے بارے میں
بلکہ متعدد جگہ یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔ مثلاً :

(۱) ایک مقام پر امام طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ :

كان يزید في حدائقه صاحب
شراب يأخذ مأخذ الاحداث لہ
یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا
تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی۔

(۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں :

وكان فيه ايضا اقبال على الشهوات
وترك بعض الصلوة في بعض
الافوات وإماتتها في غالب
الافوات وقد قال الامام احمد
حدثنا ابو عبد الرحمن ثنا
حبيوة حدثني بشير بن عمرو
الخلواني أن الوليد بن قيس حدثه
أن سمع ابا سعيد الخدري يقول
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول يكون خلف من بعدتين
سنة أمنا عوا الصلوة واتقوا
المفقرات فسوى يلقون عقاله (المحدث)

(۳) اور پھر وہ حدیثیں ذکر کر کے جن میں یزید کی مذمت وارد ہے :

لکھتے ہیں :

قلت: يزيدي بن معاوية أكثر ما
نقم عليه في علمه شرب الخمر وإتيان
بعض الفواحش .
یاد رہے یہ سب الزامات وہ ہیں جو صحابہ نے اس پر مانگے تھے ۔

حافظ ابن کثیر نے ان الزامات سے یزید کی کہیں برأت نہیں کی ہے اب ظاہر ہے کہ
جب حافظ ابن کثیر خود محمد بن حنفیہ کی اس روایت پر اعتماد نہیں کرتے اور عاجز اس
خلاف اپنے فیصلے صادر کرتے جاتے ہیں تو پھر ابن حنفیہ کی نسبت اس قول کی صحیح معلوم
اور یہ بھی خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت

عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن سے محمد بن حنفیہ کا یہ مکالمہ برأتِ یزید کے
بارے میں نقل کیا جاتا ہے) دونوں صحابی ہیں اب اگر یہ مکالمہ صحیح تسلیم کیا جائے
تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان دونوں صحابیوں نے یزید پر جھوٹی تہمت جوڑی
اور ابن حنفیہ جو کہ صحابی نہیں ہیں ان کی بات سچی نکلی یہ بات مستغنی کا ذہن تو قبول
کر سکتا ہے لیکن نام مسلمان کا نہیں ۔

اس افسانہ کا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں | پھر یہ بھی واضح رہے کہ اس افسانے کا
ذکر صرف تاریخ ابن کثیر میں ملتا ہے اور انہوں نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی
کہ اس پر کوئی علمی بحث کی جاسکے ۔ اس افسانہ کو نہ امام ابن جریر طبری نے ذکر کیا ہے
نہ حافظ ابن الاثیر جزیری نے اور نہ کسی اور معتبر مؤرخ نے ۔ لہذا پہلے محمد بن حنفیہ سے
اس مکالمہ کو سبب صحیح ثابت کیا جائے ۔ پھر شبہ ظاہر کیا جائے اور بالآخر اس
افسانہ کو صحیح مان بھی لیا جائے تب بھی یزید کے بارے میں ابن حنفیہ کی تعدیل مستانش
تابعین کبار کی جرح کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی صحابہ کی جرح کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ
اصول حدیث کا متفقہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے ۔ پھر صحابہ کی جرح
کے مقابلہ میں ابن حنفیہ کی تعدیل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے ۔

فہن رجال کا متفقہ فیصلہ، یزید اس کا اہل نہیں | یاد رہے تاریخ و فہن رجال کی
کہ اس کی روایت متبول کی جائے ! تمام کتابوں کا متفقہ فیصلہ ہے
کہ یزید کی عدالت مجروح و مقدور ہے اور وہ اس کا اہل نہیں کہ اس کی کوئی روایت
متبول کی جائے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی "تقریب التہذیب" میں فرماتے ہیں
یزید بن معاویہ بن ابی سفیان یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی ابو خالد
الاموی ابو خالد ولی الخلافۃ سلسلہ ہجری میں متولی خلافت ہوا ۔
سنتہ ستین ومات سنتہ أربع و اور سلسلہ ہجری میں مرگیا، پورے چالیس
ستین و اربعین الاربعین، ایس باہل سال کا بھی نہ ہو سکا یہ اس کا اہل نہیں کہ
ان یروی عنہ اس سے کوئی حدیث روایت کی جائے ۔

اب ظاہر ہے کہ محمد بن حنفیہ کی طرف اگر اس قول کا انتساب صحیح ہو تو کیا کسی بھی صحابی و تابعی سے یزید کی ثنا و صفت منقول ہوتی اور وہ محدثین و ائمہ رجال کے نزدیک عادل ہوتا تو فن رجال کا یہ فیصلہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا جو حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے

چوتھا شبہ اور اس کا جواب

چوتھا شبہ جو مستفی کو پیش آیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو یزید کو ان کے خاندان کا نیک فرد قرار دیا اور اس کی بیعت اطاعت کا حکم دیا۔ اغانی کی روایت میں یہ بات مذکور نہیں | اس کا جواب یہ ہے کہ یزید کا نیک تو اتر سے ثابت ہے اس لیے اس کے صالح ہونے کا ذکر اگر کسی روایت میں آئے تو وہ روایت شاذ ناقابل قبول ہوگی، علامہ ابوالفرج اصفہانی نے "الاغانی" میں اس سلسلہ میں جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے

ان ابن عباس أمّاه نفع معاویة و ولایة یزید و هو یعشی أصحابه و یأکل معهم و قد رفع إلی فیہ لقمۃ فألقاها و أطرق هنیئۃ ثم قال جبل قد کدک ثم مال بجمیعہ فی البحر و اشتملت علیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر مرگ اور یزید کے حاکم بننے کی اطلاع پہنچی تو وہ اپنے اصحاب کو شام کا کھانا کھلا رہے تھے اور خود بھی ان کے ساتھ کھا رہے تھے۔ اس وقت آپ اپنے منہ میں لقمہ ڈالنے ہی والے تھے کہ آپ نے لقمہ رکھ دیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکاتے رہے پھر فراموش ہو گئے کہ ایک پہاڑ تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر سارے کاسا را سند میں چلا گیا

البحر فله ذر ابن هند ما کان أجمل وجهه و احضرم خلقه و اعظم حلمه فقطع علیہ الکلام رجل و قال أقتول هذا فیہ فقال: و یحکک إناک لا تدوی من مصنی عنک و من بقی علیک و من تعلم شمر قطع الکلام

اور اس کے کئی سمندر بن گئے بلکہ ابن هند (معاویہ) کے کیا کہنے، اس کا چہرہ کتنا پیارا اس کا اخلاق کتنا.... غمزدہ اور اس کا حلم کتنا زیادہ تھا۔ اس پر ایک شخص ان کی بات کاٹ کر کہنے لگا آپ مجھ کی کے بارے میں کیا کہتے ہیں، فرمایا تجھ پر افسوس ہے تجھے پتہ ہی نہیں کہ تجھے چھوڑ کر کون چلا گیا اور تجھ پر مسلط ہونے کے لیے کون باقی رہ گیا، سر اب تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اتنا کہہ کر آپ نے گھٹنگر ختم کر دی۔

اور مستفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو کچھ نقل کیا ہے اس کے لیے دو کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ ایک "الامامة والسیاسة" کا دوسرا "بلاذری" کا "الامامة والسیاسة" قابل استناد نہیں | "الامامة والسیاسة" قابل استناد کتاب نہیں معلوم نہیں اس کا مصنف کون ہے مشہور ادیب ابن قتیبہ کی طرف اس کی نسبت جعلی ہے۔

بلاذری کی سند صحیح نہیں | رہا بلاذری تو اس کی سند میں صحت معلوم نہیں ہوتی ایسی روایت ہر حال میں مردود ہے اور اگر کسی کو اس کی صحت پر اصرار ہو تو سند پیش کر کے اس کی صحت کا ثبوت دے خود مؤرخ بلاذری کی "انساب الخزان" سے

سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس موقع پر جو رائے ظاہر کی ہے آئندہ ہونے والے واقعات اس کی تصدیق کی۔ چنانچہ تقریباً چودہ پندرہ سال تک پھر اموی حکومت کو استحکام نصیب نہیں ہو سکا اور اسلامی دنیا اس عرصہ میں خانہ جنگی میں مبتلا رہی۔

میں یزید کا تذکرہ اس کے فسق و فجور کے ذکر سے پُر ہے تاہم اس میں بعض ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن کی اہمیت کے پیش نظر یہودیوں نے منکر میں یروشلم سے اس کتاب کو شائع کیا تھا اور انہی یہودیوں کی انباء میں محمود احمد عباسی جیسے ملحدین نے مسلمانوں میں انتشار و فکر پیدا کرنے کے لیے اس قسم کی روایات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی۔

بالغرض یہ روایت صحیح ہو تو حضرت ابن عباس اور بالغرض تھوڑی دیر کے لیے کی آخری رائے کا اعتبار ہو گا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یزید کے بارے میں یہی اظہار خیال فرمایا تھا جو اس روایت میں مذکور ہے تو یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ یزید کا فسق ابھی ظاہر نہیں ہوا تھا اور اس کے والد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی زندہ تھے اور وہ سب کے سامنے نیک بنا رہتا تھا اس لیے ممکن ہے نظر بظاہر آپسے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد اس کے بارے میں ایسا اظہار خیال فرمایا ہو۔ بعد کو جب اس کا فسق عالم آشکارا ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت نے اس کے ظلم و وعدوان پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود یزید کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا اصل اعتبار اس کا ہو گا۔

یزید اور حضرت ابن عباس کی خط و کتابت چنانچہ یزید کے نام حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خط و کتابت جو کتب تواریخ میں درج ہے وہ دیکھ لی جائے۔

اس سے سب حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظروں میں یزید کا کتنا احترام تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی بیعت خلافت کی دعوت دی تھی لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا اس انکار سے یزید بھکا کہ چونکہ یہ میری بیعت میں داخل ہیں اس لیے انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیعت سے انکار کیا ہے

اس بات پر خوش ہو کر اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو خط لکھا ہے وہ یہ ہے:

یزید کا خط حضرت ابن عباس کے نام

اما بعد : فقد بلغنی انت الملاحد ابن الزبیر
الملاحد ابن الزبیر دعاك الى بيعته وانك اعتصمت
ببيعتنا وفاء منك لنا فجزاك الله من ذی رحمہ خیر ما
یحزی المواصلین لا رحامہم الموفین بعہودہم فما
أنسى من الأشیاء فلست بناس بترك و تعجیل
ملئت بالذی أنت له أھل فانظر من طلع
علیک من الأفاق من حرم ابن الزبیر بلسانہ فاعلمہم
بحالہ فانہم منك اسمع الناس ولک أطوع منهم
للحصول لہ

حضرت ابن عباس کا برزخ نام یزید کے نام

اس خط کے جواب میں حضرت ابن زبیر مراد ہیں کہ یزید کی بیعت نہ کرنے کے سبب یزید خاک بدست گستاخ ان کو ملحد اور مرتد کہہ کر قتل کرنے والا کہتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو جو سرزنش نامہ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے :
 أما بعد : فقد جاءني كتابك المأبد : تمہارا خط مجھے ملا میں نے جو ابن زبیر
 فأما تركيبيعة ابن الزبير سے بیعت نہیں کی تو اللہ اس سلسلہ میں میں تم
 فوالله ما ارجو بذاك برك سے حسن سلوک اور تمہاری ثنا و صفت کا خواہاں
 ولا حرج لك ولكن الله بالذي نہیں ، بلکہ جس نیت سے میں نے ایسا کیا ہے وہ
 أنوي عليه عز و نعمتك اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تمہیں جو یہ زعم
 لست بناس بزي فاحبس ہے کہ میرے حسن سلوک کو فراموش نہ کرو گے
 أيهما الانسان برك عني فاني تو اے انسان اپنے اچھے حسن سلوک کو اپنے پاس
 حابس عنك بزي وسألت اٹھا رکھ کیونکہ میں اپنے حسن سلوک کو تم سے اٹھا
 أن أحبب الناس إليك و رکھوں گا اور تم نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے
 أبغضهم وأخذ لهم کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا
 لابن الزبير فلا ولا سرور ولا کروں اور ابن زبیر سے ان کو نفرت لاؤں اور
 كرامة حكيت وقد فلت ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں سو
 حيناً وفتيان عبد المطلب ایسا بالکل نہیں ہو سکتا ، نہ تمہاری خوشی میں منظور ہو
 مصابيح الهدى ونجوم اور نہ تمہارا اعزاز ، اور یہ بھی مجھ کی طرح سکتا
 الاعلام غادرتم خيولك ہے حالانکہ تم نے حسین کو اور ان جو انان المطلب
 بأمرك في سعيد واحد کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں
 موملين بالدماء مسلوبين ستارے تھے ، تمہارے سواروں نے تمہارے حکم
 بامرادمقتولين بالظما سے ان لوگوں کو آتش بخون ایک کھلے میدان میں
 لا مكفنين ولا مومدين اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا

سلا یا در سے اکمل لایں اشیر کے مطبوعہ میں یہاں "مومدين" کے بجائے "مومدين"
 اور "قتلنا بهم" کی جگہ "بنا بهم" اور "عوج العنباع" کی بجائے "عوج البطاح"
 غلط چھپ گیا ہے۔ ہم نے اس کی تصحیح "جميع الزنادة" سے کر دی ہے

تسفن عليهم الرياح وہ چھینا جا چکا تھا ، پیاس کی حالت میں ان کو
 وتنتابهم عوج العنباع قتل کیا گیا اور بغیر کھانے کے سہارا پر رہنے دیا گیا ،
 حتى أتاح الله بقومہم ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے کجوباری
 لم يشربوا في دما نهم بارہی سے ان کی لاشوں پر آتے چلتے رہے تا آنکہ
 كفنوههم واجنوههم حق تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ
 و تبرقي بهم تعزرت ان کے خون سے رنگیں نہ تھے ، ان لوگوں نے آنکر
 وجلت جملتك الذي ان کو کھنڈیا اور دفن کیا حالانکہ مجھ ان ہی کے طفیل تھے یہ
 جلست فمما أنسى من عزت ملی ہے اور مجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا
 الاشياء فاست بناس جس جگہ اب بیٹھا ہوں ہے ، اب میں خواہ سب چیزیں
 اطرادك حيثما من حرم فراموش کر دوں ، پر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا
 رسول الله صلى الله عليه وسلم کہ تو نے ہمیں حسین کو بھوکے کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 الح حرمة الله وتيسيرك علیہ وسلم کے حرم سے حرم الہی میں پہنچایا اور پھر تو اپنے
 الخيول إليه فمما زلت سواروں کو برابر ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل
 بذاك حتى أشتخته لگا رہا تا آنکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا
 الح المارق فخرج خافئاً چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا
 يترقب فنزلت به لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جالیا۔
 خيلك عداوة منك یہ سب کچھ تو نے خدا ، رسول اور ان اہل بیت کی
 لله ورسوله ولأهل بيته عداوت میں کیا کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست
 الذين اذهب الله عنهم دور کر کے ان کو خوب پاک و صاف کر دیا تھا۔
 الرجس وطهرهم قططاً حسینؑ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیش کش
 فطلب اليكم المواقعة کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی
 وسألهم الرجعة مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و
 فاعنتهم قلة أنصاره مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا

واستیصال اهل بیتہ و
تعاونت علیہ کانکم
قتلت اهل بیت من الشرک
والکفر فلاشی اُحجب عندی
من طلبتک و ذی
وقد قتلک ولد ابی و سیفک
یقطر من دمی و أنت أحد
شاری ولا یحبک ابن
ظفرت بنا الیوم فلنظفرت
بک یوماً و الت لکرم

جاسکتا ہے، موقع کو غنیمت بنانا اور تم ان کے خلاف
باہم تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا
تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو
پس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ اور کیا
تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے
حالانکہ تو میرے دادلے کے خاندان کو قتل کر چکا ہے
اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے، اب تو تو
میرے انتقام کا بدھتے، اور اس خیال میں نہ رہنا کہ
آج تو نے ہم پر فتح پالی ہے ہم بھی کسی کسی دن تجھ
پر فتح پا کر رہیں گے بلکہ والسلام

یزید کا یہ خط اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ جواب، مؤرخ
بلاذری نے بھی "انساب الاشراف" (ج ۴ ص ۱۸-۱۹ طبع بیروت ۱۳۸۱ھ) میں نقل
کیا ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آخری فیصلہ یزید کے حق
میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔

پانچواں شبہ

مستغنی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی کے شاگرد قاضی ابوبکر بن العربیؒ
نے "الواہم من القواہم" میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے "کتاب الزہد"
میں امیر یزید کا ذکر زیادہ صحابہ کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرہ میں ذکر کیا ہے
جن کے وعظ و فرمان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

لے کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۵۱/۵۰

سلسلہ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت کی یہ ہمیشہ گونگی پوری ہو کر رہی اور مبایسوں ہی کے
ہاتھوں امویوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

اس کا جواب

ابن العربی کی رائے | یہ صحیح ہے کہ حافظ ابوبکر بن العربی، امام غزالی کے
غزالی کے بارے میں | شاگرد تھے لیکن خود ان کے دل میں استاد کی جو
قدر تھی وہ بھی کٹھن لیجئے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے ابیہ والنہایہ ۵ میں عشرہ ہجری کے وفیات کا
ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ومن توفي فيها من الاعيان | اور اس سنہ میں جن بڑے لوگوں کا انتقال
الفقيه ابو بكر بن العربي | ہوا ان میں فقیہ ابوبکر بن العربی ماسکی
الساكني شارح الترمذي | ساکنی شارح الترمذی ہیں۔ یہ فقیہ عالم
كان فقيها عالما وزاهدا | کان فقیہا عالما وزاہدا اور زاہد و عابد تھے۔ انہوں نے حدیث
عابداً وسمع الحديث بعد | کا سماع فقہ میں مشغول ہونے کے بعد
اشتغاله في الفقه وصحب | کیا تھا۔ غزالی کی صحبت میں رہے ان سے
الغزالي و اخذ عنه و | علم بھی حاصل کیا اور غزالی کو فلاسفہ کی
كان يشهد به برأى الفلاسفة | رائے سے بھی سہم کیا کرتے تھے کہہا کرتے
و يقول دخل في اجوافهم | تھے کہ فلاسفہ ان لوگوں کے بیٹوں میں ایسا
فلم يخرج منها | گھسا کہ پھر نکلا ہی نہیں۔

ابن العربی کا فتویٰ کہ | بجا ہے بقول شاگرد، استاد تو فلاسفہ کے جکڑے
حسین کا قتل جائز تھا | ساری عمر نہ محل سکے۔ مگر خود بدولت کو آخر کیا ہو گیا تھا
کہ یزید جیسا شقی تو آپ کو اولیاء کبار کی صف میں نظر آیا اور ریکانۃ الرسول،
سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نظر میں ایسے
مہرم ٹھہرے کہ جناب نے جھٹ سے یہ فتویٰ صادر فرمادیا کہ :

قتل الحسين بشوع حسین کو ان کے ناتانکی شرع کے مطابق
حبہ ۱۰ قتل کر ڈالا گیا۔

تازم برین فطانت - سمجھ بوجھ ہو تو ایسی ہو۔ غالی ناصبیوں کا بھی یہی
عتیدہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں لکھتے ہیں :
غلوا الناصبية الذین ناصبیوں کا غلو ہے جو یزید کو مکرر کرتے ہیں
یرفعون ان الحسین کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ
کان خارجیا وانہ کان وقت کے خلاف خروج کیا اور (اس لیے)
يجوز قتله ان کو قتل کرنا جائز تھا۔

قامی ابوبکر بن العربی ناصبی ہیں چنانچہ اسی لیے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ
"فتاویٰ عزیزی" میں لکھتے ہیں :

نواصب فرقہ جدا است، ولے نواصب "نواصب" "خوارج" سے جدا فرقہ ہے
خوارج ور مغرب وشام بیار یہ مغرب اور شام میں بہت تھے۔
بودہ اند، و متوکل عباسی و وزیر ابو خلیفہ المتوکل عباسی اور اس کا وزیر
و علی بن جہم نیز از جملہ نواصب است علی بن جہم بھی نواصب ہیں تھے خوارج ان
خوارج جمیع متفائلین را از خصایہ تمام صحابہ کرام کو جن میں باہم جنگ
ہوئی یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، امیر المؤمنین علی مرتضیٰ، حضرت معاویہ اور
و معاویہ و عمرو بن العاص را تکفیر حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم)
می کنند۔ و نواصب محض عداوت ان سب کو کافر بتاتے ہیں اور نواصب
امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ نے صرف امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ عنہ
و جبرہ و ذریت طاہرہ اوشعار خود

۱۰ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "مقدمہ ابن خلدون" ص ۵۲۔ طبع مطبعہ بہار
"العواصم من القواصم" از ابن العربی ص ۲۳۲ طبع قاہرہ ۱۳۳۵ھ

۱۱ ص ۲۵۶۔ طبع امیر سہروردی ۱۳۳۵ھ

دارند و از متاخرین حافظ مغربی اور ان کی ذریت طاہرہ کی عداوت کو اپنا شعار
نیز ناصبی است ۱۰ بنیامہ متاخرین میں حافظ مغربی (ابوبکر بن العربی)
بھی ناصبی ہے۔

کتاب الزید میں جن صاحب کا تذکرہ ہے اسی ناصیت کی شامت سے شاید
وہ امیر یزید نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ ہیں قاضی جی کو دوہم ہو گیا اور انہوں نے
"کتاب الزید" میں یزید بن معاویہ کا نام دیکھتے ہی اس کو اپنا مدح امیر
یزید سمجھ لیا، یہ امیر یزید اموی نہیں بلکہ اس نام کے دوسرے بزرگ یزید بن معاویہ نخعی
کوئی ہیں جو مشہور عابد و زاہد گزرے ہیں ان کا تذکرہ "تہذیب التہذیب" وغیرہ
کتب رجال میں مذکور ہے۔ ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے حافظہ مال الدین
مرتضیٰ کی "تہذیب الکمال" سے ان کا پورا ترجمہ منقل کیے دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے
وہ لکھتے ہیں :

یزید بن معاویۃ النخعی یزید بن معاویہ نخعی کوئی، ابوبکر بن ابی شیبہ نے
الکوفی ذکر ابوبکر بن ابی شیبہ ذکر کیا ہے کہ یہ اور عمرو بن عتبہ بن فرقہ اور ریح
انہ معدود فی العباد ہو و بن خثیم اور سہام بن الحارث اور مفضل شیبانی
عمرو بن عتبہ بن فرقہ و ریح اور جندب بن عبد اللہ اور کسلی بن زیاد نخعی
بن خثیم و سہام بن الحارث مفضلہ الشیبانی و جندب بن عبد اللہ
و کمیل بن زیاد النخعی و اوین ہے۔ اور عبد الرحمن بن زید کوئی نخعی ہے منقول
القرنی، و حکم بن عبد الرحمن ہے کہ فارس کی بہم پر ایک شکر میں ہم بھی روانہ
بن یزید النخعی قال خرجنا فی ہوئے تھے اسی شکر میں علقمہ اور یزید بن جلولہ
جیش نحو فارس فید علقمہ و یزید بھی تھے پھر یزید بن معاویہ اسی بہم میں شہید
بن معاویۃ فقتل یزید بن معاویۃ ہو گئے۔ صحیح بخاری، کتاب الدعاء کے "باب
لہ ذکر فی الدعاء من صحیح المواعظ ساعۃ بعد ساعۃ" میں بروایت شقیق بن
البحاری فی "باب المواعظ سلمہ مذکور ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنے کے منظر تھے

ساعة بعد ساعة" في
حديث شقيق بن سلمة
قال: كنا ننتظر عبد الله
اذ جاء يزيد بن معاوية
فقلنا لا تجلس. الحديث
وذكره في التامع و
ذكره ابن حبان في
كتاب الثقات وقال
قتل عازياً بفارس

کراسی اثنا میں یزید بن معاویہ بھی آگئے
ہم نے ان سے عرض کیا آپ تشریف
نہیں رکھیں گے؟ الخ
امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر
کیا ہے اور ابن حبان نے بھی کتاب الثقات
میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور یہ بیان
کیا ہے کہ فارس میں جہاد کرتے ہوئے
شہید ہو گئے۔

اب یہ خدا ہی جانتے قاضی ابوبکر بن العربی کو اپنی خوش فہمی کی بدولت
یہ وہم ہوا ہے یا انہوں نے قصداً ہی مخالفت دینے کے لیے لوگوں کا ذہن یزید بن
معاویہ کوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بجائے (جو طبقہ کبار تابعین میں بڑے عابد
و زاهد بزرگ گزریے ہیں) اپنے ممدوح امیر یزید بن معاویہ کی طرف منتقل
کر دیا، تاکہ لوگ اس یزید علیہ کو بھی حضرت یزید کوئی نفعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرح زہد و
عبادت میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسرہ سمجھنے لگیں۔

نامیبیوں کا امام طبری کو رافضی بتانا | درحقیقت یہ ویسی ہی ناپاک جسارت
ہے جیسی کہ آج کل کے نامیبی حضرت امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں
کرتے ہیں جو مجتہدین اہل سنت میں بڑے نامور امام گزرے ہیں اور انہیں
صرف اس لیے رافضی بتاتے ہیں کہ اس نام کا ایک دوسرا رافضی عالم بھی گزرا ہے
ان نامیبیوں کی یہ مسعی نامحسوس اس لیے ہے کہ امام طبری کی تاریخ "نامیبیت"
کا ساتھ نہیں دیتی۔

۱۔ اس کتاب کا عکس نسخہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں موجود ہے۔

۲۔ نامیبیت کی طرف میلان کے سبب حافظ مغربی ابوبکر بن العربی اگرچہ تمام مفسرین اسلام
باقی حاشیہ اچھے صغریٰ

مطبوعہ کتاب الزہد اصل نہیں | واضح رہے کہ حال میں جو کتاب الزہد امام
اس کا انتخاب ہے۔ احمد بن حنبل کے نام سے مطبع ام القرنی مکہ
سے شائع ہوئی ہے، وہ پوری کتاب نہیں بلکہ اس کا انتخاب ہے، پوری
کتاب جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعییل المنفعة" کے مقدمہ میں تصریح
کی ہے بڑی ضخیم کتاب ہے جو مسند احمد بن حنبل کی تقریباً ایک تہائی ہے۔
موجودہ نسخہ جو اصل کتاب کا انتخاب ہے اس میں "وولوں یزیدوں" کا تذکرہ
نہیں ہے۔ لہذا قاضی جی کی "العواصم" سے اس بارے میں استدلال کرنا
محض نادانی ہے۔

یزید کے بارے میں امام احمد کی تصریح | بہر حال حضرت امام احمد بن حنبل
کراس سے کوئی روایت نہ کی جائے | کی طرف اس خرافات کو منسوب
کرنا کہ "وہ یزید کو عابد و زاهد مانتے تھے" بہت بڑی جسارت ہے۔ حافظ ذہبی
نے "میزان الاعتدال" میں یزید کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل
کیا ہے کہ:

لا ینبغی أن یروی عنه | اس سے روایت نہیں کرنا چاہیے۔
اور حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) سے نالاں ہیں۔ مگر امام طبری سے ان کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ تمام
مؤرخین اسلام میں اگر ان کو کسی مورخ پر اعتماد ہے تو وہ صرف امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری
رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں۔ چنانچہ العواصم من القواصم میں نہایت دل سوزی کے ساتھ ان کی
تائید یہ ہے کہ لا تسموا لمؤرخ کلاماً الا لطبری (ص ۲۸) طبری کے سوا کسی
مؤرخ کی کوئی بات نہ سنو۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ رافضیوں کے بارے میں حافظ ابوبکر بن العربی سے زیادہ
کون محسوس ہوگا۔ امام طبری کی تصانیف بالخصوص تاریخ میں اگر رافضی کی ترجمانی ہوتی تو وہ
اس راستے کا اظہار کس طرح کر سکتے تھے۔

قیل له أ تكتب للحدث حضرت امام احمد بن حنبل سے عرض کیا گیا کہ کیا
من یزید بن معاویة یزید بن معاویہ سے حدیث آپ لکھیں گے
قال لا ولا کرامة فرمایا نہیں، اس کی کچھ وقت نہیں کیا یہی
أولیس هو الذی فعل شخص نہیں ہے کہ جس نے اہل مدینہ کے
بأهل المدينة ما فعل ساتھ وہ ظلم کیا جو یہاں سے باہر ہے۔
حافظ ابن حجر نے "تجلیل النفعۃ" میں امام احمد کی کتاب "الیزید"
اور ان کی "مسند" کے ان تمام رجال کا ذکر کیا ہے جن سے صحاح ستہ میں
روایتیں نہیں ہیں اس میں یزید بن معاویہ کے بارے میں یہ مذکور ہے
ولم یقع له فی المسند وایة مسند میں اس کی کوئی روایت مذکور نہیں
والنہالہ مجتہد ذکر۔ مسند اس کا ذکر آیا ہے

پھر فرماتے ہیں :

وقد وقع لیزید بن معاویة ذکر فی یزید بن معاویہ کا "صحیح بخاری" میں بھی
الصحیح وفي السنن ایضا وظہرت ذکر آیا ہے اور سنن میں بھی مگر مجھے اس کی
له فی المراسیل لأبی داود بروایة ایک روایت مراسیل ابی داود میں ملی ہے
ذکرت له من أجلها تذکرہ فی جس کی بنا پر میں نے "تہذیب التہذیب"
تہذیب التہذیب۔ میں اس کا تذکرہ لکھا ہے

اور اسی کے ساتھ ساتھ "تہذیب التہذیب" میں یہ بھی تصریح کر دی
ہے ولیست له روایة تعتمد (اس کی کوئی روایت ایسی نہیں جو قابل
اعتماد ہو) واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تجلیل النفعۃ" تہذیب التہذیب

۱۔ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۳۰ طبع ریاض۔

۲۔ ذکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی گئی ہے بلکہ سلسلہ کلام میں
کہیں اس کا ذکر آ گیا ہے۔

اور سان المیزان، ان تینوں کتابوں میں اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی سان المیزان ہم سان المیزان سے یزید کا ترجمہ
سے یزید کا مکمل ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اموی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور اس سے اس
أب سفیان الاموی کے بیٹے خالد اور عبدالملک بن مروان نے
عن أبیه۔ وعنہ ابنہ اس کی عدالت مجروح ہے اور یہ اس کا اہل
خالد وعبدالملک بن مروان، مقدوح فہذالتہ نہیں کہ اس کی کوئی روایت ملی چلتے۔ امام
ولیس بأهل أن یروی احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس سے روایت
عنہ، وقال احمد بن حنبل نہ کرنا چاہیے (یہاں ذہبی کی عبارت جو
لا ینبغی أن یروی عنہ "میزان الاعتدال" میں ہے تمام ہوئی)

استہم وقد وجدت له مجھے اس کی ایک روایت "مراسیل ابی داود"
روایة فی مراسیل ابی داود میں ملی، جس پر میں نے "الکت علی الاطراف"
ونہت علیہا فی الکت علی میں تنبیہ کر دی ہے۔ یزید کے حالات تاریخ
الاطراف، و اخبار ابن عساکر میں تمام و کمال مذکور ہیں جس کا
مستوفاة فی "تاریخ ابن عساکر" خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
ومخلصها أنه ولد فی خلافتہ منہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا، اور اس
عثمان وقد أبطل من زعم نے غلطی کی جس نے یہ کہا کہ اس کی ولادت
أنه ولد فی عہد النبوی عہد نبوی میں ہوئی تھی۔ اس کی کنیت
وکنیتہ أبو خالد ولنا ابو خالد ہے۔ سند مجری میں اپنے والد
مات أبوه یوید له بالخلافة کے انتقال پر اس سے بیعت خلافت

سنة ستین، واعتنع من ہوئی، حضرت حسین بن علی، عبداللہ
بیعتہ الحسین بن علی و بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ
بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہم و عاذ بحرم مکة
فستوی عاتذ البیت و اما
ابن عمر رضی اللہ عنہما
فقال إذا اجتمع الناس
بایعت ثم بايع و اما الحنین
رضی اللہ عنہ فصار إلى
مكة فوافق بیعتہ أهل
الحکوفة فصار إلیهم بعد
أن أرسل ابن عتہ مسلم بن
عقیل لآخذ البیعة فظفر
بہ عبید اللہ بن زیاد
أمیرها فقتله و جهز
الجیش إلى الحنین فقتل فی
یوم عاشوراء سنة إحدى
و ستین ثم إن أهل المدینة
خلعوا یزید فی سنة
ثلاث و ستین فجهز إلیهم
مسلم بن عقبہ المزی فی جیش عاتل
فقاتلهم فہزمهم و قتل
منہم خلق کثیر من الصحابة
و ابناءہم و سبق اکابر

عنہم نے اس سے بیعت نہ کی۔ اور حضرت
ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو حرم مکہ میں
پناہ گزیں ہو گئے اور اس بنا پر ان
کو عاتذ البیت کہا جانے لگا۔ اور
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
کہ جب سب لوگ اس کی بیعت پر
مجمع ہو جائیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔
بعد کو آپ نے بھی بیعت کر لی۔ رہے حضرت
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ کے معطر شریف
لے گئے اور پھر اہل کوفہ کے بیعت کرنے پر آپ
ان کی طرف روانہ ہو گئے اس سے پہلے آپ
اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقبہ کو بیعت لینے کی
غرض سے بجانب کوفہ روانہ کر چکے تھے وہاں
امیر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کا ان پر قابو ہو گیا
اور اس نے ان کو قتل کر ڈالا اور حضرت
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خون بھیجی۔
چنانچہ آپ کو بروز عاشوراء سال ۶۱ھ کو قتل
کر دیا گیا اس کے بعد اہل مدینہ نے سلام
میں یزید کی بیعت توڑ دی تو یزید نے ان
لوگوں کی سرکوبی کے لئے مسلم بن عقبہ مزی
کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر روانہ کیا،
جس نے اہل مدینہ سے جنگ کر کے ان کو ہزیمت
دی، اس جنگ میں صحابہ، اولاد صحابہ اور

التابعین و فضلا منهم و
استباحا ثلاثة ایتام
نہبا و قتلوا شہر بايع
من یقو علی أنہم
عبید لیزید و من امتنع
قتل شہر فوجدوا المکة
لحرب ابن الزبیر فسان
فی الطریق و عہد الی
الحصین بن نمیر فصار
بالجیش إلى مکة فحاصر
ابن الزبیر و نصبوا
المنجیق علی الکعبة فرہق
امرکامها شہر احترقت و فی
اشاء ذلک ورد الخیر بیعت
یزید شہر مات ابنہ
معاویة بن یزید بعد قلیل
وصفا الحق لابن الزبیر
فندعنا إلى نفسه فبايعه
اهل الأفاق و اکثر اهل
الشام شہر خرج علیہ
مروان بن الحکم فکان ما
کان۔ قال أبو یعلی فی
”مسندہ“ حد ثنا حکم

اکابر تابعین میں سربراہ وہ حضرات اور فضلاء
کی ایک کثیر خلعت قتل کر دی گئی، مسلم بن عقبہ
نے تین یتیموں تک مدینہ شریف کو لوٹ مارا اور قتل
و غارت کے لیے حلال کر دیا۔ پھر جو زندہ بچ
گئے ان سے اس شرط پر بیعت لی کہ وہ یزید کے
غلام ہیں اور جس نے بھی بیعت سے انکار کیا
اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد مسلم نے مکہ
معطر کا رخ کیا تاکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے جنگ کی جائے مگر اسے راہ میں ہی موت
آ گیا، مسلم نے حسین بن نمیر کو سالار لشکر کیا تھا
چنانچہ یہ لشکر لے کر مکہ معطر پہنچا اور حضرت
ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کر لیا اس لشکر
نے مکہ کے مقابل منجیق نصب کر کے اس پر گولہ
باری شہر گرا کر دی جس سے مکہ کی بنیادیں کمزور
ہو گئیں اور پھر اس میں آگ لگ گئی۔ اسی اشار
میں یزید کے مرنے کی خبر آئی اور پھر تھوڑی ہی مدت
میں اس کا بیٹا معاویہ بن یزید بھی مر گیا۔ اب حضرت
ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فضامان
ہو چکی تھی چنانچہ آپ اپنے بیعت کی دعوت دی
اور تمام آفاق اور اہل شام کی اکثریت آپ سے
خلافت پر بیعت کر لی پھر مروان نے آپ کے خلاف
خروج کیا اور جو ہونا تھا ہو کر رہا۔ امام ابو یعلیٰ
اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حکم بن

بن موسیٰ قال حدثنا
الولید عن الازاحی عن
مکحول عن ابی عبیدة بن
الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال:
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم: «لا یزال امرأتی
تأثمنا بالسوی حتی یكون
اول من یشکک رجلا
من بنی أمیہ یقال له
یزید» وقال أبو نرعة
الدمشقی حدثنا أبو نعیم
حدثنا شیبان عن
ابن المنکدر قال لقا
جاءت بیعة یزید قال
ابن عمر رضی اللہ عنہما
إن کان خیرا رضینا و
إن کان بلاء صبرنا وقال
ابن شوذب سمعت ابراہیم بن
ابی عبد یقول سمعت عمر بن
عبد العزیز یقول سمعت علی بن زید بن
معاویة . وقال یحیی بن
عبد الملک بن ابی عتبہ

موسیٰ نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں
کہ ہم سے ولید نے اوزاعی سے حدیث
نقل کی، اوزاعی مکحول سے راوی ہیں اور
مکحول حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخارشاً
فرمایا، میری امت کا معاملہ ٹھیک چلتا
رہے گا تا آنکہ بنی امیہ میں سے ایک
شخص جس کا نام یزید ہے سب سے پہلے
اس میں رخنہ ڈالے گا۔ ابو نرعة دمشقی
کہتے ہیں کہ ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا
کہ ہم سے شیبان نے ابن المنکدر سے
روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس
یزید کی بیعت کی اطلاع آئی تو آپ نے
فرمایا اگر یزید بھلا ہوا تو ہم اسے
پسند کریں گے اور بلا ہوا تو صبر
کریں گے۔ ابن شوذب کہتے ہیں کہ میں
نے ابراہیم بن ابی عبد سے سنا وہ کہتے
تھے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو یزید پر رحم کھاتے ہوئے سنا
اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی عتبہ
کا بیان ہے کہ ہم سے نوفل بن ابی مغرہ

حدثنا نوفل بن ابی مغرہ
قال کنت عند عمر بن عبد العزیز
فذكر رجلاً یزید بن
معاویة فقال امیر المؤمنین
یزید . فقال له عمر
نقول أمیر المؤمنین
وأمیرہ فضربہ عشرين
سوطاً.
قال ابو بکر بن عیاش : بايع
الناس له فی رجب سنة
ستین ومات فی ربيع الاول
سنة ثلاث وستین کذا
قال ، والصواب فی نصف
ربیع الاول سنة اربع و
کان سنة بیوم مات ثمانیا
وثلثین سنة بکھ

نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کی
خدمت میں حاضر تھا کہ کسی شخص کی زبان سے
یزید بن معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے ابو العزیز
یزید کے الفاظ نکل گئے تو اس پر حضرت عمر
بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو
"امیر المؤمنین" کہتا ہے! اور پھر آپ نے
حکم دیا کہ اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں
چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی یہ
ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں کہ: یزید سے
لوگوں نے رجب سنہ ہجری ۳۲ میں بیعت
کی اور ربیع الاول سنہ ہجری ۳۳ میں وہ
مر گیا، ان کا یہی بیان ہے۔ لیکن
صحیح یہ ہے کہ یزید ۱۵ ربیع الاول سنہ
ہجری کو مرا ہے جس دن اسے موت
آئی اس دن اس کی عمر اڑتیس سال
کی تھی

امام احمد کی تصریح کہ یزید ملعون ہے | ظاہر ہے کہ اگر یزید کا ذکر امام احمد کی
"کتاب الزہد" میں ہوتا تو حافظ ابن حجر عسقلانی جنہوں نے "کتاب الزہد" کے
تمام رجال پر کام کیا ہے یزید کے مرتبے میں اس کا ضرور ذکر کرتے یزید سے روایت

سہ اس نے یزید کو احتراماً ایسا کہا ہوگا اس لیے اس کو یہ سزا دی گئی کیونکہ ناسق کی
تقسیم اور اس کا احترام منوط ہے۔

لسان المیزان ص ۲۹۳، ۲۹۴-۶ ترجمہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی

طبع حیدرآباد دکن (۱۱ ثریا) مکتبہ ہجری

سہ یعنی امتی رحمہ اللہ کی بنا پر اس پر ترس آتا تھا کہ خدا ہمارے اپنے احوال بد کی پاداش میں اس کا کیا

انا نحب يزيد بن معاوية
فقال احمد: يا بني هل
يسوع لمن يؤمن بالله ان
يحب يزيد و لم لا يلعن
رجل لعنه الله في كتابه؟
قلت يا ابت! اين لعن الله
يزيد في كتابه؟ قال:
حيث قال: فَمَلَّ عَسَيْتُمْ
اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا
فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَعُوْا
اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصْحَفْهُمْ
وَاعْمٰى اَبْصَارَهُمْ

قال صالح بن احمد بن حنبل
قلت لأبي إن قومًا يقولون:
إنهم يحبون يزيد قال:
يا بني: وهل يحب يزيد أحد
يؤمن بالله واليوم الآخر؟
فقلت: يا أبت فلماذا لا
تلعنه؟ قال يا بني: ومضى
رأيت أباك يلعن أحدًا
صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے
والد ماجد سے عرض کیا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو
یہ کہتے ہیں کہ وہ یزید سے محبت رکھتے ہیں،
کیس کر آپ نے فرمایا: بیٹے کوئی شخص بھی جو
اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یزید سے
محبت کر سکتا ہے؟ میں نے پھر عرض کیا ابا جان!
پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں فرماتے، آپ نے
جواب دیا جیسا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت
کرتے ہوئے کب دیکھا ہے

اس روایت میں امام محدوت نے یہ نہیں فرمایا کہ اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اپنے عمل کو بتلادیا کہ میں کسی پر لعنت نہیں کیا کرتا۔ مگر دوسری روایت میں جس کو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں نقل فرمایا اس کے مستحق لعنت ہونے کی صاف تصریح فرمادی ہے۔ یہ روایت حسب ذیل ہے:

قال ابن الجوزی انہ روی القاضی أبو یعلیٰ فی کتابہ "المعتقد فی الاصول" بسندہ عن صالح بن احمد بن حنبل انہ قال: قلت لأبي یا أیت یزعم بعض الناس

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب "المعتقد فی الاصول" میں بسند صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے والد بن زکوار سے عرض کیا کہ اباجان! بعض لوگ اس امر کے مدعی ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت رکھتے ہیں

۱۰. مجروح فتاویٰ ابن تیمیہ ۵ - ۳ - ص ۴۱۲

واضح رہے کہ علماء حابلہ میں بہت سے اکابر ائمہ کا عمل بھی اسی قول پر ہے
چنانچہ حافظ ابن کثیر نے "السبایہ والنہایہ" (ص ۲۲۳ ج ۸) میں جہاں
واقعہ حترہ کے سلسلہ میں ان حدیثوں کا ذکر کیا ہے جن میں یہ مضمون آتا ہے کہ
"ای لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے جو اہل مدینہ کو ظلی خوف میں مبتلا کریں۔"
وہاں ان کو بیان کر کے منسراتے ہیں :

وقد استدلل بهذا الحديث
وامثاله من ذهب إلى
الترخيص في لعنة يزيد بن
معاوية وهو رواية عن
احمد بن حنبل، اختارها

اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری
حدیثوں سے ان حضرات نے استدلال
کیا ہے جن کی رائے یہ ہے کہ یزید بن معاویہ
پر لعنت کرنے کی اجازت ہے۔ اور امام
احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت میں

۱۔ تفسیر ظہری ج ۸۔ ص ۳۳۳۔ طبع دولہ ۱۳۹۶ھ۔ سورہ محمد۔ آیت ۲۲-۲۳

الحلال والیوم بکر عبد العزیز یہی واراد ہے اور اسی کو خلل، ابوبکر عبد العزیز
والقاسمی ابو یعلیٰ وابنہ قاسمی ابو یعلیٰ اور ان کے صاحبزادے قاسمی ابو یعلیٰ نے
القاسمی ابو الحسین وانتصر اختیار فرمایا ہے اور حافظ ابو الفریح ابن الجوزی نے
لذلت ابو الفریح ابن الجوزی ایک مستقل تصنیف اس بار میں لکھ کر اسی روایت کی
فی مصنف مفرد وجوز لعنتہ تائید کی ہے اور نیز پر لعنت کرنے کو جائز بتایا ہے۔

اب سوچئے امام احمد بن حنبل کی "کتاب الزہد" میں اگر اس خلیفہ فاسق
یزید بن معاویہ کا ذکر زیادہ عباد میں ہوتا تو اس سے ائمہ خاندان امام خلل،
ابوبکر عبد العزیز، قاسمی ابو یعلیٰ، ان کے فرزند قاسمی ابو الحسین، حافظ ابن الجوزی
اور علامہ ابن تیمیہ جیسے اکابر ائمہ خاندان واقف ہوتے یا قاسمی ابوبکر بن العربی ناصبی؟
قاسمی ابوبکر بن العربی کی سچو قاسمی ابن العربی کی اس حرکت پر ہمیں بے اختیار
وہ اشارہ یاد آگئے جو ان کی زبان میں خلف بن حراویب نے کچھ ہی فرطتے ہیں

یا اھل حصص ومن بہا اوصیکم

بالبز والتقویٰ وصیۃ مشفق

اے حصص کے رہنے والو اور جو بھی وہاں ہوں تم کو ایک مشفق کی طرح نیکی اور
تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔

فخذوا عن العربی اسماء الذبحی

وخذوا الروایۃ عن امام متقی

اس ابوبکر ابن العربی سے افسانہ ہائے شب تو سن لو! مگر حدیث کی روایت کسی
متقی امام سے ہی کرو۔

ان الفتنی حلوا الکلام مہذب

ان لہ یجد خیرا صحیحاً یخلق

یہ نوجوان بڑا شیریں کلام اور بہذب ہے، اے اگر صحیح حدیث نہ ملے تو اپنی طرف
سے گڑبہ لیتا ہے۔

خلف کو ان اشعار کے کہنے کی نوبت اس لیے پیش آئی کہ اشبیلیہ (واقع اندلس)
میں نقباء کی ایک مجلس جمی ہوئی تھی۔ ابوبکر بن العربی اور دوسرے حضرات بھی وہاں موجود
تھے ابن العربی بھی شرکت مجلس تھے مجلس میں ملی مذاکرہ جاری تھا۔ حدیث "مغفرہ"
کا ذکر پھر اتوا بن العربی نے کہا کہ یہ حدیث صرف بروایت "مالک عن الزہری" معروض
ہے اس پر ہمارے قاسمی جی ابن العربی فرما سنے لگے

قد رویتہ من ثلاثۃ عشر طریقاً میں نے امام مالک کے علاوہ تیرہ سندوں سے
غیر طریق مالک۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

یہ دعویٰ سنیں کہ حاضرین دمک رہ گئے اور انہوں نے ان کی خدمت میں
درخواست کی کہ براہ کرم ہم کو اس سلسلے میں استفادہ کا موقع عنایت فرمایا جائے۔
چنانچہ ابن العربی نے حاضرین سے روایت کو بیان کرنے کا وعدہ تو کر لیا مگر بعد کو کچھ
نہ بتا سکے۔ ادیب مذکور نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر ان کی سچو میں یہ اشعار نظم کر دیئے۔
حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں اس سارے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

قلت هذه حکایۃ ساذجة لاندل میں کہتا ہوں یہ ایک سادہ سا واقعہ ہے جو
علی جرح صحیح، ولعل القاسمی صحیح جرح پر دلالت نہیں کرتا اور شاید قاسمی
وہم وسری فکرہ الی حدیث جی کو وہم ہوا اور ان کا خیال کسی اور حدیث
فظتہ هذا والشعراء کی طرف چلا گیا جس کو وہ یہی حدیث گمان
یخلقون الا فلک بنہ کر بیٹھے اور شعراء تو غلط بیانی کرتے ہی رہتے ہیں

ہیں بھی حافظ ذہبی سے ان کے بارے میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں جس طرح اس
واقعہ میں ان کا خیال اس حدیث میں دوسری حدیث کی طرف منتقل ہو گیا اور وہ اسی
حدیث کو تیسرے سندوں سے روایت کرنے کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے ہی نامصیت کی
خوشت نے حضرت یزید بن معاویہ غمی کوئی بڑے نام کو دیکھ کر ان کے دماغ کو اپنے
مدوح یزید کی طرف جو ایک سفاک ظالم بادشاہ تھا پھیر دیا اور یہ لے اپنے خیال
میں عابد و زاہد سمجھ بیٹھے۔

چھٹا شبہ

مستفتی کو یہ پیش آیا ہے کہ امام غزالی فرماتے ہیں "یزید نے نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دیا اور نہ ہی اس پر رضا مند تھا اور یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

یزید کے جرائم کی فہرست طویل ہے | اس کا جواب یہ ہے کہ یزید پر صرف قتل حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کا الزام نہیں بلکہ اس کے جرائم کی فہرست طویل ہے۔ وہ بے نوثی بھی تھا اور تارکِ صلوٰۃ بھی۔ اُس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو قتل نہیں کیا بلکہ مدینہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قتل عام کر لیا، حرم نبوی کی بے حرمتی کی، بیت اللہ کی حرمت کو پا مال کیا۔ متغنیق سے میں حرم کعبہ میں گولہ باری کی جس سے کعبہ شریف کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔

امام غزالی کے فتویٰ کی تنقیح | امام غزالی نے اپنے فتویٰ میں ای جراثیم کے ارتکاب سے یزید کی برأت نہیں کی ہے، نہ اس کی اس سلسلہ میں کوئی صفائی پیش کی ہے۔ بالفرض مان لیا جائے کہ یزید نے قتل حسین کا حکم نہیں دیا نہ وہ ان کے قتل پر راضی تھا مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ حضرت حسینؑ کی شہادت اس کے ہاتھوں نہیں تو اس کے عمالی بد اعمال کے ہاتھوں قیسمائے عمل میں آئی ہے۔ پھر جب اس نے نان کے قتل کا حکم دیا تھا نہ وہ اس پر راضی تھا تو آخر اپنے عمال سے اس سلسلہ میں اُس نے کیا باز پرس کی؟ اس کے بارے میں بھی امام غزالی خاموش ہیں اور سب بڑھ کر ایمر غریب ہے کہ تاریخ اس ملک کو اٹھا کر ان کے اس فتویٰ کو اول سے آخر تک پڑھ لیجئے اس میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ یزید متقی اور پرہیزگار آدمی تھا۔ اور نہ یہ ذکر ہے کہ وہ حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں حق بجانب تھا۔ اس فتویٰ میں تو صرف دو مسئلوں پر کلام ہے ایک تو یہ کہ اس پر لعنت کرنا مناسب نہیں کیونکہ امام غزالی کسی متغنیق پر اس کا نام لے کر لعنت کرنے

کے روادار نہیں خواہ وہ کافر ہو یا فاسق۔ کچھ یزید کی اس مسئلہ میں تخصیص نہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حقیقت کا معلوم کرنا کہ فی الواقع یزید قتل حسینؑ سے راضی تھا، سخت دشوار ہے۔ امام غزالیؒ کے اس شبہ کا جواب حافظ محمد بن ابراہیم وزیر بیانی نے "الروض الباقی فی الذب عن شیعۃ ابی القاسم" میں اجمالی طور پر حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے: "وفاقی ہے:

ولما حکى ابن خلكان كلامه | اور جب ابن خلكان نے حافظ محمد بن ابراہیم کے اس فتویٰ کو نقل کیا (کہ جس میں یزید پر لعنت للعافظ عمار الدین ہذا | اور بعد کلاماً رواہ عن الغزالی | ایک فتویٰ بھی نقل کیا جو اس امر کا ثبوت ہے کہ غزالی بعدہ ذلک شاهد براءۃ | الغزالی من القول بقصوب | یزید فقتل الحسين واما تکلم فی مثلین غیر ذلک | تحذیر اللعن ولم یخص یزید فہو مذهبہ فی کل فاسق و کافر۔ کما رواہ عند النوری فی الاذکار۔ وقد ذکر النوری ان طاهرا لاضبار خلاف ذلک وقد أفردت الکلام علی ذلک فی کتابہ وثانیہما

القول بأن العلیر بمنأ | اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا یقینی ظم یزید بقتل الحسین متذذ | ولیس فہلہ انواع ولواقر یزید بلفظ صریح وسمعتہ ذلک منہ لم یعلمہ ان باطنہ کما اظهر وقد جہل

ایک مستقل جہز اس مسئلہ پر تحریر کیا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا یقینی ظم کہ واقعی یزید قتل حسینؑ سے راضی تھا، محال ہے اور ہمیں بھی اس میں نزاع نہیں۔ بالفرض اگر یزید صاف اور صریح الفاظ میں بھی قتل حسینؑ کا مقرر ہوتا اور خود بھی اس کی زبانی اس کے اس اقرار کو ہم سُن لیتے تب بھی اس کا یقین نہیں ہو سکتا تھا

یہ سبہ زید کے دو بر حکومت کا نقشہ جس کی تصویر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی منقشہ نگار جامع تقریر میں کھینچ کر رکھ دی ہے۔ اب یہ چھٹی غزالی یا ان کے پرستار خود حل کریں کہ جس قوم نے حضرت حسینؑ کا محاصرہ کیا تھا وہ زیدی فوج نہیں بلکہ جنات و شیاطین تھے۔ اور ابن خلکان قات سے نہیں بلکہ کاف سے "ابن خلکان مبع

امام کیا ہر اسی کا فتویٰ کہ زید ملعون ہے | اسی تاریخ ابن خلکان میں امام غزالی کے فتوے کے ساتھ ان کے استاد بھائی شمس الاسلام امام ابو الحسن علی بن محمد طبری الملقب عماد الدین المعروف بالکلیا ہر اسی (جن کے بارے میں خود مورخ ابن خلکان نے حافظ عبد الغافر فارسی سے نقل کیا ہے کہ وہ کان ثانی الغزالی (یہ غزالی ثانی تھے) کا یہ فتویٰ بھی نقل ہے کہ :

وسئل الکلیا یعنا عن زید الکلیا سے بھی زید بن معاویہ کے بارے میں فتویٰ بن معاویہ فقال انہ پوچھا گیا تھا انہوں نے فرمایا کہ زید صحابی نہیں لہٰذا لیکن من الصحابة لانه تھا کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایام خلافت ولد فی ایام عمر بن الخطاب میں پیدا ہوا تھا۔ رہا سلف کا قول اس پر لعنت رضی اللہ عنہ و اما قول السلف کے بارے میں تو امام احمد کے اس بارے میں دو فی لعنتہ فقیہ لا محمد قول ہیں۔ ایک میں اس کے ملعون ہونے کی طرف قولان تلویح و تصریح و اشارہ ہے دوسرے میں اس کی تصریح ہے اور لما لث قولان تلویح و تصریح امام مالکؒ بھی دو قول ہیں ایک میں اس پر لعنت کا ولا فی حنیفة قولان اشارہ دوسرے میں تصریح ہے اولاً ابو حنیفہ کے ملے ہمارے پاس مستطاب آیا اس میں قات ہی مرقوم ہے۔

سہ تاریخ ابن خلکان "اب تک بابر بطبع ہو چکی ہے ایک فہرستان میں اور تین دفعہ مصر میں اس کے تمام مطبوعہ نسخوں میں "عمر بن الخطاب" ہی مذکور ہے لیکن علیہ کمال الدین میری نے "حیوة النبیان" میں زیر عنوان "نہد" اور مورخ ابوالعباس کرمانی نے "آخبار الدول" (ص ۱۲۰) میں اس فتویٰ کے جو الفاظ ذکر کیے ہیں ان میں "عمر بن الخطاب" کی بجائے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مذکور ہے اور یہی صحیح ہے

تلویح و تصریح و بھی اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر لث قول و لحد التصريح لث قول و لحد التصريح لعنت کا اشارہ ہے، دوسرے میں اس کی تصریح ہے۔ دون التلویح و کیف اور ہمارا تو بس ایک ہی قول ہے جس میں اس پر لعنت کی لا یكون كذلك وهو تصریح ہے، اشارہ کنایہ کی بات نہیں اور وہ الملاعب بالزود والمتصيد کیوں ملعون نہ ہو گا حالانکہ وہ زود کھیلتا تھا۔ بالفہود و مد من الخمر چیتوں سے شکار کرتا تھا۔ شراب کا رسیا تھا، شراب و شعور فی الخمر معلوم، کے بارے میں اس کے اشعار سب کو معلوم ہیں۔ ومنہ قوله : منہ ان کے یہ اشعار بھی ہیں :

أقول لتعجب فنت الکاس شلمہم وداعی صبا بات الهوی و بترتہم میں اپنے ان تصویر کے کہتا ہوں کہ جن کو جام شراب کی بجائے اور شوق محبت کا دلی ترنم دینا ہے خذ و ابتصیب من نعیم ولذۃ فکل وان طال المدی يتعصر من نعمت ولذت میں پناحت کے لو کیونکہ ہر ایک کو خواہ اس کی مدت کتنی ہی دراز کیوں ہو آخر ختم ہو جاتا۔ ولا تترکوا یوم السرور الى غدا قربت غدا یاتی بما لیس یعلم اور آج کے یوم مسرت کو کل پر نہ ڈالو کیونکہ بہت سے آنے والے کل ایسی کیفیت لے کر آجائے ہیں جس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔

و کتب فصلاً طریلاً ثم قلب اس کے بعد الکلیا نے ایک طویل فصل اسی موضوع پر الورقة و کتب لومئذ لکھ ڈالی۔ اور پھر ورق الٹ کر اس پر یہ لکھ دیا اگر بیاض لدوت العنان مزید اوراق مجھے دیئے جاتے تو میں اس شخص کی فی محازی هذا الرجل کے رسوائیوں کے بیان میں عنان قلم کو مزید تیز کر دیتا۔ غزالی اور کیا ہر اسی دونوں شافعی مذہب کے فقیہ ہیں، ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔ غزالی مورخ و محدث نہیں، کیا ہر اسی محدث بھی ہیں اور تاریخ سے واقف بھی، پھر ای کا فتویٰ کیوں قابل قبول نہیں ؟

ملے وہی بات ہوئی ع بابر بعیش کوش کو عالم دوبارہ نیست سہ تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۳۲۴ طبع لولاق مصر

حافظ ابن الوزير میانی نے غزالی کے فتویٰ کا تفصیلی رد لکھا ہے

حافظ محمد بن ابراہیم ابن الوزير میانی نے جن کو قاضی شوکانی "البدیع الطالع" میں حافظ ابن تیمیہ کا ہمسر و ہم پلہ جانتے ہیں اپنی مشہور مؤلفہ تصنیف "العواصم والعواصم فی الذنب عن حسنة الی القائم" میں جو "مشیعہ زیدیہ" کے رد میں ان کی بے نظیر کتاب ہے امام غزالی کے اس فتویٰ کی خوب پرست کنندہ ترویج کی ہے اور ان کے استدلال کے ایک ایک جزو کا تار پود کھیر کر رکھ دیا ہے۔

یزید پر لعنت کے بارے میں | اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی "تکلیل الایمان" شیخ عبدالحق کی رائے میں فرماتے ہیں :

در اصل عادت و شیعہ اہل سنت ترک است و لعن ہست کہ المؤمنین میں لہجائی ہے لعنت پر مخصوص شخصے اگرچہ کا ضرر بود جائز نہ اندازد چہ دالی کہ عاقبت کاراد بہ ایمان و سعادت بود مگر آنکہ یہ یقین معلوم شد کہ موت و سے برکفر و شقاوت است۔ تا آنکہ بعض در یزید شریقی نیز توقف کنند و بعض براہ غلو و افراط در شان و سے و موالات و سے روند و گویند کہ سے بعد از آن کہ بر اتفاق مسلمانان امیر شد اٹھا و سے بر امام حسین واجب شد فتوہ بائند من بذالقول و من خذ الالاعتقاد کہ سے باوجود امام حسین امام المیر شود و اتفاق مسلمانان بر و سے کے

در اصل اہل سنت کا وطیرہ اور عادت یہ ہے کہ وہ لعنت اور سب و شتم سے بچتے ہیں۔ کیونکہ مؤمن کا کام لعنت کرنا نہیں ہے۔ وہ کسی بھی مخصوص شخص پر اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کو روا نہیں رکھتے۔ کیا پتہ کہ اس کا انجام ایمان و سعادت پر ہو الایہ کہ یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ اس کی موت کفر و شقاوت ہی پر ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض حضرات یزید شریقی کے بارے میں بھی توقف کرتے ہیں اور بعض اس کی شان میں غلو اور انرا کرتے ہیں اور اس کی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ چونکہ مسلمانوں کے اتفاق کے امیر ہوا تھا لہذا اس کی اطاعت امام حسین کی رائے پر واجب تھی۔ ہم ایسی بات اور ایسے اعتقاد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ امام حسین

شد جسے از محاسبہ کہ در زبان اولیوںند و اولاد اصحاب ہم منکر و خارج از اطاعت او بودند نعم جماعہ از مدینہ مطہرہ بشام نرو و سے کر ہا و جبراً رفتند و او جابرہ ہستہ سنی و مانده ہستہ بنی نرو ایشان نہادہ۔ بعد از ان کہ عالی قباحت مآں او را دیدند مدینہ باز آمدند و خارج بیعت او کردند و گفتند کہ و سے عدوان شد و شائب خمر و تارک سلا و زانی و فاسق و مستحق محارم است و بعضے دیگر گویند کہ و سے امر بقتل آنحضرت نکردہ و بدان راضی نہ بود و بعد از قتل و سے و سے سرور و مستبشر شدہ و این سخن نیز مردود و باطل است چہ عدوت آن سے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار و سے بقتل ایشان و اذلال و اہانت او عراشان را بدرجہ تو اہر معنوی رسیدہ است و انکار آن تکلف و مکارہ است و بعضے دیگر گویند کہ قتلی امام حسین کبیرہ است و قتل نفس مؤمن با حق کبیرہ است

کے ہوتے ہوئے وہ امام اور امیر ہو اس کے امیر ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کی ایک جماعت جو اس کے زمانہ میں تھی اور صحابہ زادے بھی اس کی اطاعت سے خارج اور اس کی خلافت سے منکر تھے۔ ہاں مدینہ مطہرہ کی ایک طاقت جبراً کر ہا اس کے پاس شام گئی تھی اور یزید نے ان کو بڑے بڑے انعام اور لذت و عوتوں سے نوازا بھی، لیکن یہ حضرات جب اس کا حال قباحت مآں دیکھ کر مدینہ منورہ واپس ہوئے تو اس کی بیعت توڑ دی اور صاف بتا دیا کہ وہ دشمن خدا تو ہے نوش، تارک صلوٰۃ، زانی، فاسق اور فحشاء الہی کا حلال کرنے والا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے آنحضرت کے قتل کا حکم ہی نہیں دیا اور نہ وہ آپ کے قتل پر راضی تھا اور نہ آپ کی اور اہل بیت کی شہادت پر خوش ہوا اور نہ اس پر اس نے کچھ خوشی کا اظہار کیا اور یہ بات بھی مردود و باطل ہے کیونکہ اہل بیت نبوی سے اس بد بخت کی عدوت اور ان حضرات کے قتل پر اس کا خوشیاں منانا اور خاص طور سے ان حضرات کی تذلیل و اہانت کرنا تو اتر معنوی کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور ان امور کا انکار محض بناوٹ اور زبردستی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل جناہ کبیرہ ہے کیونکہ کسی مؤمن کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہی ہے

و کفر و لعنت مخصوص بکافران است
و لعنت شجرہ کی اور اب این تاویل
با احادیث نبوی کہ ناطق اند آنگہ
بغض و عداوت و ایذا و اہانتی ظاہر
و ادلا و او موجب بغض و ایذا و اہانت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است
چہ بے گویند و آن سبب کفر و موجب
لعن و خلود و ناچشم است بلا شک
بموجب آیت **إِنَّ الْكَافِرِينَ لَيَكُونُونَ**
لِلنَّارِ أَلْبَدَ (بے شک جو لوگ ستلے
ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان کو محض کافران
نے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے
ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے) بلا شک سبب
کفر ہے جس کی بنا پر لعنت اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں
رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور بعض دوست
لوگ کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا پتہ نہیں شاید
اس نے کفر و معصیت کے ارتکاب کے بعد
توبہ کر لی ہو، اور آخری سانس میں توبہ ہی کی حالت
میں گیا ہو "احیاء العلوم" میں امام غزالی کا میل
بھی اسی حکایت کی طرف ہے اور بعض علماء
سلف و اعلام امت شیعہ امام احمد بن
حنبل و امثال او بر وے لعنت
کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال شدت
و عصبیت و در حفظ سنت و شریعت ارد

در کتاب خود لعنت دے را از
سلف نقل کرده است۔ و بعضے
من کردہ اند و بعضے متوقف ماندہ اند
لعن یزید میں اختلاف علماء کی بابت
شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحقیق
شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی میں یہ بیان فرمائی ہے
و در لعن یزید توقف از انی جہت
است کہ روایات متعارضہ و متخالفہ
از ان پلید در مقدمہ شہادت امام
حسین وارد شدہ۔ از بعض
روایات رضا و استبشار و اہانت
اہل بیت و خاندان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مفہوم میگرد
و کسانیکہ این روایات در نظر آنہما
مرج واقع شدہ حکم یحییٰ و نمودند
چنانکہ احمد بن حنبل و کیا ہر اسی از فقہائے
شافعیہ و دیگر علمائے کثیر۔ و از بعضے
روایات کراہت ابن امر و اب بر
ابن زیاد و اعوان او و نہ امت برین
کار کردہ است تو اباب و بوقوع آمد
معلوم می شود کسانیکہ این روایات
نزد ایشان مرجع شد از لعن او
اسی کتاب میں یزید پر لعنت کرنے کو سلف سے
نقل کرتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں اور بعض
اس سلسلہ میں توقف سے کام لیتے ہیں۔
یزید پر لعنت کرنے نہ کرنے کے بارے میں
علماء میں جو اختلاف ہے اُس کی وجہ
شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی میں یہ بیان فرمائی ہے
یزید پر لعنت میں توقف کی وجہ یہ ہے کہ امام
حسین کی شہادت کے بارے میں اس پلید
کے متعلق متضاد و مخالفت روایتیں ملی ہیں
بعض روایات تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یزید،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور آپ
کے اہل بیت کی اہانت پر شادان و فرحان تھا
جن حضرات کی نظر میں یہ روایات الجمع قرار پائیں
انہوں نے اس پر لعنت کا حکم دیا چنانچہ امام احمد
بن حنبل اور فقہائے شافعیہ میں سے کئی ہر اسی
اور دوسرے بہت سے علماء کی یہی رائے ہے
اور بعض روایات سے اس امر کی کراہت اور
ابن زیاد اور اس کے اعوان و انصار پر عتاب
اور اس کام پر نہ امت کہ جو اس کے نابوں کے
ہاتھوں و قوت میں آیا معلوم ہوتا ہے۔ سو جن
لوگوں کے نزدیک یہ روایتیں قابل ترجیح ہوتیں
انہوں نے اس پر لعنت کرنے سے منع کیا۔

منع نمودند چنانچہ امام حجت الاسلام
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے علما
شافعیہ و اکثر علمائے حنفیہ و جاعتے
از علمائے کربلا و آنحضرت و روایت
ستار عن مشہد و ترجیح یک طرفہ
دیگر حاصل شد بنا بر اجماع توقف
نمودند ہمین است واجب بر علماء
عند التعارض و هو قول الباقی حنفیہ
آرے و بعض شیعہ و ابن زیاد کہ
رضا و استخبار آنها با نفع شیعہ
قطعی است من غیر التعارض بمحکم
و ادیان توقف نیست

یزید پر جب لوگوں نے پھٹکار کی تو
قتل حسین پر اظہارِ ندامت کیا۔

مذکور ہیں سر سے کوئی تعارض ہے ہی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ پہلے
یزید قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت خوش تھا۔ بعد کو جب مانوں نے ہر طرف
سے اس پر لعنت اور پھٹکار شروع کی اور اہل اسلام کی نظر میں وہ حقیر ہونے لگا
تو پھر اس نے اظہارِ ندامت شروع کر دیا چنانچہ حافظ سیوطی تاریخ الخلفاء میں
لکھتے ہیں :

ولما قتل الحسين وبنو ابيہ جب حضرت حسین اور ان کے بھائی شہید
بعث ابن زیاد برومہم کر دیئے گئے تو ابن زیاد نے ان شہداء کے
سے غلط کہی نہ ہو امام ابوحنیفہ سے یزید پر لعنت کے بارے میں توقف کی تصریح ثابت نہیں ہے
ان سے جو کچھ منقول ہے وہ تعارض روایات کے وقت توقف کا قائل ہے۔ یزید کے بارے میں خود ان کی
تصریح آگے آرہی ہے کہ اس پر لعن جائز ہے۔ صفحہ ۱۰۰ طبع مکتبہ انوار

الیزید فسق قتلہم سرور کو یزید کے پاس بھیجا۔ وہ اول تو اس پر
اولاً شہر مندم لہما مقته بہت ہی خوش ہوا پھر حسب انوں نے اس سے اس
المسلمون علی ذلک پر پھٹکار شروع کی اور اس سے نفرت کرنے لگے تو اس نے
و ابغضہ الناس و حق اظہارِ ندامت کیا اور مسلمانوں کو تو اس سے نفرت
لہم ان یغضوه

خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں بھی یزید ہی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
عنه کا قاتل ہے۔ چنانچہ "تحفہ اشاعہ" میں فرماتے ہیں :

و بعض قتل انبیاء و پیغمبر زادہ ہوا اور بعض انبیاء اور پیغمبر زادوں تک کو قتل
مینا یند مشہد یزید و اخوان اولہ کرتے ہیں جیسے کہ یزید اور اس کے معنوی
بھائی ہوئے ہیں۔

یزید پر لعنت کے بارے میں اور یزید پر لعنت کے بارے میں بھی خود حضرت
شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ شاہ صاحب ممدوح کی جو رائے ہے وہ ان کے
مشہد شاگرد مولانا سلامت اللہ صاحب کشفی نے "تحریر الشہادتین" میں نقل
کر دی ہے فرماتے ہیں :

درین شک نیست کہ یزید پلید اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید پلید ہی حضرت
آمر و راضی و مستبشرانہ قتل حسین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا
بود و ہمین است مذہب مختار اور اس پر راضی اور خوش تھا اور یہی جمہور اہل سنت
جمہور اہل سنت و جماعت۔ چنانچہ و جماعت کا پسندیدہ مذہب ہے۔ چنانچہ معتزلیہ
در کتب معتدہ مثل مفتاح النجا "مرزا کتابوں میں جیسے کہ مرزا محمد حبیب کی "مطلع النہار
محمد حبیبی و" مناقب السادات اور ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی
ملک العلماء قاضی شہاب الدین کی "مناقب السادات" اور ملا سعد الدین قاضی
دولت آبادی و "شرح عقائد نسفی کی "شرح عقائد نسفیہ" اور شیخ عبدالحق محدث

ملا سعد الدین تفتازانی و تکمیل الایمان « دہلوی کی » اور ان کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیر ان ازاں اسفار مستبرہ باشواہد و دلائل مذکورہ و مسطور است و لہذا العی فی ملعون بہ حج قافلہ و براہین ساخطہ ثابتہ کردہ اند۔ و مختار اتم الحروف و اساتذہ صوری و حنفی ماہمین است کہ یزید کمر ورامنی و مستبرہ بقتل حسین پورہ و مستحق لعنت ابدی و وبال و نکال سردی است و اگر تامل بکار رود قصرہ مجرد لعنت در حق آن ملعون تصور نیست کہ مقصود بر آن نباید بود چنانچہ اساتذہ البرہ صاحب تحفہ اشنا عشریہ « علیہ الرحمۃ » و رسالہ « حسن العقیدہ » در شاہیہ کہ بر کلمہ « علیہ مایستحقہ » تعلیق فرمودہ اند افادہ مینمایند کہ « علیہ مایستحقہ » کنایہ است از لعنت ۔ « و الکناۃ الیغ من القصر » از قواعد مشہورہ عربیت است مع ہذا در لہا مایستحقہ تفسیر و تفسیر است کہ در قصر بلغظ لعنت فوت میگردد چنانچہ در تفسیر فقہ شیعہ صحت الیستہ ما غیشہ مذکور می شود

و حق اینست کہ اکتفا بر محض لعنت در حق یزید تصور است زیرا کہ این مستدر را جزاء مطلق قتل وین مقرر کردہ اند قال اللہ تعالی و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ اذ جہنم خالدا فیہا و عقبت اللہ علیہ و لعنتہ و أخذ لہ عذابا عظیما و یزید را درین عمل زیادتیست کہ غیر او دوست ندادہ و آن زیادتیست را جزاء استحقاق او حوالہ نتوان کرد کہ علم بشر از معرفت خصوصیت آن عاجز است ۔ واللہ اعلم و علما حکم انتہی کلام الشریف (یہاں حضرت شاہ صاحب کا ارشاد و ختم ہوا) معلوم ہوا کہ بلا میں جو مظالم کیے گئے ان کی بنا پر شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک « یزید » حق تعالی کے اس قدر قہر و غضب کا سزاوار ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے اس پر لعنت کرنا تو کچھ بھی نہیں لہذا بہتر ہے کہ اس کے معاملہ کو حق تعالی کے سپرد کر کے اس کے بارے میں یوں کہنا چاہیے « علیہ مایستحقہ » کیونکہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ اس کے کس قدر غضب کا مستحق ہے بعض لعنت کرنے سے اس لیے کہتے ہیں اور بعض حضرات یزید پر اس لیے کہ کہیں اس کے گتہ کم نہ ہوں ۔ لعنت کرنا مناسب خیال نہیں کرتے کہ اس طرح اس کے گناہ اور کم ہوں گے ۔ چنانچہ مولانا غلام ربانی ازاتہ الخطار

فی رد کشف الغطاء " میں لکھتے ہیں :

و ظاہر است کہ لعنت لعن ملعون موجب اور ظاہر ہے کہ لعن ملعن کرنے سے اس کے سقوط و ذر از مطعون میگرد و لهذا وبال میں کمی آتی ہے جس کے بارے میں لعن زبان پر لعن اولودہ نمی کنند و در زبان یزید پلید را بتخفیف و ذر مشارمان نمی سازند بلکه می خواهند بچکان حاصل و ذر گراں بود مقصود المستن باشد لیث

بعض کے پیش نظر مصلحت ہے کہ ہمیں سلسلہ آج تک بڑھ جائے لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے پیش نظر یہ مصلحت بھی ہے کہ ہمیں عوام یزید پر لعنت کرتے کہتے بزرگوں تک نہ پہنچ جائیں جیسا کہ رافضیوں کا شعار ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

فان قيل فمن علماء المذهب پھر اگر یہ کہا جائے کہ بعض علماء مذہب شافعی من لم يجوز لعن علی یزید میں ایسے بھی ہیں کہ جو یزید پر لعنت کرنے کی اجازت مع علمہم بانه يستحق ما نہیں دیتے حالانکہ ان کو یہ علم ہے کہ وہ لعنت یربو علی ذلك و یزید سے بھی بڑھ کر اور زیادہ وبال کا مستحق ہے تو قلنا تحامیاً عن ان یرفع الی ہم کہیں گے کہ یہ منع کو نا اس احتیاط کی بنا پر الاعلیٰ فالاعلیٰ کما هو شعار ہے کہ ہمیں یہ سلسلہ ترقی کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ تک الی روافضی نہ پہنچ جائے جیسا کہ روافضی کا شعار ہے۔

مہ من ۳۵ - ۴۶ طبع مطبع محب کشور ہند میرٹھ ۱۳۱۲ھ

سکہ من ۳۰ ج ۲ طبع تنظیمینہ

مگر جیسا کہ ہم نے سابق میں تحریر کیا ہے یزید کی فرد جرم میں صرف قتل حسین ہی کا اندراج نہیں بلکہ اس کے گنہوں کی فہرست بڑی طویل ہے آخر اس کے کس کس گنہ کا انکار کیا جائے گا۔ پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے اسے ایک بار پھر پڑھ لیجیے جہلوم ہو جانے کا کہ اس امت کے ہلاکوؤں میں اس کا نام سرفہرست ہے۔

قریب سے یار و روز محشر تجھے گنا گشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبان بخبر لہو پکا ہے گناستیں کا

یہ تو بات ہوئی اس کے جرائم اور قبائح کی، رہا اس پر لعن کا مسئلہ تو اس تفصیل بحث سے آپ نے بخوبی اندازہ لگالیا ہو گا کہ جن علماء نے بھی یزید پر لعن سے روکا ہے وہ اس لیے نہیں کہ یزید کوئی بھلا آدمی تھا بلکہ دوسرے مصلح کے پیش نظر اس کو مناسب نہیں سمجھا۔

یزید پر لعن کے بارے میں ائمہ اہل سنت میں امام احمد بن حنبل کا جو مقام امام احمد کی تصریح ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ پہلا ہی جن چار اماموں کی فقہ کو قبولیت عام اور شہرت و دوام نصیب ہوئی اور جن کے مذہب پر آج تک مسلمہ رائج چلا آتا ہے، ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ یزید کے بارے میں ان کی تصریح آپ پانچویں شبہ کے جواب میں پڑھ چکے ہیں۔

(۱) لا ینبغی ان یرد علی عنہ اس سے کوئی روایت نہیں کرنا چاہیے۔
(۲) دھل یحب یزید احد کوئی بھی شخص جس کا ایمان اشرار اور روز آخرت پر ہم بھلا یؤمن بالله والیومہ الآخر وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے ؟
(۳) لعل لا یلعن رجل لعنہ آخر اس شخص پر کیوں لعنت نہ کی جائے کہ جس پر حق تعالیٰ اللہ فی کتابہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے ؟

پھر یزید کے ملعون ہونے کی دو وجہیں بیان کیں (۱) ایک فساد فی الارض -

(۲) دوسرے قتل رحمی، پھر فساد فی الارض کی تفصیل میں فرمایا :

اولیس هو الذی فعل باھل کیا یہ وہی نابکار نہیں جس نے اہل مدینہ پر وہ المدینۃ ما فسل - ظلم توڑا جو بیان سے باہر ہے۔

اور تعلق رحمی کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ میدانِ کربلا میں اہل بیت معنوی اللہ علیہم اجمعین پر کیا جینی ذرا بھی قرابت کا پاس و لحاظ نہیں کیا گیا۔

یزید پر لعن کے بارے میں امام اعظمؒ
اور دوسرا اثر حنفیہ کی تصریحات
یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مطالبہ نہیں کیا گیا
میں منقول ہے کہ اکابر حنفیہ میں امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ المتوفی ۳۲۰ھ نے
”احکام القرآن“ میں یزید کو لعین کہا ہے چنانچہ اُن کی تصریح پہلے شبہ کے جواب میں
گزر چکی ہے۔

امام جصاصؒ امام جصاص کا شمار مجتہدین فقہاء حنفیہ میں ہے۔ صاحبِ ہدایہ ان کی
تخریجات کو اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں اور صاحب الاختیار تعلیل الخیار نے ”کتاب الشہادت“
میں امام محدود کے متعلق لکھا ہے :

ولقد تصفحت کثیراً من کتب
ابی بکر الرازی فمأیة راجع علی
قول ابی حنیفة قول غیرہ إلا
فی هذه المسئلة
میں نے ابو بکر رازی کی کتابوں کو بہت کھنگالا ہے
مگر سوائے اس ایک مسئلہ کے میں نے کبھی
نہیں دیکھا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے قول پر
دوسرے کے قول کو ترجیح دی ہوگی

امیر بخاری کا فتویٰ بعد کے اکابر علماء حنفیہ میں امام طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری
المتوفی ۷۸۰ھ ”خلاصۃ الفتاویٰ“ میں رقمطراز ہیں :

اللعن علی یزید بن معاویة لا یزید بن معاویة اور اسی طرح حجاج پر لعن نہ کرنا چاہئے
یسنعی ان یفصل وکذا علی (مصنف کتاب) امام طاہر بخاری رحمہ اللہ نقلے
الحجاج قتال رحمہ اللہ سمعت فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ امام زاہد قوام الدین

سے ملاحظہ ہو جو رجال الشبان والشیب من ارتکاب النبیۃ مولانا عبدالحی فرنگی علی ص ۲۰ طبع ۱۳۸۰ھ
شائع کردہ مکتبہ فاروقین کو پایا۔

سے یعنی یہاں صاحبِ بیچ کے قول پر فتویٰ دے دیا کہ شہود کا ترکہ تمام حقوق میں ہونا چاہئے حالانکہ
امام صاحب کے مذہب میں مرتد حدود قصاص میں ترکہ ضروری ہے۔

عن الشیخ الامام الزاهد صفاری سے سلسلہ وہ اپنے والد یزید کو گوارے نقل
قوام الدین الصفاری اندکان کہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے فرماتے
یحکم من ابیہ اذہ یجوز ذلک و تھے : یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔
یعنی... لا باس باللعن علی یزید

امام قوام الدین صفاری کا تعارف علامہ کفوی نے ان لغتوں میں کیا ہے :
”شیخ الاسلام و امام الائمۃ اؤحد عصرہ فالعلوم الدینیۃ اسولاً
وفروعاً مجتہد زمانہ“ شیخ الاسلام، امام الائمہ اپنے زمانہ میں علوم دینیہ میں
فواء ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے یکتا اور مجتہد عصر تھے۔ اور ان کے والد ماجد
رکن الاسلام ابراہیم بن اسماعیل زاہد صفار امام غزالی کے معاصر ہیں۔ ان کے بابے میں
حافظ سمعی نے ”کتاب الانساب“ میں لکھا ہے کہ ”کان اماماً ورعاً زاهداً“
(یہ امام تھے اور زہد و ورع سے موصوف) فقہ میں امامت کے ساتھ ساتھ بڑے پایہ
کے محدث بھی تھے۔ قاضی خان کے استاد ہیں۔ انہوں نے فقہ کی تعلیم انہی سے حاصل
کی، ان کی وفات ۳۵۰ھ میں ہوئی۔ نسلاً صفاری و اُنکی ہیں، ان کا پورا خاندان اہل علم و
فعل کا خاندان ہے۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشی نے ”الجوہر المصنیعہ“ میں ان کے
ترجمہ میں لکھا ہے : اہل بیت علماء و فضلاء

چونکہ صاحبِ خلاصہ نے ان کے فتویٰ کو آخر میں نقل کیا ہے اور اس سے اپنے
اختلاف کا اظہار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان تینوں ائمہ بخاری (۱)، امام طاہر
ابن احمد بخاری (۲) امام قوام الدین (۳) امام زاہد قوام الدین (۴) امام ابراہیم صفار
بخاری (۵) امام رکن الدین ابراہیم صفار بخاری (۶) المتوفی ۷۸۰ھ

جلد ۳ ص ۲۹۰ طبع نول کشور۔

سے ملاحظہ ہو۔ الفوائد البہیہ فی طبقات الحنفیہ۔ از مولانا عبدالحی فرنگی علی

سے کتاب الانساب و نسبت منار

کے نزدیک یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بالکل جائز ہے لیکن چاہئے نہیں کیونکہ ایسا کرنا فرض واجب یا مستحب نہیں محض مباح ہے۔

امام کردری کا فتویٰ | اور امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البرزازی کردری حنفی المتوفی ۸۲۴ھ فتاویٰ بزازیہ میں رقمطراز ہیں :

اللعن علی یزید یجوز ولکن ینبغي ان لا یفعل وکذا علی الحاجاج ویحکی عن الامام قوام الدین الصفاری انه قال لا بأس باللعن علی یزید ... والحق ان یلعن یزید بناء علی اشتہار کفره وتواتر فظاۃ شتره علی ما عرفت فتاویٰ خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ بزازیہ کا شمار فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں میں ہے معتبر کتابوں میں شمار ہے صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ علامہ ابوالسعود مفتی روم سے جب یہ فرمائش کی گئی کہ ہم مسائل کے بارے میں آپ کوئی کتاب کیوں تالیف نہیں فرماتے ؟ تو جواب دیا کہ انا استحبی من صاحب البزازیہ مجھے فتاویٰ بزازیہ کے مصنف شرم آتی ہے کہ مع وجود کتابہ لانہ مجموعۃ شریفۃ جامعۃ للہمات کما ینبغي۔ یہ فتاویٰ کا اثر قابلِ قدر مجموعہ ہے جس میں بہت سی مسائل کو جیساکہ چاہئے تھا جمع کر دیا ہے۔

لعن کے باب میں کتاب العالم | متاقرین علمائے حنفیہ میں سے جن حضرات نے بھی لعن والستغفار کی عبارت

یزید سے روکا ہے وہ امام غزالی کی رائے سے متاثر ہیں ورنہ اصل مذہب میں مرتکب کبیرہ کے حق میں اگرچہ استغفار افضل ہے مگر اس پر بدعا اور لعنت کی جا سکتی ہے چنانچہ امام عظیم کتاب العالم المستعلم میں فرماتے ہیں۔ متعلم سوال کرتا ہے :

أخبرنی عن الاستغفار الخیر فی عن الامام غزالی کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا افضل ہے یا اس کے حق میں بددعا کرنا یا اختیار فیما بین الدعاء علیہ باللعنة والاستغفار فیتین لہذا کلامہ۔

امام صاحب جواب دیتے ہیں :

الذنب علی منزلتین غیر الا شرک بالله تعالیٰ بناتی الذنبتین ركب هذا العبد فان الدعاء له بالاستغفار افضل وإن دعوت علیہ باللعنة لمرتأ شمر وذلك بانه إذا ركب ذنباً منك وعذوت عنه ولم تدع علیہ کان افضل وإن ركب ذنباً فیما بینہ و بین خالفه بعد أن کان لسم یشرک بالله فرسمہ ودعوت له

شرک کے علاوہ گناہ کے دو درجے ہیں جس درجہ کے گناہ کا بھی یہ بندہ مرتکب ہوگا اس کے حق میں استغفار کرنا افضل ہے اور اگر اس پر لعنت کی بددعا کر دے جب بھی تمہیں گناہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر اس نے تمہارے ساتھ گناہ کا معاملہ کیا اور تم نے اس کو معاف کر دیا اور اس پر بددعا نہ کی تو یہ افضل ہے اور اگر اس نے اللہ میاں کا گناہ کیا مگر شرک کا مرتکب نہیں ہوا اور پھر تم نے اس کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا کی تو یہ بھی افضل اور اگر اس کے لیے بربادی و ہلاکت کی دعا کی تب بھی گنہگار نہ ہوگے

کا تحقیق دانا بھی نہ تھا۔ برادران یوسف علیہ السلام کا قصہ تو ہر شخص کو معلوم
ہی ہے۔

نواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت زین العابدین نے یزید سے بیعت کی اور واقعہ حرہ کے
واقعہ پر اس کا حسن سلوک دیکھ کر اس کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ یزید کو اپنی
رحمت سے ڈھانکے۔

اس شبہ کا جواب | اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سیدنا علی بن حسین المعروف بہ
زین العابدین، دمشق اپنی خوشی سے نہیں گئے ان کو تو پابہ زنجیر اسیران کر ملا کے ساتھ
عبید اللہ بن زیاد نے دمشق بھیجا تھا۔ وہاں یزید نے ان سے سخت کلامی کی اور انہوں نے
بھی اس کو ویسے ہی سخت جواب دیئے یزید سے بطور و رغبت ان کا بیعت کرنا اور اس
کے حق میں دعائے شکر کرنا، خصوصاً واقعہ حرہ کے بعد ان سے ثابت نہیں۔ طبقات
ابن سعد میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسروق (مسلم بن عقبہ) نے حضرت زین العابدین
سے یہ کہا تھا کہ امیر المؤمنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے (ابن
امیر المؤمنین اوصافی بک خیرا) اور اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ وصل اللہ
امیر المؤمنین (اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کو اس کا صلہ دے) لیکن اس کا اسناد یہ
ہے: أخبرنا محمد بن عوف قال حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة
عن يحيى بن شبيل عن أبي جعفر عليه السلام اس کا پہلا راوی محمد بن عمرو اقدی ہے
جو مشہور ضعیف الروایہ ہے، دوسرا ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ ہے جو وضع حدیث
میں متہم ہے۔ یزید کی نسبت ایسے ہی نامکارہ لوگوں کی روایت سے ثابت کی جا سکتی
ہے صحیح روایت کہاں مل سکتی ہے اور اتنی بات کسی کافر کے بارے میں بھی جملے
تو اس میں کمی کچھ مضائقہ نہیں۔ یزید کے اس سلوک کا یہی بہتر جواب ہو سکتا تھا

اور یہ کہ الفاظ کا ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین یزید کو اپنی رحمت سے ڈھانکے
بلا ذری اور طبقات ابن سعد کی اہل عبارت پیش کی جلتے کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا
باعث شرم ہے۔

یزید کے کمانڈر کی حضرت زین العابدین کے ساتھ بدتمیزی | واقعہ حرہ میں حضرت زین العابدین
آگرچہ بالکل الگ رہے کیونکہ کربلا میں خاندان اہل بیت پر یزیدی لشکر نے جو قیامت
ڈھائی تھی وہ یا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے مگر پھر بھی یزیدی فوج کے کمانڈر مسلم بن عقبہ
نے (جس کو وہ بنی سلف "محرم یا مسروق بن عقبہ کے برے نام سے یاد کرتے ہیں ان کے
ساتھ جس بے نوکی کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل حافظ ابن کثیر کی زبانی سنئے۔ وہ لکھتے ہیں:

واستدعى بعلی بن الحسین
فجاء يمشي بين مروان بن الحكم
وابنه عبد الملك ليأخذ له
فكان معه أمانا ولم يشعرا أن
يزيد أوصى به فلقا جلس بين
يديه استدعى مروان بشارب
وقد كان مسلم بن عقبه حمله
معه من الشام فلحقا إلى المدينة
فكان يشاب له بشرا به فلما
جئت بالشرا بشارب مروان
فأبدا ثم أعطى الباقي لعلي
بن الحسين ليأخذ له بذلت
أمانا وكان مروان مولدا لعلي
بن الحسين فلما نظر إليه
مسلم بن عقبه قد أخذ

مسلم بن عقبہ نے حضرت علی بن حسین (زین العابدین)
کو طلب کیا وہ مروان اور اس کے بیٹے عبد الملك
کے درمیان پایادہ چل کر اس کے پاس پہنچے تاکہ ان
دونوں کے ذریعہ اس سے امان لے سکیں ان کا
علم میں یہ بات تھی کہ یزید نے ان کا خیال رکھنے
کے بارے میں مسلم کو تاکید سے کہہ دیا تھا چنانچہ جب
آپ اُس کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو مروان نے کچھ پینے
کے لیے مارکا مسلم بن عقبہ جب شام سے مدینہ تک
چلا تھا تو اپنے ساتھ وہاں سے برف لیکر آیا تھا اور
وہ برف اس کے معروب میں ڈال دی جاتی تھی۔
چنانچہ جب پینے کے لیے لایا گیا تو مروان نے اس میں سے
تھوڑا سا پی کر باقی حضرت علی بن حسین کو دے دیا
تاکہ اس ذریعہ سے ان کے لیے امان حاصل کر لی
جائے۔ مروان حضرت علی بن حسین کا دوست
بنا ہوا تھا۔ مسلم بن عقبہ کی جیسے بن اس پر نظر

الاناء في بيده قال له : لا
تشرّب من شرابنا فترتال
له : انما جئت مع هذيت
لنا من بھا فارعدت بيد علی
بن الحسین وجعل لا یضع الاناء
من یدہ ولا یغریہ ثم قال
له : لولا امیر المؤمنین أو صافی
بک لضربت عنقک ثم قال
له : ان شئت أن تشرّب فاشرب
وان شئت دعونا لک بنیرھا
فقال : هذا الذی فی کف
أرید فشرّب ثم قال له مسلم
بن عقبہ : قم الی ههنا فاجلس
فاجلسه معه علی السریر وقال
له : ان امیر المؤمنین أو صافی
بک وان هؤلاء یشفلون
عنک فشرّق علی بن
الحسین لعلّ اهلك فزعوا
فقال ای والله ، فأمر بدابته
فأسرجت ثم حملہ علیھا حتی
رقدہ الی منزله مکرماً

من البیاض والنہایع ۸ ص ۲۲۰

ٹری کہ حضرت زین العابدین نے برتن اپنے ہاتھ
میں اٹھالیا تو کہنے لگا ہمارا پانی نہ پینا اور پھر کہا ،
تو ان دونوں کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ ان کے
ذریعہ ان ماسل کر سکے ! یہ سکر آپ کا ہاتھ کانپنے
لگا اور نہ برتن ہی ہاتھ سے رکھا جاسکتا تھا اور
نہ ہی اسے پی سکتے تھے۔ تب اس شقی نے آپ کو بتلایا
کہ اگر امیر المؤمنین تمہارا خیال رکھنے کی محنت نہ کرے
تو تمہاری موتیں تمہاری گردن آدیتا ہے اس کے
بعد کہنے لگا : اچھا اب تم پینا چاہتے ہو تو پی لو اور
چاہو تو ہم تمہارے لیے اور شگادیں ، حضرت
نے فرمایا : برج میرے ہاتھ میں ہے وہی پینا چاہتا
ہوں چنانچہ آپ نے وہ پی لیا۔ پھر سلم بن عقبہ ان سے
کہنے لگا اور حاکم کو بیٹھ جاؤ اور آپ کو اپنے پاس
تحت پر بٹھالیا اور کہنے لگا امیر المؤمنین نے تو مجھے
تمہارے بارے میں تاکید کر دی تھی مگر ان لوگوں نے
مجھے اتنا مشغول رکھا کہ تمہاری طرف توجہ ہی نہ دے سکا
پھر حضرت سے کہنے لگا شاید تمہارا گھڑا تمہاری طرف
سے پریشان ہوں حضرت نے فرمایا : بخدا ایسا
ہی ہے۔ چنانچہ مسلم نے اپنی سواری پر زین کسے کا
حکم دیا اور پھر اس پر سوار کر کے باعزت طور پر ان
کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

اہل شام کا حضرت زین العابدین کو ستانا اور طبقات ابن سعد میں ہے :
أخبرنا الفضل بن دكين قال : حضرت علی بن حسینؑ ننگریاں مارنے کے لیے
پیدل جایا کرتے یعنی میں آپ کا ایک مکان تھا۔
اہل شام آپ کو ستایا کرتے تھے اس لیے آپ
اپنے مکان سے قرین الثالب یا اس کے قریب
اٹھ کر آگئے اب آپ سواری پر آئے گئے اور جب اپنے
قریب من قرین الثالب وکان یرکب
فإذا أتى منزله مشى إلى الجمار

اہل بیت کی حق تلفی | اور اسی میں ہے :

أخبرنا مالك بن اسحق قال : سہل بن شعیب نہیں جو بی بیہم میں امامت کرنے
حدیث سہل بن شعیب النہدی کان کی وجہ سے رہا کرتے تھے اپنے باپ شعیب سے اور
نازل فیہم یوقیہم عن ائیمہ عن شعیب منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ میں
المنہال ، یعنی ابن عمرو قال دخلت نے حضرت علی بن حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر
علی بن حسینؑ فقلت کیف عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو نصرت سے رکھے صبح کس
اصبحت اصلحك الله؟ فقال ما حال میں ہوئی ، منہال میں نہ کھتا تھا کہ شہر میں آپ
کتا اری شیخا من اهل المصر مثلك جیسا بزرگ بھی یہ نہیں جانتا کہ ہم نے صبح کس حال
لا یدری کیف اصبحنا فأما إذا لم میں کی۔ اور جب آپ یہ نہیں جانتے یا اس کا علم
تدر او قلہ فما أخبرک اصبحنا آپ کو نہیں تو پھر میں اب بتائے دیتا ہوں کہ ہم
فی قومنا بمنزلة بنی اسرائیل نے اپنی قوم کے ساتھ اس حال میں صبح کی جس طرح
بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے ساتھ کی تھی کہ وہ
ان کے لڑکوں کو تودع کر دیتے تھے اور ان کی عورتوں
نساہم وامنح شیخنا وسیدنا کو جینے دیتے تھے۔ اور ہمارے شیخ اور ہمارا سردار
یتقرب الی عدونا ببشتمہ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے

اوستہ علی المنابر وأصبحت
قریش قد أن لها الفضل علی
العرب لأن محمدًا صلی اللہ
علیہ وسلم منها لا یعد لها
فضل إلا بہ وأصبحت العرب
مقررة لهم بذلك وأصبحت
العرب قد أن لها الفضل علی العجم
لأن محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم
منها لا یعد لها فضل إلا
بہ وأصبحت العجم مقررة
لهم بذلك فلئن كانت
العرب صدقت أن لها الفضل
علی العجم وصدقت قریش
أن لها الفضل علی العرب
لأن محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم
منها أن لنا أهل البیت الفضل
علی قریش لأن محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم
منها فلیصحو یا أخذون
بحقنا ولا یعرفون لنا حقًا
فیکذا أصبحت اذ لم تعلم
کیف أصبحتنا قال فظننت انه
اراد ان یسمع من فی البیت

کہ بر سر منبر پر سب و شتم کر کے ہمارے دشمن
کا تقریب حاصل کیا جاتا ہے اور قریش نے اس
حال میں صبح کی کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو عرب پر
اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قریشی ہیں اور ان کے بغیر ان کی فضیلت ثابت نہیں
ہوتی اور اہل عرب نے اس حال میں صبح کی کہ وہ بھی قریش
کی اس فضیلت کے معترف ہیں نیز اہل عرب نے اس حال
میں صبح کی کہ وہ بھی اہل عجم پر اپنی فضیلت کو اسی لیے
شمار کرتے ہیں کہ انھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم عربی تھے اور
آپ کے بغیر عرب کی فضیلت شمار نہیں ہو سکتی۔ اور اہل
عجم نے اس حالت میں صبح کی کہ انہیں بھی عرب کی اس فضیلت
کا اعتراف ہے پس اگر عرب اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ ان
کو عجم پر فضیلت ہے اور قریش بھی سچے ہیں کہ ان کو عرب
پر فضیلت حاصل ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
عرب بھی تھے اور قریشی بھی تو ہم اہل بیت کو بھی
قریش پر اسی لیے فضیلت ہے کہ حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے تھے۔ اب قریش (وقت
کے حکمران بنی امیہ مراد ہیں) نے اس حال میں صبح کی ہے
کہ خود تو یہ ارا حق لے چکے ہیں مگر اپنے ادب پار کوئی
حق نہیں سمجھتے۔ اب نہ جب ہمیں میل ہے نہ یہ کہ ہم
صبح کس حال پر آئی تو اس حال میں کہ ہے یہاں کیا بیان
کہ مجھے خیال یہ پڑتا ہے کہ حضرت ان لوگوں کو ستا رہے
تھے جو اس وقت گھر میں آئے ہوئے تھے۔

دسواں شبہ

یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ظہری سادات کی رشتہ داریاں اسوی سادات سے
ہوتی رہی ہیں۔

اس شبہ کا جواب

واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور زید | یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ اور زید
کی اولاد میں کوئی رشتہ نہیں ہوا | کی اولاد کے درمیان کوئی رشتہ مناکحت قائم
نہیں ہوا، کتب تواریخ و انساب کا پڑھنا تو بڑی بات ہے اس سلسلہ میں ایک قرابت کا
ذکر بھی کتب تاریخ و انساب سے ثابت نہیں۔ محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب خلافت
معاویہ و زید | میں بنی امیہ اور بنی امیہ کی بہت سی قرابتوں کا ذکر کیا ہے لیکن اس
سلسلہ میں ایک نظر بھی پیش کر سکے اور امویوں کو سادات میں شامل کرنا نا مصدق
ہے، امویہ کا شمار اہل بیت میں نہیں ہے۔

عبدالملک کا زوال | یہ بھی واضح رہے کہ بنو امیہ اور بنی ہاشم
کے بہت سے خاندان تھے۔ عبدالملک مروانی جب تخت حکومت پر براہاں ہوا تو
اس نے زید کے زوال سے عبرت بخوار کر حجاج بن یوسف کو یہ تاکید کر دی تھی کہ بنو ہاشم
سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کیا جائے کیونکہ آل ابی سفیان نے جب ان پر زیادتی کی تو ان پر
زوال آگیا چنانچہ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

فان المحتاج مع کونہ مہیڑا | بلاشبہ حجاج نے باوجودیکہ وہ بڑا ہلاک اور
سفاک لاء قتل خلقا کثیرا | سخت خونریز تھا اور اُس نے ایک خلق کثیر کو قتل
لم یقتل من اشراف بنی ہاشم | کر دیا تھا تاہم اشراف بنی ہاشم میں سے کسی کو قتل
أحدًا فقط بل سلطانہ عبدالملک | نہ کیا بلکہ اس کو اس کے سلطان عبدالملک بنی ہاشم سے
بن مروان نہاد عن التعرض | جو اشراف کہلاتے ہیں کسی قسم کا بھی تعرض کرنے
لبی ہاشم و ہم الاشراف | سے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بنو ہاشم جب

و ذکر انه اُتٰ الی بنی
الحرب لما قهرنوا للعہ یعنی یہ ہے کہ حضرت حسینؑ کو قتل کیا تو ان پر
لما قتل المحبین اذ بار آگیا۔

اس لیے بنو ہاشم اور بنو مویان میں اگر تعلقات قرابت بعد میں بھی قائم رہے اور ایک دوسرے سے رشتہ
مناکحت کا سلسلہ چلتا رہا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ مزید کے مظالم کے مرالی بھی اقوامی تھے
گیا رہا اس شب

یہ ہے کہ امیر معاویہ کی وفات کے بعد کوفہ کے شریر النفس لوگوں نے سیدنا
حسینؑ کو یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا اور جب آپ نے یہ جان لیا کہ یزید کی ہجت
پر تمام امت مستحق ہے تو آپ اپنے ارادہ سے دستبردار ہو گئے۔

اس کا جواب

یہ ہے کہ یہ محض ہرزہ سرائی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ تاریخ طبری،
المبداہ والنہایہ، ابن الاثیر، الاماہ لابن حجر اور تاریخ الخلفاء یہ سب کتابیں
ہمارے پیش نظر ہیں۔ ان میں کہیں یہ مذکور نہیں جو مستحق نے سوال میں ذکر کیا ہے۔
کیا العباد باللہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض نے نادان عقل سے
کورے، احکام شرع سے بالکل نادان اور دینی تقاضوں سے سرے سے نا آشنا
تھے کہ سائل کو تو اس حقیقت کا پتہ چل گیا مگر ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور ان شریر النفس
لوگوں کے بہکانے میں آکر جن کے

”نامبارک عزائم و مقاصد کہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کی شکل میں نمودار ہوئے اور کبھی جنگ
جمل و صفین کی ہلاکت سامانیوں کی شکل میں ظاہر ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور حسنؑ کی توہین و تحقیر سے بھی انہیں
کے نامہ اعمال سیاہ اور دامن و اندام میں“

آپ نے یہ باور کر لیا کہ امیر یزید امت کے مستحق علیہ غلیفہ نہیں اور پھر ان کے خلاف خروج پر

آبادہ ہو گئے۔ سبحان اللہ! اس سے زیادہ اور کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیر
و تجہیل میں کہا جاسکتا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ نہ صرف حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بلکہ ان کے بعد ساری امت اسلامیہ پر آئی تک یہ حقیقت منکشف ہی نہ ہو سکی جو مستحق پر واضح
ہوتی ہے خود باللہ من لہ الخرافات، جھوٹ بولنے کی حد ہو گئی۔

ناروق اعظم کی شہادت میں کسی کوئی کا لائق نہ تھا | حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت
میں کسی کوئی کا لائق نہ تھا یہ معنی جھوٹ ہے۔ نہ ان کی شہادت کسی سازش کے تحت عمل میں
آئی ان کی شہادت کے بارے میں ساکش کا افسانہ موجودہ دور کے ملحد نامصیوں کے
ذہن کا ساختہ و پروا خستہ ہے۔

بقیہ غلط باتوں پر تنبیہ | حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین میں بھی کسی کوئی کا نام
نہیں لیا جاتا۔ محاصرین میں بھی اکثریت اہل مصر کی تھی، جنگ جمل و صفین میں کیا طرفین سے
سارے صحابہ کرام (نمود باللہ) دیوانے ہو گئے تھے کہ وہ بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی طرح ان شریر النفس لوگوں کی شرارت کو بالکل نہ سمجھ سکے اور قتل و قاتل کا ہنگامہ کارزار
جاری رکھا۔ ایک ملحد تو ایسی بات سمجھ سکتا ہے لیکن کبھی مسلمان کا ذہن اس خرافات کو
باور نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مرادی پکا خارجی تھا، خارجیوں
کا گڑھ کوفہ نہیں نہروان تھا۔ ابن ملجم قاتل علی کوئی نہیں مصری تھا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی توہین و تحقیر میں غوراج اور نواسہ بیض پیش رہے ہیں۔

یزید کے خلاف حضرت حسینؑ کا اقدام اللہ تعالیٰ | حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام
یزید کے خلاف اس کی نااہلی کی بنا پر دوسروں کے کہنے سے نہیں بلکہ دینی بصیرت کے مطابق
محض باللہ تعالیٰ اعلا مکتوم اللہ تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر مزیہ و تاریخ الباری میں لکھتے ہیں:

قسم خرجوا بغضب اللہ من
اجل جور الوکاة و ترک عملہم
بالسنة النبویة فہو لام اهل
الحق و منهم الحسن بن علی و
ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم و ستم اور
سنت نبوی پر ان کے عمل نہ کرنے کی بنا پر دینی غیرت
و حمیت میں نکلے یہ نسب اہل حق ہیں اور حضرت حسین بن
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل مدینہ جنہوں نے ان کا حق

أهل المدينة في الحرة والخزائن
الذين خرجوا على المحتاج[ؑ]
جن حضرات سے یزید و حجاج کے خلاف
اقدام کیا ان سے جنگ کرنا ناجائز تھا
قلعہ جائز نہیں تھا چنانچہ حافظ ابن حجر مستح الہاری میں رقمطراز ہیں :

من خرج عن طاعة امام جائز
أراد الغلبة على ماله أو نفسه
أو أهله فهو معذور ولا يخل
قتاله وله أن يدفع عن
نفسه وماله وأهله
بقدر طاقتة -

وقد أخرج الطبري بسند
صحيح عن عبد الله بن الحارث
عن رجل من بني مضر عن
علي، وقد ذكر الخوانسار
إني خالفوا إماما عدلاً فأنكروهم
وإن خالفوا إماماً جائراً
فأنكروا فلو هو فأنكروهم
مقالاً -

اس روایت کو منقل کرنے کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
وعلى ذلك يحتمل ما وقع لعين
بن علي ثم لعبد المدينه
في الحرة ثم لعبد المدينه
بن علي ثم لعبد المدينه

ثم للقراء الذين خرجوا
على المحتاج في قصة عبد الرحمن
بن محمد بن الحسن
والله أعلم[ؑ]

حرمین میں یزید اور اس کے عمال نے
حضرت حسینؑ کو مہینے سے نہ بیٹھنے دیا۔
کیا جانچ سکتا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو یزید کے عمال نے حرمین میں نہیں سے بیٹھنے دیے۔ مدینہ میں تھے تو بہت یزید پر اصرار
تھا، مگر معتزل آگئے تو وہاں بھی یزید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام خط
لکھ کر اپنے قلعہ اشعار میں حضرت حسینؑ کو قتل کی دعوت دی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے حرم مکہ میں جو فزیری ہو اور حرم کی عزت خاک میں ملے بلکہ
اس لیے آپ نے کوفہ کا رخ کیا کہ وہاں آپ کے اعوان و انصار تھے۔

جن حضرات نے کوفہ جانے سے حضرت حسینؑ
کو روکا، ہر جگہ شفقت روکا۔
کافیہ اقدام خود باللہ خلاف شرع تھا۔ روزہ روکنے والے آپ سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ آپ
مرتب معصیت ہو رہے ہیں یزید جیسے خلیفہ برحق کے خلاف خروج کرنے سے آپ شرع کے رد
سے باقی سب احکام اور واجبہ علی ہر دے گے۔ اس لیے خلیفہ برحق سے بغاوت کرنا آپ کے
مشایخ و شاہین نہیں۔ غور فرمائیے یہ حضرات کونیوں کی یوقاتی کا اندیشہ تو ظاہر کرتے ہیں مگر
آپ کے اس اقدام کو گناہ قرار نہیں دیتے۔

کوفہ کے سب لوگ غدار نہ تھے | کوفہ کے سب لوگ فدا نہ تھے، ان میں مختصین کی

حد ثنا موسیٰ ثنا سلیمان بن
مسلم ابو المعلى العجلی قال

حدّ ثناخلادین اسلم البغدادی حضرت سیرین کا بیان ہے کہ محمدیہ حضرت انس

سے تانتا سفیر ص ۵۸، سے صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۰

نا المتضرين شمیل ناھشامین بن مالک منی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ
 حسان بن حصہ بنت مسیرین میں ابن زیاد کے پاس تھا اتنے میں حضرت
 قالت ثقی النس بن مالک قال حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے
 صحت عند ابن زیاد فجیئ برأس الحسین فجعل يقول بقتیب سلمے لایا گیا تو وہ پھڑی سے آپ کی ناک کو
 في أفقه و يقول ما رأيت مثل جھیر کر (بطور غنتر) کہنے لگا میں نے تو ایسا حسین
 هذا حسنا لم يذکر قال قلت ہی نہیں دیکھا پھر اس کے سر کا کیوں چرچا ہے
 اما أنه كان أشبهه برسول الله میں نے کہا شبہ دار یہ رسول اللہ صلی اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ هذا حدیث علیہ وسلم سے بہت ہی مشابہ تھے۔
 حسن صبیح غریب۔ ۱۵۸

عمر بن سعد کا حشر | عمر بن سعد کا بیٹا حشر ہوا وہ ابھی تاریخ بخاری کے حوالہ سے
 آپ پر چڑھ چکے کہ وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد ہی قتل کر دیا گیا اور پھر اس کے لاشے کو آگ میں
 جلا دیا گیا۔ یہ واقعہ سن کر کا ہے۔

ابن زیاد کے سر کے ساتھ | اور شہر میں بروز ما شورا ہی ابن زیاد بد نہاد بھی
 کیا عبرتناک معاملہ ہوا | ابراہیم بن الاشرک کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسی قصر میں
 جہاں سارے میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک اس کے سانسے پیش کیا گیا تھا
 اس کا سرنا مبارک بھی رکھا گیا پھر اس کے سر پر جو جتنی وہ سینے کے لائق ہے۔ امام ترمذی
 اپنی جامع میں فرماتے ہیں :

عن عمار بن عمیر قال لتاج برأس عمارہ بن عمیر بیان ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد
 عبید اللہ بن زیاد و اصحابہ فضدت اور اس کے ساتھیوں کے سر لاکر چوک کی مسجد
 فی المسجد فی الرحبة فانتهت الیہم میں بالترتیب رکھے گئے تو میں بھی وہاں پہنچا
 وھم یقولون قد جاءت قد جاءت اس وقت لوگوں کی زبان پر تھا وہ آیا وہ آیا

فاذا حیثہ قد جاءت تھلل فاذ احیثہ قد جاءت تھلل
 الرؤس حق دخلت فی مغیری الرؤس حق دخلت فی مغیری
 عبید اللہ بن زیاد فھکثت عبید اللہ بن زیاد فھکثت
 ھنیئة ثم خرجت فذھبت ھنیئة ثم خرجت فذھبت
 حتی تغیب شہر فالمواقد حتی تغیب شہر فالمواقد
 جاءت قد جاءت ففعلت ذلک جاءت قد جاءت ففعلت ذلک
 مرتین أو ثلاثا۔ هذا حدیث حسن مرینین أو ثلاثا۔ هذا حدیث حسن مرینین
 یزید کا دنیا سے ناکام و نامراد جانا | اور یزید کا جو حشر ہوا وہ جانظا ابن کثیر کے
 الفاظ میں یہ ہے :

وقد اخطأ یزید خطا فاحشا یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ کہہ کر کہ وہ تین دن تک
 فی قوله لمسلم بن عقبہ أن مدینہ نبوی میں قتل و غارت مگری جاری رکھے
 تبیح المدینة ثلاثة أیام بری خطا فاحش کی۔ یہ بڑی سخت اور فحش غلطی
 و هذا خطا کبیر فاحش مع ہے اور اس کے ساتھ صحابہ اور صحابہ زادوں
 ما انضم إلہ ذلک من قتل کی ایک خلقت کا قتل عام اور شامل ہو گیا۔ اور
 خلق من الصحابة و أبناءہم سابق میں گزر چکا کہ حضرت حسین اور ان کے
 وقد تقدم أنه قتل اصحاب عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کر ڈالے
 الحسین و أصحابہ علی یدی گئے مدینہ منورہ میں ان تین دنوں میں ، وہ
 عبید اللہ بن زیاد وقع مفاسد عظیمہ واقع ہوئے کہ جو حد و حساب سے باہر
 فی هذه الثلاثة آیام من ہیں اور بیان کیے ہی نہیں جاسکتے۔ بس اللہ
 المفاسد العظیمہ فی المدینة عزوجل ہی کو ان کا علم ہے۔ یزید نے تو مسلم بن
 النبویة ما لا یحصى ولا یؤصف عقبہ کو بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کی سلطنت و
 ما لا یصلہ إلا اللہ عزوجل اقتدار کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس کے

وقد اراد بار سال مسلمون
عقبه تطوید سلطانہ و
ملکد و دوا امر آیتامہ من
غیر منافع فعاقبہ اللہ
بنقیض قصده و حالہ بلینہ
وبین مایشحمیہ فتصمہ اللہ
قاصم الجبارہ و اخذہ اخذ
عزیز مقتدر و کذلک اخذ
ربک اذا اخذ الفری وھی ظالمہ
ان اخذہ الیہ شدیدہ

ایام حکمرانی کو بلا نزاع دوام حاصل ہو
مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف مراد اس
کو سزا دی اور اس کے اور اس کی خواہش کے
درمیان آڑے آگیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے
جو سب ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے اس کا بھی مکر
توڑ کر دکھایا اور اسے اسی طرح دھوکہ دیا جس طرح
کہ غالب اور بااقتدار پکڑا کرتا ہے اور اسی
طرح ہے تیسرے رب کی پکڑ جبکہ وہ پکڑ تیسرے
کو اور وہ ظلم کرتے ہوئے ہیں بے شک اس کی پکڑ
دردناک ہے شدت کی

اس کی نسل کا منقطع ہو جانا اور خواجہ محمد یار سا محدث نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نقل الکتاب

میں فرماتے ہیں :
روز طفت باقی ماندہ زاد اولاد وے مگر
زمین العابدین جس جی تعالیٰ از صلب
دے آفتد رک خواست از اہل بیت نبوت
بیسرون آورد و در شرق و غرب منتشر
گردانید چنانچہ پنج ناحیہ و پنج شہر
از وجودشان غالی نیست و نباشد
و از یزید و اخلا فحش یک تی نگداشت
کہ خانہ آبادان کنند و آتش انہ روز
و اللہ تعالیٰ راست ترین گویند گاہ
بر حبیب خود کہ فرمود اے

کر بلا کے دن حضرت حسینؑ کی اولاد جز نہیں
بجز حضرت زین العابدینؑ کے کوئی تہم و باقی نہ بچا
پھر حق تعالیٰ نے آپؑ کی پشت سے خاندان نبوت
کے جتنے افراد کو بھی پیدا کرنا چاہا پیدا فرمایا اور
انہ کو شرق و غرب میں پھیلا دیا چنانچہ کوئی نواح
اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جو ان حضرات کے وجود
خالی ہو اور نہ کبھی غالی ہو گا اور یزید اور اس کی
نسل سے ایک شخص کو بھی تو باقی نہ چھوڑا کہ جو مگر
آباد رکھے اور اس میں دیا مہلا سکے نہ کوئی نام ایسا
رہ نہ پائی دلا و اور اللہ تعالیٰ سب سے سچا ہے کہ جس

شأنک ہوا لا بترہ
اپنے حبیب حضرت محمدؐ کی آمد علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ
بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رو گیا و م کنا۔

یہ صحیح نہیں کہ اخیر وقت میں حضرت حسینؑ
یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے
میں عمر بن سعد کے سامنے جو تین شرطیں رکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ مجھے دمشق بھیج دیا جائے
تاکہ میں اپنے ابن عم (پچا زاد بھائی) امیر یزیدؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر معاملہ اس طرح طے کر لوں
جس طرح میرے بھائی حسنؑ نے میرے سوا کسی کے ساتھ کیا تھا۔ سائل نے فائز یدی فی یدہ
کے الفاظ تو نقل کیے بقیہ الفاظ تاریخ کی کس کتاب میں منقول ہیں۔

اس پر روایت کے اعتبار سے تفصیلی بحث
کہ کیا حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی یزیدؑ کی خلافت
منفرد ہونے پر اپنی رضامندی ظاہر کی؟

سب سے پہلے یزیدؑ کی ولیدؑ کی تقریب عمل میں آئی تو کیا حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے اس کی دلی عہدی کی بیعت کی اور اس کو درست بتایا؟ پھر جب امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عز کی وفات پر یزیدؑ کے عامل مدینہ ولید بن عتبہ نے آپؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو کیا آپؑ
اس مطالبہ کو منظور فرمایا؟ کیا آپؑ مدینہ طیبہ کو صرف اسی بنا پر خیر باد نہیں کہا کہ یزیدؑ کے مقدر
کردہ عامل مدینہ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپؑ پر ناجائز دباؤ ڈالا جا رہا تھا؟ کیا آپ
اسی وجہ سے وہاں سے چل کر حرم مکہ میں نہیں آ گئے تھے؟ حرم مکہ میں بھی آپؑ نے یزیدؑ کی بیعت
پر کبھی ایک لمحے کے لیے بھی انکار یا رضامندی کیا تھا؟ پھر اخیر وقت میں حضرت حسینؑ رضی اللہ عنہ
تعالیٰ عنہ یزیدؑ کی بیعت پر کس طرح راضی ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس بیعت کو بیعت منکرات بھی
سمجھتے تھے چنانچہ حافظ ابن حزمؒ ظاہری "الفصل فی الملل والادواء والفلح" میں رقمطراز ہیں:
اذا رأی انہما بیعة ضلالہ
حضرت کی رائے یہ تھی کہ اس کی بیعت
بیعت منکرات ہے۔

ملہ ملاحظہ ہو الفرغ النامی من الاصل النامی عنہ نواب مدنی حسینی ص ۵۷۱۔ طبع نظام آباد
ملہ ج ۳۔ ص ۱۰۵

ملہ ج ۸۔ ص ۲۲۲
۱۱ سورہ ہود آیت ۱۱

آپ کا اخیر خطبہ جو آپ نے میدان کربلا میں دیا، آپ کے موقف کو صاف صاف بتا رہا ہے یہ خطبہ اجماع المسلمون امام غزالی کے حوالے سے نقل کیا جا چکا۔ حضرت ابن عباس کا وہ خط بھی پڑھ لیجئے جو آپ نے یزید کے نام لکھا تھا اور جو سابق میں تاریخ الکامل ابن اثیر کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں ان میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے موقف سے رجوع کر کے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے راضی ہو گئے تھے حالانکہ یہ دونوں مواقع ایسے تھے کہ جہاں ایسی اہم بات کا ذکر ضروری تھا۔ پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء یا حضرات انصارِ مدینہ میں سے کسی ایک فرد نے بھی جب سے وہ یزید کے خلاف کھڑے ہوئے کبھی اپنے موقف سے رجوع کیا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے۔ حضرت تو عزم و ہمت اور عزیمت کے اعتبار سے ان سب حضرات سے برتر اور بڑھ کر تھے۔ اور کمالات و فضائل کے اعتبار سے اپنے تمام معاصرین میں اس وقت کوئی ان کا ہمسرہ تھا وہ بھلا کس طرح اپنے صحیح موقف سے رجوع فرما سکتے تھے وجہ یہ ہے کہ ان حضرات صحابہ و تابعین کے نزدیک یزید کی شخصیت ناپسندیدہ تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں:

إِنَّمَا أَتَاكَ مِنَ التَّابِعِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَمِنَ التَّابِعِينَ حَضَرَاتٌ نَعَى يَزِيدَ بْنِ سَعْدِيَّةٍ، وَلَيْسَ دَاوُدُ بَيْعَةُ يَزِيدَ بْنِ مَعَاوِيَةَ وَالْوَلِيدُ سَلِيمًا سَلِيمَانُ بْنُ بَيْعَتِهِ عَنْكَ وَفَرَاوَاهُ صَرَفَ لَا نَهْمَ كَانُوا غَيْرَ مُرْضِينَ لَهُ اس بنا پر تھا کہ یہ ناپسندیدہ شخصیتیں تھیں۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ نہ یزید نے اپنی حرکات سے توبہ کی، نہ ان حضرات میں سے کسی نے اس سے بیعت کا ارادہ منہ مایا، بہر حال اگر اہل سنت کی کتابوں میں یہ روایت معاصرین و ائمہ سے پسند صحیح مذکور ہو تو ضرور پیش کی جائے ہم بعد شکر یہ اس تحقیق کو قبول کریں گے۔

حضرت حسین کا شمار نجباء صحابہ میں ہے | حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار صحابہ کرام کے اس اعلیٰ طبقے میں ہے جن کو حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ”نجباء“ (خاص برگزیدہ اصحاب، اور ”رقبار“ (جو آپ کے احوال کے نگراں ہوں) میں داخل فرمایا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ نَجْبَةٍ سَبْعَةَ نَجْبَاءَ وَرُقَبَاءَ نَجْبَةٍ كَسَاتِ نَجْبَاءٍ أَوْ رُقَبَاءٍ هُوتَ هِيَ الْوَلَدُ وَأَعْطِيَتْ آتَا أَسْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُوَ؟ قَالَ أَنَا وَابْنَايَ وَجَعْفَرُ وَحَمِزَةُ وَابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانَ، عُمَارُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَالْقَدَادِیَّةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ۔

”نجیب“ کے معنی برگزیدہ اور ”وقیب“ کے معنی نگراں احوال کے ہیں، شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی ”اشعۃ اللمع“ میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ازین معلوم میشود کہ درین چہارہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ بحسب نجابت و رقابت خصوصیت ہست کہ در دیگران نیست۔ اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ علیؑ
 حسین اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے۔
 سے ممتاز ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے تمام حالات کے سچے ہوں ان کے مزاج مثلاً نبوت ہونے میں کیا شبہ
 ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کا جو اقدام بھی ایسے مواقع پر ہوگا وہ
 جادہ شریعت سے ذرا بھی ادا ہوا دھڑ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ
 اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے وقت میں مخالفین کے ساتھ جنگ
 و مسلح کا جو اقدام بھی کیا وہ امت کے عین مفاد میں تھا اور تمام اہل سنت کا اس پر
 اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کا اقدام یزید کے خلاف بالکل صحیح تھا۔ چنانچہ علامہ عبدالحی بن محمد حبشی رحمہ اللہ
 "شذرات الذہب" میں لکھتے ہیں

والعلماء مجمعون علی تصویب
 قتال علی لمخالفیہ لانتہ
 الامام الحق ونقل الاتفاق
 ایضاً علی تحسین خروج الحسین
 علی یزید وخروج ابن الزبیر
 وأهل الحرمین علی بنی امیہ
 وخروج ابن الأشعث ومن
 معہ من کبار انبیاء ورجال
 علی المجتہدین شہر الجہور رأوا
 جواز الخروج علی من کان مثل
 یزید والمجتہدین ومنہم من
 جواز الخروج علی من کان مثله
 اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ اپنے مخالفین سے قتال کرنے میں حق پر تھے
 کیونکہ آپ خلیفہ برحق تھے۔ نیز اس پر بھی اتفاق
 منقول ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 خروج یزید کے خلاف اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما اور اہل حرمین کا بنی امیہ کے خلاف
 اور ابن الاشعث اور ان کے ساتھ کبار تابعین
 اور بزرگان مسلمین کا خروج حجاج کے خلاف مستحسن
 تھا۔ چہرہ جو علماء کی رائے یہ ہے کہ یزید اور حجاج
 جیسے (ظالم اور فاسق) حکمرانوں کے خلاف اٹھ
 کھڑا ہونا جائز ہے اور بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ
 یہ ہے کہ ہر ظالم کے خلاف خروج کیا جاسکتا ہے۔

حسین اگر یزید کی بیعت پر راضی تھے
 تو پھر بیعت کیوں نہ کی؟
 یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر حضرت حسین
 رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر غرور وقت میں راضی ہو گئے
 تھے تو پھر ان کو عمر بن سعد یا عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لینے سے آخر
 کو نسا امر مانع تھا کیا وہ بھی (نحوذ باللہ) سخت جاہ میں گرفتار تھے کہ صرف بادشاہ وقت
 ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اس کے عمال کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کی کسر شان ہے
 اسی طرح اسی صورت میں خود یزید ہی عمال کو انہیں دمشق پہنچانے میں آخر کیا مہذب تھا؟
 اور جب یہ اطاعت کے لیے تیار تھے تو پھر انہیں ناحق قتل کرنے سے کیا فائدہ تھا؟
 اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بیعت پر آمادہ تھے مگر
 عبید اللہ بن زیاد نے زبردستی آپ کو قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد اور
 عمر بن سعد کو آخر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی کونسی ذاتی عداوت تھی جس نے ان
 لوگوں کو آپ کے قتل پر مجبور کیا تھا؟

اور اگر یہ لوگ اس قدر غور و فکر تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 یزید کی بیعت پر آمادہ تھے مگر پھر بھی وہ ان کے قتل سے باز نہ رہے تو یزید کیا برائے نام
 خلیفہ تھا کہ جو عضو معطل بنا بیٹھا تھا اور جو کچھ کرتے تھے اس کے عمال بدلہ عمل ہی کرتے
 تھے۔ اور اگر واقع میں یزید با اقتدار خلیفہ تھا اور اس کے مشاکے بغیر شہر دلے کر بلا کو قتل
 کیا گیا تو پھر اس نے اس بارے میں اپنے عمال بد سے باز پرس کیوں نہ کی؟

اتنی بحث و رایت کے اعتبار سے اس روایت کے ناقابل قبول ہونے کے لیے کافی
 ہے جو مستفتی نے منقل کی ہے کہ "فاصلہ یدی فی یدہ" اور یہ کسی قابل وثوق
 سند سے ثابت بھی نہیں ہے۔

یزید یہ کہ اس کے برخلاف عقبہ بن سمان کی صاف تصریح کتب تواریخ میں
 موجود ہے۔ چنانچہ حافظ عزالدین ابن الاثیر جزیری اپنی تاریخ الکامل میں فرماتے ہیں:
 وقد دوی عن عقبہ اور بلاشبہ عقبہ بن سمان سے مروی ہے کہ انہوں نے
 بن سمان انہ قال صحبت بیان کیا میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

الحسين من المدينة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفرقه حتى قتل و سمعت جميع مخاطباته الناس إلى يوم مقتله فوالله ما أعطاه ما يتذكر به الناس من أنه يضع يده في يدي يزيد

یہ عقبہ بن سمان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ باب کے غلام تھے عمر بن سعد نے غلام ہونے کے باعث ان کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔
خضریٰ کی تحقیق [مخاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ] کے مصنف محمد خضریٰ کی تحقیق بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں :

و ليس بصحيح أنه عرض عليهم أن يضع يده في يدي يزيد فلم يقبلوا منه تلك العوده وعرضوا عليه أن ينزل على حكم ابن زياد

غرض یہ دعویٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخیر وقت میں یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے۔ نہ روایت کے اعتبار سے صحیح ہے نہ روایت کے اعتبار سے۔ اور جو اس

امریکی سمیت کا مدعی ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس بارے میں صحیح سند کے ساتھ کوئی روایت پیش کرے تاکہ اس کا مدعا ثابت ہو۔

بارھواں شبہ

یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خروج بغاوت نہیں بلکہ ایک اجتہادی سیاسی خطا تھی جس کا اصل سبب صرف سبائی کوفیوں کے جھوٹے دعوای پراعتماد تھا

اس شبہ کا جواب

یہ شبہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلوائیوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کر کے سیاسی غلطی کی تھی اور یہ خطا آپ کی اجتہادی تھی۔ بہر حال بغاوت ہو یا "اجتہادی سیاسی خطا" جب بقول مستفتی حضرت نے اپنے پہلے موقف سے رجوع فرمایا تھا تو اب ان کو شبہید کرنے کا کیا جواز تھا؟ اور خیر حضرت کو تو خاک بدھن گستاخ بقول مستفتی شریعہ النفس لوگوں نے امیر یزید کے خلاف خروج پر آمادہ کیا تھا اور اس کا سبب صرف سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی اور ان کے جھوٹے دعوای پراعتماد تھا مگر ان ناصبی قاتلان حسین کو خاندان نبوت کا چرخہ گل کرنے کے لیے کس شیطان نے کہا تھا اور انہوں نے اپنا دین و ایمان کس خمیشت کے کھینے میں اگر برباد کیا؟ اس پر مستفتی نے کچھ روشنی نہ ڈالی۔

سبائی کون تھے | اور یہ ایچ بی خوب ہے کہ "اس کا اصل سبب سبائی کوفیوں کی دھوکہ دہی ہے" سبائیوں کو تو خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلایا تھا۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ

أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
بِزنادِ قَتْلِهِ فَأَحْرَقَهُمْ
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زنداقد لائے گئے آپ نے ان کو زندہ آتش کر دیا۔

یہ زنادق کون تھے ان کے بارے میں علامہ محمد بن یوسف کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 "الکوکب الدراری شرح بخاری" میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام
 ابوالمظفر الاسفراہنی کی کتاب "التبصرہ" سے ناقل ہیں :
 هم طائفة من الروافض تدعی یہ روافض کا وہ گروہ تھا جس کو سبائی کہا جاتا
 السبائیة ادعوا ان علیاً الہ و ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ حضرت علی خلیفہ میں ان کا
 کان رئیسہم عبد اللہ بن سبا و سربراہ عبد اللہ بن سبا تھا جو اصل میں
 کان اصلہ یہودیاً ہے۔ یہودی تھا۔

اور حافظ ابن حجر مقلانی "سان المیزان" میں لکھتے ہیں :

و أخبار عبد اللہ بن سبا شہيرة في عبد اللہ بن سبا کے واقعات تواریخ میں مشہور
 التواریخ و لیست له رواية و فی اللہ ہیں بجز اللہ اس سے کوئی روایت نہیں ہے۔
 وله أتباع یقال لهم السبائیة اس کے متبعین کو "سبائیہ" کہا جاتا ہے۔ یہ
 یعتقدون إلهیة علی بن ابی طالب لوگ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 وقد أقرهم علی بالنادی کی الوہیت کے قائل تھے۔ ان کو حضرت علی
 خلافتہ ہے۔ کرم اللہ وجہہ نے زندہ جلا دیا تھا۔

اب ذرا غور فرمائیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سبائیوں کے ساتھ جو
 عبرت انگیز معاملہ کیا وہ سب کچھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے
 ہوا پھر یہ کیسی لغو بات ہے کہ یہ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے بعد بھی ان سے دھوکا کھانے
 کے لیے خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو تجویز کیا جائے اس سے زیادہ حضرت حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور کیا غلط بیانی ہو سکتی ہے۔ ناصبی اور رافضی دونوں
 کا شمار خلق خدا میں بدترین جھوٹ بولنے والوں میں ہے۔

یہ افتراء ہے کہ کوئی سبائیوں نے لڑائی اور یہ قطعاً افتراء ہے کہ یہ "کوئی سبائیوں کی
 میں پہل کر کے ضلع نہ ہونے دی کی محض سوچی سمجھی سیم تھی کہ لڑائی میں پہل کر کے

صلح کو پورا نہ ہونے دیا جائے، جنگ میں پہل کرنے والے ناصبی تھے سبائی نہیں۔
 مستثنیٰ نے ابن زیاد اور ابن سعد کے سبائی ہونے پر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ابن
 اس دور کے ناصبی محدثوں نے ایک سوچی سمجھی سیم کے تحت اب یہ جھوٹا من گھڑت انسانہ
 تیار کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف یزید کی بیعت پر بالکل تیار ہو گئے
 تھے بلکہ اس سے بیعت کرنے کے لیے دمشق کی طرف بھی چل پڑے تھے اور عمر بن سعد
 حرم یزید اور شمر بن لہویش اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ قافلاً حسینی کی نگرانی کے لیے ان کے
 ساتھ تھے جو مخدرات حرم کے احترام کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہتے تھے کہ اسیثناء
 میں ان ساتھ کو فیلد نے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے کرنا تک
 ساتھ رہے تھے ایک روز عصر کی نماز کے بعد موقع پا کر جھپٹنے کے وقت حضرت حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے کیمپ پر حملہ کر کے ان کو مچ ان کے رفقاء کے اچانک شہید کر ڈالا۔ اور پھر شمر
 اور عمر بن سعد کے دستہ فرج نے ان قاتلوں کو کڑی پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ وہ فساد ہے جو
 "مجلس عثمانی غنی" کے اراکین نے اپنے دل سے گڑھ کر "داستان کر بلا" اور "حادیہ کر بلا"
 نامی دو کتابوں میں کچھ کر شائع کیا ہے اور پھر ان کو بار بار طبع کر کر کر شہزادوں کی تعداد میں
 مقتول تسلیم کیا ہے حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس کا ذکر صحیح تو درکنار کسی جھوٹی اور موضوع
 روایت میں بھی موجود نہیں، اس سے پہلے محمود احمد عباسی نے اس سلسلہ میں داستان
 لکھی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن سعد کے درمیان صلح کی گفتگو جاری
 تھی اور معاملہ باہمی طے ہونے کو تھا کہ جب مزید امتیاط کی غرض سے قافلہ حسینی سے تنہیاً
 لینے کا مطالبہ کیا گیا تو ان کو فیوں نے اور مسلم بن عقیل کی اولاد نے اچانک عمر بن سعد کی فرج
 پر قاتلانہ حملہ کر دیا جس کی بنا پر عمر بن سعد کی فرج کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں کو قتل کرنا پڑا یہ دونوں
 باتیں محض جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ خدا تعالیٰ ان جھوٹوں کا منہ کالا کرے۔ اس جھوٹ کی
 تفصیل معلوم کرنا ہو تو ہمارے رسالہ "شہدائے کر بلا پر افتراء" کا مطالعہ کرنا چاہیے

ضحابہ کی جامع حضرت حسین کے موتف کی حامی تھی اور یہ کہنا کہ "کسی صحابی نے اس

خروج میں آپ کا ساتھ نہ دیا حالانکہ اس وقت خاصی تعداد صحابہ کرام کی موجود تھی باہل غلط ہے صحابہ کرام کی جو تعداد بہت تعداد اس وقت باقی رہ گئی تھی وہ آپ کے موقف کی حامی تھی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ "سیر اعلام النبلاء" میں جہاں یہ لکھتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت کے لیے ترغیب دے کر روانہ کیا تھا" وہاں ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں :

قلت : هذا يدل على
تصويب عبد الله بن عمرو
الحسين في ميده وهو
رأى ابن الزبير وجماعة
من الصحابة شهدوا
الحزبة
میں (ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرزدق شاعر کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوئی کام پر جانے کو بھیج دیا تھا اور یہی رائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور صحابہ کرام کی اس جماعت کی تھی جو واقعہ حراہ میں شریک ہوئے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصریحات اس بارے میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں اور حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں :

بل الناس انما يملكون
لانه السيد الكبير وابن بنت
رسول الله صلى الله عليه وسلم فليس
عليه من الارض يومئذ احد ياميه
ولا يساويه ولكن الدولة التي يدينها
كانت كلها تناوبه
بلکہ سب لوگوں کا سیلان حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لئے تھا کیونکہ وہ سید کبیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان دنوں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو ان کے مماثل و مساوی ہو لیکن یزیدی حکومت سب کی سب آپ کی عداوت پر تھی ہوئی تھی۔

یہاں "الناس" کا لفظ قابل غور ہے کہ جس میں یزیدی ارکان سلطنت کے علاوہ اس محمد کے سارے ہی حضرات آجائے ہیں اس لیے یہ شبہ باہل ایسا ہی ہے جیسا کہ رافضی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پیش کیا کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ اس وقت صحابہ کرام سے بھرا ہوا تھا مگر کسی ایک محافل نے بھی اس وقت ان کا ساتھ نہ دیا۔

آخر نہایت بے کسی کی حالت میں میں حرم نبوی میں گھر کے اندر گھس کر ان کو قتل کر ڈالا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ معظمہ سے نکلنے وقت یہ کسی کو معلوم تھا کہ اسی سفر میں آپ کو منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں شہید کر ڈالا جائے گا۔

صحابی رسول کا معرکہ کربلا میں شہید ہونا | پھر بھی حضرت انس بن الحارث رضی اللہ عنہما جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ ہی کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے ہیں چنانچہ امام بخاری "السنن الکبیر" میں فرماتے ہیں :

انس بن الحارث قتل مع الحسين
بن علي سمع النبي صلى الله
عليه وسلم
انس بن الحارث یہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ شہید ہوئے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے

احادیث کی رو سے حضرت حسین کے موقع کی صحت | حضرت انس بن الحارث رضی اللہ عنہما نے جو حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اس کا متن یہ ہے :
ان ابنی یعنی الحسین۔ یقتل بارض
یقال لها کربلاء فمن شهد منكم
ذلت فلينصره
میرا بیٹا حسین مقام کربلا میں قتل کیا جائے گا تم میں سے جو کوئی اس موقع پر موجود ہو اس کی مدد کرے۔

اسی حدیث کی بنا پر یہ صحابی معرکہ کربلا میں آپ کے ساتھ رہے۔ اس روایت کو حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں امام بغوی کی "معجم الصحابہ" کے حوالے سے پسند نقل کیا ہے۔

اس روایت سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی صحت رد و رد میں کی طرح عیاں ہو گئی اور جیسا کہ سابق میں بھی گزرا۔ حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تعالیٰ عنہم اس امت کے نخباء و رقباء ہیں سے تھے اور اس منصب کی ذمہ داری تھی کہ امت میں جب بھی کوئی فحشاء پیدا ہو یا اس کا بد وقت تدارک کریں خواہ اس

سلسلہ میں جاہ کی قربانی دینی پڑے یا جان کی یا جان و مال دونوں کی۔ اس لیے ان تینوں بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں اصلاح امت کے سلسلہ میں جو بھی قدم اٹھایا وہ عین رضائے الہی اور شریعت کے مطابق تھا اور حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ ان ہیہ حضرات کا جنگ و صلح کے بارے میں جو اقدام بھی ہو گا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے عین مطابق ہو گا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے :

عن زید بن أرقم أن حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال لعلی وفاطمة والحسن حضرت علی وفاطمة حسن وحسین رضی اللہ عنہم والחסین أنا حارب لمن کے بارے میں فرمایا ”جو ان سے لڑے میری اُن حاربہم وسلم لمن سے لڑائی ہے اور جو ان سے صلح کرے میری اُن سالمہم بلہ سے صلح ہے“

اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت زید بن ارقم سے ”باب فضائل الحسن والحسين بن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنهم“ کے تحت ان الفاظ سے مروی ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علي وفاطمة والحسن علي، فاطمة، حسن وحسين رضي الله تعالى عنهم والחסین أنا سلم لمن سے فرمایا جن سے تم صلح کرو میری ان سے سالمتم وحارب لمن صلح ہے اور جن سے تمہاری لڑائی ہو ان سے میری لڑائی ہے۔

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے علاوہ مسیح ابن حبان میں بھی حضرت زید بن ارقم کی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں آئی ہے :

عن ابي هريرة قال نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی و النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن، حسین وفاطمة کی طرف دیکھ کر فرمایا

إلى علي والحسين وفاطمة فقال أنا جو تم سے جنگ کرے ان سے میری جنگ حارب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم ہے اور جو تم سے صلح کرے ان سے میری صلح ہے۔ اس لیے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کو خطا کہنا بہت بڑی خطا ہے۔

اہل بیت سے جنگ کرنا باجماع امت مذموم ہے | اہل بیت سے جنگ کرنا ایسی مذموم حرکت ہے کہ جب کی مذمت پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے چنانچہ محدث ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح ”مرقاۃ“ میں لکھتے ہیں :

ففضل أهل البيت و ذم من فضل أهل البيت اور ان سے جنگ کرنے حاربہم أمر مجع عند علماء والوں کی مذمت ملنا اہل سنت اور اکابر ائمہ اہل السنة و اکابر ائمہ امت کے نزدیک متفق علیہ ہے

یزید کے بارے میں اُس کے بیٹے کی شہادت | یزید کے بارے میں سب بڑی شہادت خود اُس کے گھر والوں کی موجود ہے۔ حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور کون واقف ہو سکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صلح جو۔ اب دیکھئے معاویہ بن یزید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں۔ یزید کے یہ عداوت بیٹے جب متولی خلافت ہوئے تو انہوں نے برسہا برس باپ یزید کے بارے میں برا بھلا کہا خیال کیا وہ یہ ہے :

قلد أبي الامر و كان غير اهل و میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل نافع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے نہ تھا، اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علیہ وسلم فقطعت عمره و ابنته عقبہ تو اسے سے نزع کی آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور وصار فی قبره رهینا بذنوبہ نسل ختم ہو گئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں ثم بکی وقال ان من اعظم الامور کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے

علینا علنا سوء مصرعه وبش
منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وأباح الخمر
وخرّب الکعبۃ ولم أذف
حلاۃ الخلافۃ فلا تقلد من ارتقا
فشاکم وأمرکم واللہ لئن کانت
الدنیا خیرا لقد بدلنا منها حفظا
ولئن کانت شرّا لکنفی ذریۃ
أبوسفیان ما أصابوا منها
پھر کہنے لگے جرات ہم پر سے زیادہ گرائی ہے
وہ یہ ہے کہ اس کا بڑا انجام اور بری عاقبت
ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ اس نے
واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا
شراب کو سباح کیا بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے
خداخت کی صلات ہی نہیں چکی تو اس کی نیکیوں کو
کیوں بھیلوں؟ اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام
خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل
کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد
سے دنیا سے کما لیا وہ کافی ہے۔

یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت | اور یزید کے خاص انخاص شریک کار
اس کے برادر عمراؤ (بشرطیکہ استلحاق زیاد صحیح ہو) عبید اللہ بن زیاد کے الفاظ
ملاحظہ ہوں کہ امام اہل السنۃ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ بسند ذیل نقل
فرمایا ہے :

حدثنا ابن حمید قال :
حدثنا جبرین عن مغیرۃ قال :
کتب یزید إلی ابن مرجانہ
ان اغزو ابن الزبیر فقال لا أجمعہما
للناسق أبداً أقتل ابن بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
واغزو البیت، وقال، وکانت
یزید نے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد)
کو لکھا کہ "جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا کہ میں
اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں بڑائیاں
اپنے نامہ اعمال میں کبھی جمع نہیں کر سکتا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قتل
کر چکا ایذا کب پر بھی چڑھائی کر دوں،

امہ مرجانۃ امراء صدق
فقال لعبد اللہ حنین
قتل الحسین علیہ السلام
ویلک ماذا صنعت وماذا
رکبت
غیر و کا بیان ہے کہ مرجانہ اس کی ماں بھیل
عورت تھی جب عبید اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ
منہ کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا کہ تجھ
پر افسوس تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا۔

یزید کا فسق اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے | اس لیے علماء اہل سنت والجماعہ میں
جو حضرات اکابر یزید علیہ مایستحقہ پر لعن طعن یا اس کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں
وہ بلا وجہ نہیں کرتے۔ یزید کا فسق تمام اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اس
بارے میں دورائے نہیں ہیں اور کسی ماصبی کی بات اس سلسلہ میں درخور اعتنا
نہیں البتہ اس کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ امام مدظلہ الاسلام
ابوالسررہ دوی نے کیا خوب لکھا ہے :

وأما یزید بن معاویۃ کان ظالما
ولکن حل کان کافرا تکلم
الناس فیہ بعضهم کفروہ
لسا حکم عن من اسباب الکفر
وبعضہم لم یکفروہ وقتلوا
لم یصح منہ تلک الاسباب
ولاحاجۃ بأحد إلی معرفۃ
حالہ فان اللہ تعالیٰ أعفانا
عن ذلک
یزید بن معاویہ، وہ ظالم تھا لیکن آیا
کافر بھی تھا یا نہیں اس بارے میں علماء
میں گفتگو ہے بعض اس کو کافر بتاتے ہیں
کیونکہ اس کے بارے میں وہ باتیں کہجاتی ہیں
جو کفر کا سبب بن سکتی ہیں اور بعض اس کی تکفیر
نہیں کرتے دہکتے ہیں یہ باتیں صحیح نہیں
اور کسی کو اس کا حال معلوم کرنے کی ضرورت
بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے
مستغنی فرمادیا۔

بہر حال اگرچہ امتیاط اسی میں ہے کہ حتی الوسع اس کی تکفیر سے گریز کیا جائے
مگر بہر صورت اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس کو علامہ ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقة"

میں بصراحت لکھا ہے :

وعلى القول بانته مسلم فهو اور اس کو مسلمان کہنے کے باوجود (یہ حقیقت ہے) فاسق شریر سیکر جبار شریر کہ وہ فاسق تھا، شریر تھا، شہ کا توالہ تھا عالم تھا یزید کی حمایت میں سرگرم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استغاثہ کرنا ان کی شہادت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس کی وقعت گرانا ایسی یہودہ حرکت ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

شہادت حسین پر حضور علیہ السلام کا قلق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام اور ملک القفا (بارش کا فرشتہ) کے ذریعہ اپنی حیات مبارکہ میں پہنچی تھی جس سے آپ کو سخت رنج و اضطراب ہوا تھا اور بعد وفات بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر آپ کے رنج و قلق اور سخت پریشانی و اضطراب کا ذکر احادیث میں وارد ہے چنانچہ :

عن ام الفضل بنت الحارث حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج رات ایک برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا کیا؟ عرض کیا بہت ہی سخت ہے (بیان سے باہر ہے) آپ نے پھر فرمایا کیا دیکھا ہے؟ عرض کیا میں نے دیکھا کہ گویا کہ آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا تو فاطمہ کے لڑکا پیدا ہو گا اور وہ بچہ تمہاری گود میں رہے گا

غلاما یكون في حجرک (چنانچہ ایسا ہی ہوا) حضرت فاطمہ کے یہاں حضرت فولدت فاطمة الحسين فكان في حجری كما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فدخلت یومنا علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فوضعتہ فی حجرہ ثم کانت منی التفاتة فاذا عینا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تھریقان الدمع قالت فقلت میا نبی اللہ بائی أنت و أمی مالک قال اتانی جبریل علیہ السلام فأخبرنی ان أمی ستقتل ابني هذا فقلت هذا قال نعم و اتانی بترية من تربته حمراء

واضح رہے کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور بڑی قدیم الاسلام صحابیہ ہیں صاحب کوفہ نے "اسماء رجال شکوفہ" میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین قدیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یہ مشرف باسلام ہو گئی تھیں۔

وعن ابن عباس انه قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یری النائم ذات یوم من نصف النهار اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ بال کبھرے ہوئے ہیں پہرہ مبارک

أشعث أغبر بیده قادورة
فیہا دم فقلت بآب
أنت وأتی ما هذا قال
هذا دم الحین وأصحابه
والله عز وجل أنقطه منذ
الیوم فاحصی ذلك
الوقت فاجد قتل ذلك
الوقت -
رواهما البیهقی ودرانی
النبوة و احمد الاخيرین

غبار آلود ہے اور آپ کے دست مبارک میں
ایک شیشی برتن ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے
میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر خدا
ہوں یہ کیا حالت ہے؟ یہ تو بول گئی ہے،
فرمایا یہ حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے
جس کو آج دن بکھلے سے سمیٹ رہا ہوں۔ ابھی کچھ
کا بیان ہے کہ اس وقت کا میں حساب لگاتا ہوں
تو یہ وہی وقت تھا جس وقت ان کو شہید کیا تھا
ام الفضل اور ابن عباس دونوں کی روایتوں
کو یہ بھقی نے دلائل النبوة میں روایت کیا ہے۔
اور امام احمد نے اپنی مسند میں اخیر کی روایت
نقل کی ہے۔

وعن سلمی قالت دخلت
علی أم سلمة وهي تنكي
تعدت ما بيكيك؟ قالت
رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
تغنى في المنام وعلى رأسه
ولحيته التراب، فقلت
مالك يا رسول الله؟ قال
شهدت قتل الحسين أفنا
رواه الترمذی وقال هذا
حدیث غریب

اور حضرت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت
میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رو رہی تھیں میں نے
عرض کیا آپ کیوں روتی ہیں فرماتے گئیں میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت
میں دیکھا ہے کہ آپ کی ریش اور سر مبارک پر خاک
پڑی ہوئی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو
کیا ہو گیا فرمایا میں ابھی ابھی حسین کو قتل ہونے دیکھا
اس روایت کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل
کیا ہے۔

اب غور فرمائیے کہ احادیث کیا بتاتی ہیں مگر ناہنجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت
پر خوش اور سرور ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طنز و طعن اور ان کا
استحقاق ان کا شیوہ ہے۔

شہادت حسینؑ کے بارے میں ابن تیمیہ کا بیان | حافظ ابن تیمیہؒ نے خوب لکھا ہے
والمحسین رضی اللہ عنہ اکرہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق تعالیٰ نے
اللہ تعالیٰ بآل الشہادة فہذا اس دن شہادت سے معزز و مکرم فرمایا اور اس دن
الیوم وأهوان بذلت جس نے بھی ان کو قتل کیا یا ان کے قتل میں امانت
من قتله أو أعان علی کی یا ان کے قتل سے راضی ہوا اس کی امانت
قتله أو رضی بقتله، ولہ فرمائی حضرت تو لکھے شہداء کا اچھا نمونہ تھے
أسوة حسنة بمن سبقہ کیونکہ بلاشبہ حضرت حسین اور ان کے بھائی حضرت
من الشہداء فاقہ وأخو حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جوانانِ جنت
ستد اشباب أهل الجنة کے سردار ہیں ان دونوں حضرات کی نشرو نما جو کہ
وكان قد تر بتياف اس عہد میں ہوئی تھی جبکہ اسلام کا غلبہ تھا اس لئے
عز الاسلام لم ينال امت دوسرے بزرگانِ اہل بیت کی طرح ان دونوں کو
الهجرة والجهاد والصبر ہجرت جہاد اور راہِ خدا میں اذیت پر صبر کا موقع
على الأذى في الله ما ناله نہ مل سکا جو ان حضرات کو ملا تھا لہذا حق تعالیٰ نے
أهل بيته، فأكرمهما ان دونوں حضرات کو بھی مرتبہ شہادت پر فائز فرما
اللہ تعالیٰ بآل الشہادة تكبيلاً کہ معزز فرمایا کہ ان کے اعزاز و تحکیم کی تکمیل ہو
سکا امتہما و دفعا لدرجاتہما اور ان کے درجات بلند ہو جائیں۔ حضرت حسینؑ
وقتله مصيبة عظيمة کی شہادت بڑی عظیم مصیبت ہے۔

حضرت حسینؑ سے حضور علیہ السلام کا محبت کرنا | یہ ناہنجی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ
اور خلفائے ثلاثہ کا ان کا احترام کرنا | عنہ کی کیا قدر کر سکتے ہیں ان کی قدر

تو حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دل سے کوئی پوچھے۔ حافظ ابن کثیرؒ

”الہدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں

وقد أدرك الحسين من

حياة النبي صلى الله عليه وسلم

خمس سنين أو نحوها و

روى عنه أحاديث

.... وسمي كراما كانت

رسول الله صلى الله عليه وسلم

بكر مهابه و ما كان

يظهر محبتهم والحنو

عليهما والمقصود أن الحسين

عاصر رسول الله صلى الله

عليه وسلم وصحب إلى

أن توفي وهو عن راجن

ولكنه كان صغيرا

شعر كان الصديق يكرمه

ويعظمه وكذلك عمر

وعثمان وصحب أباہ

وروى عنه وكاف

معه في مغازيه

كلها في الجمل وصفين

وكان معظمًا موقرًا

ولم يزل في طاعة

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے پانچ سال

یا اس کے گف بھگ پائے اور آپؐ حدیثیں

روایت کیں اور ہم عنقریب ذکر

کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں

بھائیوں کی کس طرح عزت افزائی فرمایا کرتے

تھے اور ان دونوں کے بارے میں کس قدر محبت

و شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ اور مقصود

تو یہ بتانا ہے کہ حضرت حسینؑ نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک پایا تھا اور

وفات نبویؐ تک آپؐ کی صحبت اٹھائی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس جہان فانی

سے رحلت فرمائی تو اس وقت آپؐ حضرت حسینؑ

سے خوش ہو کر گئے تھے لیکن ابھی یہ کم سن تھے

پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ اور اسی طرح حضرت عمر

رضی اللہ عنہما عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان کا

اکرام و تعظیم فرماتے رہے حضرت حسینؑ برابر

اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے ان سے

حدیثیں بھی روایت کیں اور تمام غزوات

حیدری میں جن میں جمل و صفین بھی شامل ہیں

حضرت علیؑ کے ساتھ جہاد میں شریک تھے

آہستہ آہستہ حتی قتل

یہ ہر زمانے میں معظم و موقر تھے اور برابر اپنے والد ماجد

کی اطاعت میں سرگرم رہے تا آنکہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی۔

اس لیے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں وقعت دینا

حد درجہ گستاخی و خیر چشی ہے اور اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت

کو اس فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

یاد رہے کہ یزید کی مذمت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں بعض میں صراحت

کے ساتھ اس کا نام لے کر مذمت آئی ہے اور بعض میں اس کے عہدِ نبوتؐ ہمد کی نشاندہی

کی گئی ہے اور بعض میں اس کی حرکات و سکنات پر کبھی بعض میں اس کے افعال و قبیر پر لعنت کی

تصریح ہے۔ ان میں سے بعض حدیثوں کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے۔ ان احادیث کی تفصیل

ہم انشاء اللہ تعالیٰ مستقل رسالہ میں قلم بند کریں گے۔ واللہ الموفق۔

مفتی محمد شفیع صاحب کی طرف | اور یہ جو مستثنیٰ نے لکھا ہے کہ ”اسی استفتاء کا جواب مذکورہ

نہی کا انتساب مشکوک ہے | بالا امور کی تائید میں ہم محرم شہادت میں دارالعلوم کراچی سے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی ماتحتی میں دیا جا چکا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

تو الحمد للہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا دارالعلوم بھی موجود ہے اور علم کا دارالافتاء

بھی وہاں سے دریافت کیا جاسکتا ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان بارہ سوالات مذکورہ کی

تائید و تصحیح حضرت مفتی صاحب مرحوم کے قلم سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ

کا رسالہ ”شہید کو بلا“ کہیں چھپا نہیں۔ چھپا ہوا موجود ہے پڑھ کر دیکھ لیجئے اس رسالہ

کے مطالعہ سے ان سوالات کی تردید ہوتی ہے یا تائید؟

یزید کے بارے میں مفتی صاحب | بہر حال مفتی صاحب کا انتساب علماء دیوبند کی طرح صحیح

کے اکابر کی تصریحات | وہ وطنائے ائمہ مشربان مسلک دیوبند ہی ہیں۔ اکابر

علماء دیوبند جن حضرات علماء کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتے ہیں ان میں شیخ اجل

عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے خلفاء و مابعد و مابعد صاحب

محدث کی تصریحات یزید کے بارے میں ان اوراق میں ناظرین کی نظر سے گزر چکی ہیں۔

لعنہ یزید کے بارے میں | حضرت مجدد الف ثانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے معاصر اور
مجدد الف ثانی کی تصریحات | شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالحزیز کے اکابر میں ہیں۔ یزید کے
بارے میں ان کے مکتوبات شریفہ میں جو کچھ مرقوم ہے وہ یہ ہے :

یزید بے دولت از زمرہ فسق است ، یزید بد نصیب فاسقوں کے گرد وہیں شامل ہے
توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اس پر لعنت کرنے میں توقف اہل سنت کے
اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ اس قاعدہ کی بنا پر ہے کہ کسی شخص تین پر اگرچہ
کافر باشد تجویز لعنت بخودہ اندگر وہ کافر ہی کیوں نہ ہو لعنت کی تجویز نہیں کیا
آنکہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر کرتے الایہ کہ بالیقین یہ معلوم ہو جائے کہ اس
ورد کافی بہتہ النبی وامراتہ نہ آنکہ او شخص کا خاتمہ کفر یہ ہوا ہے جیسا کہ ابوہریرہؓ
شایان لعنت نیست۔ است اور اس کی بیوی تھی یزید پر لعنت کرنے سے توقف
الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں۔ ارشاد
لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا باری ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے
وَالْآخِرَةِ میں رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا میں
بھی لعنت کی اور آخرت میں بھی ۔

مکتوبات کے ایک دوسرے نسخے میں "از زمرہ فسق" کی بجائے "از زمرہ فسق"
کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہوتے "یزید کشرش فاسقوں میں سے ہے اور اسی مکتوب میں
سائل کے اس جواب میں کہ :

اگر او مستحق لعنت است (الحو) اگر وہ (جس کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے)
مستحق لعنت ہے۔

اگر اس شخص در باب یزیدی گفت اگر یہ بات یزید کے بارے میں کہی جاتی تو
گنہائش داشت اس کی گنہائش تھی

اور مرقع الاول کے مکتوب (۲۶۱) میں فرماتے ہیں :

ابن منکر قرعہ یزید بے دولت یہ فضیلت شیخی کا منکر یزید بد نصیب کا

۱۸۲ دفتراول مکتوب ۲۵۱ حصہ چہارم ص ۶۰ طبع مجددی امرتسر ۱۳۵۷ھ

است کہ بواسطہ احتیاط اور لعن سادھی ہے کہ احتیاط کے خیال سے اس پر لعنت
او توقف کردہ اند ایذا تک بحضرت کہنے سے رکھتے ہیں حضرت سید علیؒ کو
پیغمبر از راہ ایذا نہ ملخائے راشدین جو ایذا آپ کے خلفائے راشدین کی ایذا سانی کے
او میرسد در رنگ ایذا نہ است سبب ہوتی ہے وہ اسی رنگ کی ایذا ہے کہ جو حضرت
کہ از راہ ایذا نہ اما میرسد اما میں جن کی ایذا سانی کی بنا پر آپ کو ہوتی ہے
علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیمات علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیمات

بحر العلوم کی تصریح اور علامہ بحر العلوم نھنوی علیہ الرحمہ فواتح الرحموت
یزید کے بارے میں شرح مسلم الثبوت میں ارقام فرماتے ہیں :

و یزید ابشہ مع انہ کان اور ان کا بیٹا یزید اگرچہ فاسقوں
من اخبث الفتاق و کان میں بڑا خبیث تھا اور منصب خلافت
بعیداً بہر احوال من الامامة سے مراحل (کوسوں) دور تھا بلکہ
بذل الشک فی ابیحاتہ اس کے تو ایمان میں بھی شک ہے
خذلہ اللہ تعالیٰ والصنیعات اللہ تعالیٰ اس کا بھلا نہ کرے ، اور جو
التي صنعها معروفہ من طرح طرح کی خبیث حرکتیں اس نے
انواع الخباثت کی ہیں سب جانی پہ جانی ہیں۔

اور حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ اپنے مکتوبات "میں فرماتے ہیں
رفیق من از جنود حسین بن علی است میرا رفیق حضرت حسین بن علیؒ کی
ورفتہ مخالف من از زمرہ یزیدی شقی ہے سپاہ میں داخل ہے اور میرے
خالف کار رفیق یزید شقی کے زمرہ میں ہے۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

بلاشبہ مشارک مایا غازی است
یا شبہید و مقابل مایا ابوجہل است
بلاشبہ چار شریک یا غازی ہے
یا شبہید اور چار مقابل ابوجہل
ہے یا یزید۔

ہندوستان کے اکابر علما رجب یزید کا نام لیتے ہیں تو اس کے نام کے ساتھ پلید کا لفظ بڑھاتے ہیں۔ یا یوں لکھتے ہیں : یزید علیہ ماہوا لہ ۱۱
یا یزید علیہ مایستحق ۱۲ اور یزید بن معاویہ علیہ من اللہ مایستحق ۱۳ یعنی یزید کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے یوں لکھا کرتے ہیں کہ یزید جس معاملہ کا مستحق ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ ہو۔

اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے مرشد و شیخ مولانا اشرف علی تھانوی کے فتاویٰ یزید کے بارے میں امداد الفتاویٰ میں طبع شدہ موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جائے وہ یزید کو فاسق ہی بتاتے ہیں ۱۴

غیر مقلد مقلدین کے فتویٰ کی نتیجہ ۱۵ مطبوعہ استفتاء جو بشارات مغفرت کے امین حضرت یزید بن معاویہ سے متعلق ایک اہم استفتاء اور اس کا جواب " کے نام سے شائع ہوا ہے اس میں مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کے فتویٰ کے بعد غیر مقلدین کے دو مفتیوں کا فتویٰ بھی یزید کے بارے میں ان الفاظ میں درج ہے ۔

۱۱۔ ورق ۱۵۱۔ ان دونوں حوالوں کے بارے میں ہم مولانا سید سعد شاہ بخاری عم فیوضہم کے ممنون ہیں۔ ۱۲۔ تیسیر الفقاری ۶ ص ۲۹۹۔ ۱۳۔ تیسیر الفقاری ۲۵ ص ۱۵۱۔ ۱۴۔ تاج العروس، مادہ ح۔ ۱۵۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۶۵

۱۱ الجواب۔ امیر یزید علیہ الرحمۃ کے متعلق علاوہ تاریخی حوالہات کے صحیح بخاری کی حدیث مذکور در سوال میں طور پر یزید کی طہارت اور مغفرت پر دلالت ہے۔ پس مسلمانوں کو کب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفور قرار دیں اور ہم یزید کو مقہور و مغضوب علیہ قرار دیں۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس میں کفر کی وجہ نہ ہو۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پیشگوئی میں اس کو مغفور فرمایا یہ کافر فاسق و فاجر کہنے والا خود اس کا مستحق بن رہا ہے۔ ایسے خیالات و نظریات بابت یزید علیہ الرحمۃ رکھنے والے کے پیچھے نماز کی مانعت کہاں؟ واللہ اعلم بالصواب ۱۶

مفتیان بالا کی رائے صحیح ہے
ابو الفضل عبدالرحمن

۶۳۱ھ

مولانا
محمد یوسف ظاں
مفتی پاکستان کراچی
کلمتہ دالے

نواب صدیق حسن خاں کا فیصلہ یزید کے بارے میں صحیح بخاری کی حدیث پر تو تفصیلی بحث گذر چکی اور ان دونوں مفتیوں کا غیر مقلدین میں جو مقام ہے وہ جائیں، ہندوستان میں نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم سے بڑھ کر اہل حدیث میں کوئی کثیر التصانیف نہیں گزرا۔ ان کا جو فیصلہ یزید کے بارے میں ہے وہ ہم ان کی کتاب "بغیۃ المرائد فی شرح العقائد" سے جو عقائد نسفیہ کی شرح ہے، پیش کئے دیتے ہیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا تعلق علم عقائد سے ہے اس لئے اہل حدیث حضرات کو یزید کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہیے

نواب صاحب اسکی کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

و بعضے براہ غلو و افراط و درشان
و سے روند گویند امامت اور باتفاق
مسلمانان شدد طاعت و سے بر
امام حسین رضی اللہ عنہ واجب بود
و بخدا پناہ ازین قول و اعتقاد کہ
و سے یا وجود امام حسین امام
امیر شورا و اتفاق مسلمانان
کجا است، جسے از صحابہ اولاد
ایشان کہ در زمان آن پلید
بودند انکارش کردند و از طاقت
ادبیروں رفتند۔ و بعضے از
اہل مدینہ بعد و ریافت حال خلع
بیعت کردند،

و سے تاوہک صلوٰۃ و شارب
خمر و زانی و فاسق و مستحل محارم و
و بعضے برو سے اطلاق لعن کردہ
مثل امام احمد و امثال ایشان
و ابن جوزی لعن دے از سلف
نقل نمودہ زیر کہ و سے وقت
امیر قتل حسین کافر شد و کہے کہ قتل

لے کر دیا اور بدان نمود بر جواز
لعن لے اتفاق کردہ اندر گفتارانی
گفہ حق است کہ متعلقہ بقتل
حسین و استبشار لے بدان و
اہانت نمودن اہل بیت متواتر
المنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد
سے ہو لہذا ہم اس کے بارے میں تو کیا اس کے ایمان
کے بارے میں مدعی توقف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ
تعالیٰ کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس ہاکیر مرید کے
اعوان و انصار پر گناہ۔ (نقل تانی کا کلام بیان ختم ہو گیا،
بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں
سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو جو برے
کام اس منحوس نے اس امت کے اندر کئے
ہیں وہ ہر گز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔
نیا یاد۔

بعد قتل امام حسین لشکر
بتخریب مدینہ منورہ فرستاد و
بقیہ صحابہ و تابعین را بر قتل
کرد و با سواد و دم کہ قتل عبد اللہ
بن الزبیر و مرواخت و ہم وریا
حالت ناپسندیدہ از دنیا رفتہ
دیگر احتمال تو بہ و رجوع او کجا

یا آپ کے قتل کرنے کا حکم دیا اس پر لعنت کے جواز پر
اتفاق ہے۔ علامہ نقضانی فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے
کہ قتل حسین پر برید کی رضا مندی اور اس پر اس کا
خوش ہونا اہل بیت نبوی کی اہانت کرنا بدعتا
المنی ہے گو اس کی تفصیلات کا ثبوت اخبار احاد
سے ہو لہذا ہم اس کے بارے میں تو کیا اس کے ایمان
کے بارے میں مدعی توقف سے کام نہیں لیتے۔ اللہ
تعالیٰ کی اس پر بھی لعنت ہو اور اس ہاکیر مرید کے
اعوان و انصار پر گناہ۔ (نقل تانی کا کلام بیان ختم ہو گیا،
بہر حال وہ اکثر لوگوں کے نزدیک انسانوں میں
سب سے زیادہ قابل نفرت ہے اور جو جو برے
کام اس منحوس نے اس امت کے اندر کئے
ہیں وہ ہر گز کسی کے ہاتھوں نہیں ہو سکتے۔
نیا یاد۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے بعد اس
مدینہ منورہ کی تخریب کے لئے لشکر بھیجا اور جو صحابہ و تابعین
وہاں ہائی گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر
حرم مکہ کی عورت کو یا مال کو قتل کرنے اور حضرت عبد اللہ
بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کرنے کے درجے
ہو گیا۔ اور اسی ناپسندیدہ حالت میں دنیا
سے چل بسا اب اس کے تو بہ کرنے اور بدگمانی کا

علامہ مقبلی کی رائے یزید کے بارے میں

اور علامہ صالح بن مہدی مقبلی کو کربا فی نزہل مکر جن کے مجتہد ہونے کی تاضی خوبی کافی نے "البدر الطالع" میں تصریح کی ہے اپنی کتاب "اعلم الشیخ فی تفضیل الحق علی الآثار والشیخ" میں رقمطراز ہیں۔

والمحب من ذلك من
یحسن لیزید الموثق الذی
نعل بجوار الامه مافعل
دهتت مدینه الرسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وقتل الحسين السبط
اهل بیتہ وھتکھروقل
مالواستمكن من مثل فعلہ
عدوھم من النصارى
كان ارفق منه
ومن جملة المحسنين له
جحة الاسلام الغزالي وكنه
فی تصوفاته کلھا كھا طبع

اور اس سے بھی عجیب وہ شخص ہے کہ جو یزید
کے یزید کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے۔ (یزید وہی ہے)
جس نے ہزاروں امت کے ساتھ ناگفتہ بہ معاملہ
کیا مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کنکار
میں ملایا سبط پیہر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور ان کے اہل بیت کو شہید کیا اور ان کی بے عوفی
کی اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا کہ اگر دشمنان اسلام
نصاری کا بھی ان پر قابو چلے تو شاید ان کا برتاؤ بھی
ان حضرات کے ساتھ اس سے نرم
ہی ہوتا۔

اور یزید کو اچھا بنا کر پیش کرنے والوں میں مجتہد
الاسلام غزالی بھی ہیں۔ لیکن وہ اپنی تمام کاغذی
میں عا طیب اللیل ررات کے اندھیرے میں

لیل یجمع فی خطبہ الحیۃ
والعقرب ولا
بیدری۔

کڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہیں کہ جو اپنی
کڑیوں میں سانپ کچھو کچھو جمع کر لیتا ہے اور
اسے کچھ بڑ نہیں چلتا۔

و ما یھون صتم یزید
الامضی دل ادرکت
الشقاوة فی مشاکلتہ
بطوامہ المردیات لایالہ
والتفریط والافراط
ولکن الصبر عنھما کالقیض
علی الجوع صیام تراکوا یجھل
کرمناھذا انسال اللہ
العافیۃ والسلامۃ امین

اور یزید کی حرکت کو دہی معمولی سمجھے گا جو
توفیق الہی سے محروم ہو اور جس کو شقاوت نے
گھیر لیا ہو اس طرح وہ بھی اس کے ہلکے گتوں
میں اس کا شریک بن گیا۔ لہذا انہیں تفریط و افراط
سے بچنا چاہیے۔ لیکن اس سلسلہ میں صبر سے کام لینا
ایسا ہی ہے جیسے انگارے کو ٹٹھی میں پکڑ لینا۔ خصوصاً
جبکہ جہالت امڈی چلی آتی ہو جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت سلامتی
کے خواہاں ہیں۔ آمین

ومن غریب الفقہ ما ذکرہ
ابن حجر الحمینی فی صواعقہ
أنہ لا یجوز لعن یزید : ان
کان یجوز بالاجماع لعن من
شراب الخمر ومن قطع الاحرام
ومن هتکت مدینۃ الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم ومن قتل
الحسین اذ امر بقتلہ اور ضی
بقتلہ۔ قال واما یزید

اور فقہ کا نزاع مسئلہ جس کو ابن حجر حمینی نے
اپنی کتاب "صواعق محرقة" میں بیان کیا ہے
یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں اگرچہ
بالاجماع ایسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے جو
سبھار ہو اور جو قطع رحمی کا مرتکب ہو اور جو
مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال
کرے۔ اور جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
قاتل ہو یا ان کے قتل کا حکم دے یا ان کے قتل
سے راضی ہو فرماتے ہیں۔ لیکن خود یزید پر لعنت نہیں

بعینہ فلا دان کان قد فعل هذا
الاشیاء نحو فاسق قطعاً. ونحن
فی نقضهم نحو كلامه اعني انك
يجوز عن المعین فی كلیة فیقال
لهذا قیاس الدلالة علی نقضه
هذا: ان لا یجد شارب الخمر
المعین والزانی المعین الخ
ذلك فی جمیع احكام الشریعة لان
الطریقة واحدة فطام
ایضاً منطلقاً لان هذا الشك
الاول المضردی خالفتموه فانی
برهان یقام بعده دهوره
هذا ایضاً شرب
الخمر وشارب الخمر
ملعون هذا ایضاً
ملعون -
ولو قالوا یبغی تحافی ذلك
من باب قوله صلی الله علیه وآله
وسلم لیس المؤمن باللعن لكان
لیه مندوحة للمتقین والله اعلم
ومن ۳۶ ملیم مصر ۳۳۳

کر سکتے اگرچہ اس نے ان تمام امور کا ذکر کیا تھا
اور وہ قطعاً ناسق تھا اور جیسا کہ ان کا بیان ہے
ایسا تمام ان کی فقہ میں پاتے ہیں کہ کسی متعین شخص پر
لعنت کو نازل دانیس یا ان کا کلیہ ہے۔ تو ان کی حدت
میں عرض ہے کہ تمہاری اس فقہ میں تو قیاس الدلائل
کی بنا پر یوں ہوتا چاہیے تھا کہ کسی معین شراب خور
پر مسدقہ بانی اور نہ کسی معین زانی پر اور اسی
طرح اور مسلمہ احکام شرعیہ میں بھی یہی ہونا چاہیے
تھا۔ کیونکہ طریقہ تو ایک ہی ہے۔
اور اس صورت میں تمہاری منطق بھی ہوا میں آگئی،
کیونکہ تم تو منطق کی اس شکل اول کی بھی جو بدیہی الاستماع
ہے مخالفت کہتے ہو۔ لہذا اب اس کے بعد اور کوئی دلیل
نہ ملے سائے نہیں سکتی ہے کیونکہ قیاس کی شکل دل
کی صورت یہ ہے (۱) یہ ہے بریزید جس نے شراب پی کر
اور (۲) شراب کا پینے والا ملعون ہے۔ (۳) لہذا یہ
بریزید ملعون ہے۔
ہاں اگر یہ حضرات یوں کہتے کہ لعنت کہنے سے اس لئے
بچنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
گراں ہے "مومن لعنت کا ذکر نہیں لگایا کرتا"
تو بیشک اس صورت میں ابن تغویٰ کے لئے اس سے
بچنے کی گنجائش ہوتی، واللہ اعلم

اب لو اب صدیق حسن خاں اور علامہ مقبل کے مقابلہ میں ان دونوں نام نہاد غیر
معروف مفتیوں کے فتویٰ کی جو وقعت ہو سکتی ہے ظاہر ہے۔
یزید کی طہارت و مغفرت کی بحث | اور صحیح بخاری کی اس حدیث کے بارے
میں جو استفتاء میں مذکور ہے ان غیر مقلد مفتیوں کا یہ کہنا کہ
حدیث مذکور در سوال بین طور بریزید کی طہارت اور مغفرت پر
دال ہے، پس مسلمانوں کو کوب لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو مغفور فرمائیں اور ہم یزید کو مقبور و مغضوب علیہ قرار دیں؟
اور پھر کر اس بات پر زور دینا اور یہ کہے جا نا کہ
"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو پیش گوئی میں اس کو مغفور
فرمائیں۔"
اور اسی طرح مولوی محمد صابری صاحب مفتی کا یہ لکھنا کہ
"امیر یزید... از روے حدیث بخاری شریف مغفور لہم میں
داخل ہیں۔"
محض غلط ہے۔ اگر یہ لوگ خود تحقیق کرتے یا محققین اہل علم سے دریافت کرتے تو ہرگز ایسی
شدید غلطی میں مبتلا نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق ایک غلط
بات کو منسوب کرنے کا گستاہ اپنے سر نہ لیتے۔
غور فرمائیے صحیح بخاری کی جو حدیث استفتاء میں درج ہے اس کے الفاظ ہیں۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر پر جنگ
جیش من حق یغزین مدینہ قیصر کرے گا اس کی بخشش کر دی گئی ہے۔
منفرد لہو۔
اس کے بارے میں پہلے سوال کے جواب میں تفصیل سے یہ بحث گزر چکی ہے کہ

یزید کی نسبت جہاد کی تھی ہی نہیں وہ قوز بردستی باپ کے دباؤ کی وجہ سے غازیانی
روم میں شامل ہو گیا تھا ورنہ اسے جہاد کفار سے کیا سروکار آپ بھی بڑھ چکے
ہیں کہ یزید نے جیسے ہی تخت عکرمیت پر قدم رکھا اپنی پہلی ہی تقریر میں بحری اور
سمرانی جہاد کی معطلی کا اعلان کیا۔

یزید کا جزیرہ رودس اور جزیرہ
ارداد سے مجاہدین کو واپس بلا لینا
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درحکومت
میں سترہ عیسوی جزیرہ رودس فتح ہوا اور
وہاں مسلمانوں کی فوجی جہاد کی قائم کر دی گئی۔ اس جہاد کی وجہ سے بحر روم میں
عیسائی فوجوں کی نقل و حرکت خطرہ میں پڑ گئی تھی، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان مجاہدین اسلام کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ہر وقت ان کی مدد پر کمر بستہ رہتے تھے
گمران کے نالہ قریبی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ان مجاہدین کو اس جزیرہ سے
مستقلی کے فوری احکام بھیجے آخر وہ بیچارے پیچھے سے رسد اور ملک کے متعلق ہونے
کے ڈر سے شاہی حکم کے مطابق رودس کو خالی کر کے اپنی زمین جائداد کھیت
اور باغات کو خیر باد کہہ کر بادل ناخواستہ وہاں سے چلے آئے اور یوں بغیر لڑے
بھڑے مفت میں یہ مسلمانوں کا مغزوہ جزیرہ نصاریٰ کے ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح سترہ بحری میں مسلمانوں نے قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ "ارداد" فتح
کیا تھا وہاں بھی مسلمان سات سال تک قابض رہے مگر یزید کو وہاں بھی مسلمانوں کا
بعض ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے درحکومت کے پہلے ہی سال میں مسلمانوں کو وہاں
سے واپسی کا حکم دے کر بٹوا لیا۔

ظاہر ہے کہ جب یزید نے بحری جنگ بند کر دی تھی تو وہ ان دونوں جزیروں پر

لے ملاحظہ ہو البیہ والہنایہ از ابن کثیر بسلسلہ واقعات و حوادث سترہ بحری۔

سے تاریخ طبری بعض واقعات سترہ بحری۔

اپنا قبضہ کیسے برقرار رکھ سکتا تھا۔

اس امر پر بھی بحث ہو چکی ہے کہ اس حدیث میں مغفرت سے "مغفرت عام"
مراد نہیں ہے۔ کہ سارے اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا پروانہ مل گیا ہو، بلکہ تمام اعمال
ساحلہ میں جہاں مغفرت کا ذکر آتا ہے وہاں بالافتقار سابق سابقہ گناہوں کی مغفرت
مراد ہوتی ہے اور وہ بھی عام طور پر صفا ترک مغفرت کہا کر کے لئے تو یہ کی ضرورت
ہے۔ بغیر تو یہ کے معافی لازمی نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی مشیت پر معاملہ موقوف رہتا ہے
کہ وہ وہب کریم چاہے تو اپنے فضل سے معاف کر دے اور چاہے تو ازراہ عدل
اس گناہ کی پاداش میں عذاب فرمائے۔

"مدینہ قیصر" سے کیا مراد ہے | اس حدیث میں "مدینہ قیصر" کے جو الفاظ ہیں وہ
بھی غور طلب ہیں: "مدینہ قیصر" یعنی شہر قیصر کی تعیین کسی حدیث میں مذکور نہیں کہ اس شہر کے کونسا
شہر مراد ہے۔ اس لئے اس کی تعیین میں تین شہروں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۱) "مدینہ قیصر" سے مراد وہ شہر ہے جہاں قیصر اس وقت مقیم تھا جبکہ زمان
رسالت سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ یعنی "حصص" جو کہ شام کا مشہور شہر ہے۔
اور جو یزید کی پیدائش سے بہت پہلے سترہ بحری میں عہدنا روتی ہی میں
فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ سابق میں گزر چکا ہے کہ بعض علما نے اس حدیث میں
"مدینہ قیصر" سے "حصص" ہی کو مراد لیا ہے۔

(۲) شہر "رودس" جو قدیم زمانہ سے قیصر روم کا دارالسلطنت چلا آ رہا تھا۔
"رودس" پر بھی اگرچہ مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں لیکن یہ حملہ یزید کی حیات میں
نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اس کے مرنے کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔

(۳) شہر "قسطنطنیہ" جو قسطنطین اعظم کا پایہ تخت تھا۔

حدیث "مدینہ قیصر" کا مصداق سلطان محمد فاتح | اب اگر "مدینہ قیصر" کو

القسطنطينية وعلى الجماعة
عبد الرحمن بن خالد بن الوليد
والروم ملحقون ظهورهم بجناظ
المدينة فحمل رجل على العدو
تقال الناس مدد الله الا
الله يلقى بيديه الى التهلكة
تقال ابو ايوب انما ازلت
هذه الآية فينا معا شر
الانصار وما نصر الله نبيه
صلوات الله عليه وسلم وظهر
الاسلام قلنا هلق نقيم في
اموالنا ونصلحها فانزل الله
عز وجل وَاَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ
اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ إِلَى
التَّهْلُكَةِ فَلَا لِقَاءَ بَايِدَيْنَا
إِلَى التَّهْلُكَةِ اِنْ نَقِمَ فِي
اموالنا ونصلحها ونخرج الجهاد
قال ابو عمران قلنا يزل
الايوب يجهاد في سبيل الله
عز وجل حتى يفتح بالقسطنطينية
باب في تولد عن رجل وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

پشت خطائے مسلمانوں سے آمادہ پیکار تھے۔ اسی لشکر میں
مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ایک شخص نے دشمن
کی فوج پر حملہ کر دیا۔ لوگ کہتے رہے "ذکر کو لا الہ الا
یہ شخص تو خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال
رہا ہے" یوں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے
میں اتری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اپنے
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اس کو
غلبہ عیب فرمایا تو ہم نے کہا تھا کہ اب تو ہم کو یریز میں رکھ
اپنے اموال کی خبر گیری اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ
دینا چاہیے۔ اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت شریفہ نازل
فرمائی وَاَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اِنْ يَرِاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی
راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو
لہذا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تو جہاد کو چھوڑ کر
ہمارا اپنے اموال کی خبر گیری اور اس کی اصلاح
کے خیال سے اپنے گھر میں بیٹھ رہنا
تھا۔

ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل بارہ سال جہاد میں جہاد ہی کرتے
رہے تا آنکہ آپ دفن بھی قسطنطنیہ ہی میں ہوئے۔

اور اسی غزوہ کا وہ واقعہ ہے جس کو امام ابو داؤد ہی نے "کتاب السنن"
کے "باب فی قتل الاسیر بالنہل" میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

حدثنا سعيد بن منصور ثنا
عبد الله بن وهب قال أخبرني
عمرو بن الحارث عن بكير بن
الانبيز عن ابن نعل قال غزونا
مع عبد الرحمن بن خالد بن
الوليد فأتى باربعة أعلاج
من العدو فأمروهم يقتلوا
صبراً قال ابو داؤد قال لنا
غير سعيد عن ابرو هب فحدثنا
الحديث قال بالنبل صبراً
فبلغ ذلك أبا ايوب الانصاري
فقال سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يخبر عن قتل الصبر
توالذي نفس بيد لو كانت
دجا جت جا صبر تحا
فيلزم ذلك عبد الرحمن بن
خالد بن الوليد فأتى
أربع مقاتل

ابن نعل کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو الرحمن بن خالد
بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جہاد میں
شریک تھے (اسی ہم ہیں) ان کے سامنے دشمن
کے چار ہتھیار کئے شخص پیش کئے گئے جن کے قتل
کرنے کا انہوں نے حکم دیا۔ اور عمل حکم میں ان کو
باندھ کر قتل کروا ڈالا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ہم
سے پہلے اس از سعید بن منصور کے علاوہ ایک اور
صاحب تھے ابن وہب سے اس حدیث میں یوں
نقل کیا ہے کہ ان چاروں کو باندھ کر تیرہ دن کا ہتھ
بنایا گیا تھا جب اس امر کی خبر حضرت ابو ایوب
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ آپ اس طرح باندھ کر قتل کر لے سب فرماتے
تھے۔ پس تمہارے اس ذات عالی کی کہ جس کی قبضہ
قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی مرغی بھی ہو تو
میں اس کا اس طرح باندھ کر تشدد نہ لوں۔ پھر آپ
اس فرمانے کی اطلاع جب حضرت عبدالرحمن بن خالد
بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پہنچی تو انھوں نے
اس کے کھانڈے میں چار غلام آزاد کئے۔

حضرت عبدالرحمن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بعض محدثین نے صفار صحابی میں ذکر کیا ہے یہ بھی اپنے والد ابو رگوار حضرت سیف اللہ خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح شجاع و دلیر تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الاصحاب فی فہر الصحابہ" میں ان کا مفصل ترجمہ لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ

اخرج ابن عساکر من طرق كثيرة ما نقله عنه عن كثرة من مثل من نقل عن أبي بكر بن عبد الله بن عمر بن الخطاب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله "من كان لله في الدنيا من عمل يومئذ" الروم أيام معاوية

امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں مسند اور مسند کے واقعات کے ضمن میں حافظ ابن کثیر نے "الہدایہ والنہایہ" میں مسند اور مسند بصری کے واقعات کے

ذیل میں بلاد روم میں ان کی زیارت اور دیگر مسلمانوں کے سرمائی چاؤ کا ذکر کیا ہے انہوں نے ہے کہ مسند بصری ہی میں ان کو جن میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا تھا۔ اپنے غزوات و

جہاد کی وجہ سے شامی مسلمانوں میں بڑے محبوب و با اثر تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یزید کو مسند بصری یا اس کے بھی کئی سال بعد مسند یا مسند میں قسطنطینیہ کی ہم پروردانہ

ہوا تھا۔ اور یہ اس سے بڑوں پہلے قسطنطینیہ کی شہر پناہ پر جنگ کو چکے ہیں۔ سردست ہم "غزوہ قسطنطینیہ" کے سلسلہ میں اسی قدر بحث پر اکتفاء کرتے ہیں۔ زندگی بخیر

رہی اور حق تعالیٰ نے توفیق دی تو تفصیل بحکم اس حدیث پر انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہماری کتاب "یزید کی شکل و صورت حدیثوں کے آیتے ہیں" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ شامی بخاری مہلب التوفی مسند حموی کے پہلے پرورش چھوڑا ہے کہ حدیث بخاری سے بڑی منقبت نکلتی ہے۔ اندس میں مانع کے قاضی تھے اور اندس میں اس

زمرے میں خلفاء بنی امیہ کا آخری تاجدار ہشام بن محمد العبد علی اللہ عز و جل تھا۔ اس مرحوم کی ہر ساری کارگزاری جیسا کہ محدث قسطلانی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے صریح کی ہے بنی امیہ کی حیثیت میں تھی۔

یزید کا عقیدہ عمل دونوں شراب تھے | خلاصہ بحث یہ ہے کہ یزید مثلاً اہل سنت و جماعت کی تہمت کے مطابق عقیدہ اور عمل دونوں کے اعتبار سے نہایت خراب آدمی تھا اس کے عقیدہ میں دو غریبیاں تھیں۔ (۱) ناصبیت یعنی حضرت علیؑ اور حضرات حسین و علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عداوت۔ چنانچہ حضرت نانو تو ہی رحمت اللہ تعالیٰ کی یزید کے بارے میں تصریح ہے کہ "ازرو سائے نواصب است"

اور مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین ذہبی رحمت اللہ تعالیٰ "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں:

یزید بن معاویہ کان ناصباً فظلاً یزید بن معاویہ ناصبی تھا، سنگدل، یزید بنان، غلیظ، جبار غلیظاً جلفاً یتناول المسکر ویفعل المنکر، انتج دولہ بقتل الشہید

شہید رضی اللہ عنہ کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ (کے قتل عام) پر اسی لیے لوگوں اس پر بھڑکا بھی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہو سکی۔ حضرت حسینؑ کے بعد بہت سے

بوقلہ الحرۃ فمقتد الناس ولم یولد فی عمرہ وخرج علیہ غیر واحد بعد الحسن رضی اللہ عنہ کا اہل المدینہ اللہ حضرت ابن مدینہ نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

(۲) "ارجار" یعنی ناصبی "ہونے کے ساتھ ساتھ "مرجی" بھی تھا۔ چنانچہ سوال اول کے جواب میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصریح اس کے پاس میں گزر چکی ہے اور ارجار "کی تفصیل بھی دیا

مذکور ہے۔ اور یہی اس کی بدی سواس کے اعمال قبیحہ اور حرکت شنیعہ کی تفصیل اس مقالہ کے اوراق پر ہے۔ اب خودی سوچ لیجیے کہ ایسے نابکار اور نالائق شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اس کے گناہ کا کیا کسی مسلمان

کو زیبہ تیار ہے؟ حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ یزید سے محبت کے بارے میں | حافظ ابن تیمیہ نے ٹھیکہ ہی لکھا ہے کہ:

واقعات محبتہ فلان المحبۃ یزید سے محبت نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ محبت فاسد تو الخاصة انما تكون للتبیین الصدیقین انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین رکھی جاتی ہے اور یزید کا

والشہد ادوا الصالحین وليس احدا منہم وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "انسان کا دشمن ہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جو کج است محبت ہوگی؟ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان

الافخر لا يختار ان يكون مع يزيد ولا ركنما ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کرے گا کہ
مع أمثاله من الملوك الذين اس کا حشر نرید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو
لیسا و اعداؤں سے جو عادل نہیں تھے۔

رواض و نواصب دونوں راہ ہدایت سے دور ہیں | اخیر میں ہم اتنا اور عرض کریں گے
کہ احادیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو "نجوم ہدایت" بتایا گیا ہے
ارشاد ہے :

أصحابي كالنجوم بأيهم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے
اقتديتم اهتديتم۔ جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اس روایت
رواہ وزین رحمہ اللہ کو روزی نے نقل کیا ہے۔

اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کو "کشتی نوح" سے تشبیہ کی گئی ہے کہ جو اس میں
سوار ہوگا بکرم خلافت میں غرق ہونے سے بچے گا۔ ارشاد ہے۔

إلا إن مثل أهل بيتي فيكم یاد رکھو یہ اہل بیت کی مثال تمہارے لیے ایسی
مثل سفينة نوح من ركبها ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تھی کہ جو اس
نجا، ومن تخلف عنها میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس میں سوار
هلك۔ رواہ احمد۔ نہ ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا اس حدیث کو امام
احمد نے روایت کیا ہے۔

مطلب صاف ہے جو لوگ "سفینہ اہل بیت" سے دور رہے جیسے خوارج اور نواصب
کہ "اہل بیت" کے دشمن ہیں، ان کو کافر کہتے اور ان سے بغض و عناد رکھتے ہیں وہ اولیٰ اللہ
ہیں میں غرق دریائے خلافت ہوئے اور جو کشتی میں تو سوار ہوئے مگر صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کی منیا پاشی سے کہ "نجوم ہدایت" ہیں انہوں نے رہنمائی حاصل نہ کی۔ جیسے
رواض ہیں تو اندھیرے اور تاریکی کی وجہ سے عین مخدہ میں جا کر ان کی کشتی بکرم خلافت میں
غرق ہوئی اور اہل سنت جماعت امام فخر الدین رازی کے الفاظ میں :

لہ مجموعہ فتاویٰ اجماعیہ ج ۳ - ص ۳۸ - لہ مشکوٰۃ : باب مناقب الصحابة الفضائل
لہ باب مناقب اہل بیت اس میں علی علیہ السلام الفصل الثالث (مشکوٰۃ)

نحن معاشر أهل السنة بمحمد الله ہم گردہ اہل سنت "محمد اللہ محبوب اہل بیت کے
رکن سنیة محبة أهل البيت سفینہ میں سوار ہیں اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
واحدینا بنجم ہدی صحابہ نبی نجم ہدایت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اس لیے امیر ار
صلی اللہ علیہ وسلم طر حو النجاة من ہیں کہ قیامت کی پہون کیوں اور جہنم کے طبعات سے
اهل القلعة ودرکات الجحیم نہیں نجات ملے گی اور وہ ہدایت میں عطا ہوگی جو
والحدایہ الیما یوجب رجعت جنت کے درخت اور دائمی نعمت کو واجب کرتی ہے۔
الجنان والقیام المقیم۔

محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ نے "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں حدیث سفینہ نوح
کی تشریح میں امام رازی کی تفسیر کبیر سے ان کی یہ عبارت نقل کی ہے "یزید بلید نے
نہ اہل بیت نبوی کی لاج رکھی نہ صحابہ کرام کی، اس لیے اب جو اہل سنت کے زمرہ سے خارج
ہو کر نواصب کے گردہ شقاوت پر وہ میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ شوق سے یزید پر اپنی
جان نچھادر کرے اپنا مال نثار کرے اور اس کی مدد کی اپنا شعار بنائے۔"

ان ساری تفصیلات سے اب یہ بات روز پر روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مسائل نے
استفصار میں جو بارہ سوالات قائم کیے ہیں وہ سب وہی تباہی شہتہ پر مبنی ہیں۔ واقعہ
میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور ان سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین و تمسخر
اور تحقیق و جمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی۔ اس لیے ایسے امور کو محتاق باور کرنے والا پکا
ناموسی، فاسق اور بدعتی ہے اور اہل سنت کے زمرہ سے خارج اور واجب التعزیر ہے
ایسا شخص نہ امامت کے لائق ہے نہ خطابت کے۔ اس کے لیے چھ نماز مکروہ تحریمی ہے
واجب الامارہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والحمد لله اولاً و آخراً

کتاب الفقیر الی اللہ تعالیٰ محمد عبد الرشید النعمانی غفر اللہ ذنوبہ

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

فہرست مراجع

۱

احکام القرآن - از جصاص

ص ۴۶ - ۱۳۰

إحياء علوم الدين - از غزالی

ص ۱۲۴ - ۱۶۲

أخبار الدول - از ابوالعلا سمرکانی

ص ۱۲۸

الإختیار للتحليل المختار - ص ۱۳۰

إرشاد الساری - از علامہ محمد قسطلانی

ص ۹۳ - ۱۹۸

إزالة الخطأ فی رد کشف الخطأ

از مولانا غلام ربانی - ص ۱۳۸

أسماؤ الخلفاء والولاء و ذکر محمد و هم

از ابن حزم - ص ۴۲

إسماء رجال مشكوة - از خطیب تبریزی

ص ۱۷۷

أشعة المنهاج - از شیخ عبدالحق دہلوی

ص ۱۶۳

الإصابة فی تمییز الصحابة از ابن حجر عسقلانی

ص ۶۱ - ۱۵۲ - ۱۹۸

أصول الدين - از ابوالیسر بزدوی

ص ۱۷۵

الأغانی - از ابی الفرج اصبہانی

ص ۱۰۳

إفادة الأخیار ببرادة الأبرار -

از محمد عربی تباتنی - ص ۹۹

الکامل بوجہ فی سیاسی زندگی -

از مناظر حسن گیلانی - ص ۶۱

الإمامة والسياسة - ص ۱۰۳

إمداد الفتاوى - ص ۱۸۳

انساب الأشراف - از بلاذری

ص ۱۰۳ - ۱۰۸

ب

ألبداية والنهاية - از ابن کثیر

ص ۳۲ - ۳۶ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ -

۶۹ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۹ - ۱۲۱ -

۱۳۸ - ۱۵۲ - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۸۰ -

۱۹۲ - ۱۹۸

البدور الطالع - از قاضی شوکانی

ص ۱۳۰ - ۱۸۸

بذل المجهود فی حق ابي داود - ص ۸۰

بشارت مغفرت کے امین یزید بن معاویہ
سے متعلق ایک اسم استفتاء -

ص ۱۸۴

لغیة الراشد فی شرح العقائد -

از صدیق حسن خاں صاحب -

ص ۱۸۵

ت

تاج العروس - از زبیدی - ص ۱۸۴

تاریخ ابن خلدون - ص ۳۲

تاریخ ابن خلکان -

ص ۱۲۴ - ۱۲۸ - ۱۲۹

تاریخ ابن عساکر - ص ۱۱۵

تاریخ ابن کثیر - ص ۱۰۱ - ۱۵۵

تاریخ الخلفاء از سیوطی -

ص ۷۰ - ۸۶ - ۸۸ - ۸۹ - ۱۳۳

۱۳۵ - ۱۵۲

تاریخ صغیر - از امام بخاری -

ص ۱۵۱ - ۱۵۷ - ۱۵۸

تاریخ طبری

ص ۱۵۲ - ۱۷۵ - ۱۹۲ - ۱۹۸

التاریخ الکبیر - از امام بخاری

ص ۱۷۱

التبصرة - از ابوالمنظر الاسفرائینی

ص ۱۶۸

تحریر الشہادتین - از سلامت اللہ کشفی

ص ۱۳۵ - ۱۳۷

مختصر اثناعشریہ - از شاہ

عبدالغنی - ص ۱۳۵ - ۱۳۶

تذکرۃ الحفاظ - للذہبی - ص ۱۲۳

تجلیل المنقذ - از ابن حجر

ص ۱۱۳ - ۱۱۴

تفسیر ابن ابی حاتم - ص ۵۷

تفسیر کبیر - از امام رازی - ص ۲۰۹

تفسیر مظہری - از قاضی شامی

پانی پتی - ص ۱۲۰ - ۱۲۱

المنہجیات اللغیة - از شاہ ولی اللہ

ص ۲۷ - ۲۸

تقریب التہذیب - از ابن حجر

ص ۱۰۱

تکلیل الایمان - از شاہ عبدالحق دہلوی

ص ۲۷ - ۱۳۰ - ۱۳۳ - ۱۳۶

تہذیب التہذیب - ابن حجر -

ص ۱۱۱ - ۱۱۳

تہذیب الجمال - از - مزنی - ص ۱۱۱

تیسیر القاری - از شیخ نورالحق دہلوی

ص ۷۷ - ۶۴ - ۷۱ - ۷۳ -

۷۴ - ۷۵

ج

جامع الترمذی - ص - ۹۲ - ۱۵۷
 ۱۵۸ - ۱۶۳ - ۱۷۲ - ۱۷۸
 جہرۃ أنساب العرب - ص - ۳۲
 جوامع السيرة - از - ابن حزم
 ص - ۴۵
 الجواهر المصفیة - از - عبدالقادر غفری
 ص - ۱۴۱

ح

حاضر العالم الاسلامی - از - امیر
 شکیب أرسلان - ص - ۱۹۵
 حجة الله البالغة - از - شاه ولی الله
 ص - ۲۹
 حسن العقیدہ - از - شاه عبدالعزیز
 ص - ۱۳۶
 حیوة المحیوان - از - علامہ کمال الدین
 دبیری - ص - ۱۲۸
 حیات سیدنا یزید - ص - ۳۶

خ

خلاصۃ الفتاوی - از - امام قلاوی
 احمد بخاری - ص - ۱۳۰ - ۱۳۲
 خلافت معاویہ یزید - محمود احمد عباسی
 ص - ۱۲ - ۱۸ - ۱۵۱ - ۱۹۵

د

دلائل النبوة - از - بیہقی
 ص - ۱۷۸
 دول الاسلام - از - ذہبی ص ۸۸
 الروض الباسم فی الذب عن سنتہ
 ابی القاسم - از - حافظ محمد بن
 ابراہیم وزیر یمانی -
 ص - ۱۲۵ - ۱۲۶ - ۱۹۹

ذ

ذکر الشہدان والشہیدۃ عن ارتکاب
 الغیبتہ - از - مولانا علی محمد فرنگی بکلی
 ص - ۱۴۰

س

سنن ابن ماجہ - ص - ۱۷۲
 سنن ابی داؤد -
 ص - ۹۳ - ۹۵ - ۱۹۵
 سنن دارمی - ص - ۸۳
 سنن نسائی - ص - ۵۱ - ۹۲
 سیر اعلام النبلاء - از - ذہبی
 ص - ۱۷۹ - ۱۷۰
 شدات الذب - از - عبدالحی ابن
 عماد حنبلی - ص - ۱۶۳

۶۶ - شرح تراجم ابواب البخاری -
 از شاه ولی الله دہلوی
 ص - ۳۸ - ۳۹
 ۶۷ - شرح سیر کبیر - از - شمس اللہ سرخسی
 ص - ۹۱

۶۸ - شرح صحیح مسلم - از - نووی
 ص - ۶۸ - ۸۷ - ۱۲۳

۶۹ - شرح عقائد نسفیہ - از - ملا سعد الدین
 قفازانی - ص - ۸۸ - ۱۳۵

۷۰ - شرح فارسی صحیح بخاری - از شیخ الاسلام
 دہلوی ص - ۴۷ - ۶۳

۷۱ - شرح مقاصد - از قفازانی -
 ص - ۱۳۸

۷۲ - شہید کرد بلا - از مفتی محمد شفیع صاحب
 ص - ۱۸۱

۷۳ - شہداء کر بلا پر افتراء - از مصنف
 ص - ۹۶ - ۱۶۹

ص

۱ - صحاح ستہ - ص - ۱۱۳
 ۲ - صحیح ابن حبان - ص - ۸۷ - ۱۷۲
 ۳ - صحیح بخاری - ص - ۳۰ - ۴۷ -
 ۴۸ - ۴۹ - ۵۵ - ۵۶ - ۶۱ - ۶۲ -
 ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ -
 ۷۵ - ۷۶ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۶ - ۸۷ -
 ۹۲ - ۹۵ - ۹۶ - ۱۱۱ - ۱۱۳ -
 ۱۸۵ - ۱۹۱

۴ - صحیح مسلم - ص - ۶۷ - ۷۷
 ۷۸ - ۸۰ - ۸۶ - ۱۵۷
 ۵ - الصواعق المحرقة - از ابن حجر مکی
 ص - ۱۷۴ - ۱۷۵ - ۱۸۹

ط

طبقات ابن سعد - ص - ۱۲۶
 ۱۳۷ - ۱۳۹ - ۱۹۵

ع

۱ - العقائد الطحاویہ - ص - ۲۶
 ۲ - عقائد نسفیہ - ص - ۱۸۵
 ۳ - العلم الشامخ فی تفصیل الحق علی
 الآباء والمشاخ - از مالک بن ہدی
 مقبلی - ص - ۱۸۸
 ۴ - عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
 ص - ۶۳ - ۷۲ - ۸۱
 ۵ - العواصم من القواصم - از ابن العربی
 ص - ۱۰۸ - ۱۱۳
 ۶ - العواصم والقواصم فی الذب من
 سنتہ ابی القاسم - از وزیر یمانی
 ص - ۱۳۰

ف

۱ - فتاویٰ برازیہ - از ابن البرزازی
 ص - ۱۳۲
 ۲ - فتاویٰ عزیزی - از شاہ عبدالعزیز
 ص - ۱۱۰ - ۱۳۳

فتح الباری - از ابن حجر

ص - ۲۶ - ۲۹ - ۵۱ - ۵۲ -

۵۳ - ۵۴ - ۵۸ - ۶۸ - ۷۱ -

۷۳ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۸ - ۸۰ -

۸۳ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ -

۱۵۳ - ۱۵۴

الفتح الکبیر فی نظم الزیادة الی الجامع الصغیر
ص - ۴۰ -

الفرع الثانی من الاصل السامی -

از نواب صدیق حسن خان - ص ۱۶۱

فصلی الخطاب - از خواجہ محمد یار سب

نقشبندی - ص - ۱۶۰

الفصل فی الملل والأهواء والنحل

از ابن حزم - ص - ۱۶۱ - ۱۶۲

الفوائد البہیة فی طبقات الخفیة -

از مولانا علی گنج فرنگی محلی - ص - ۱۳۱

فوائج الرحمت شرح مسلم الشیخ -

از علامہ بحر العلوم و محمد الشیر -

ص - ۱۸۳

ک

کامل ابن اثیر -

ص - ۳۲ - ۳۵ - ۱۰۵ - ۱۰۶ -

۱۰۸ - ۱۶۲ - ۱۶۵ - ۱۶۶ -

کتاب الإتحاف بحب الاشراف -

از عبد اللہ بن محمد شبرای -

ص - ۷۳ -

کتاب الذکار - از فردوسی -

ص - ۱۲۵ -

کتاب الانساب - از سمعیانی

ص - ۱۳۱ -

کتاب الثقات - از ابن حبان

ص - ۱۱۲ -

کتاب الزہد - احمد بن حنبل

ص - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۱۳ - ۱۱۴ -

۱۱۹ - ۱۲۲

کتاب العالم والمتعلم - از امام

ابو عینیہ - ص - ۱۳۳ -

الکواکب الدرداری شرح مجمع بخاری

از علامہ محمد یوسف کرمانی ص ۱۶۸

ل

لسان المیزان - از ابن حجر

ص - ۱۱۵ - ۱۱۹ - ۱۶۸ -

م

مجمع الزوائد - ص - ۱۰۶ - ۱۲۷ -

مجمع قنادی ابن تیمیہ -

ص - ۱۱۳ - ۱۲۰ -

منازل تاریخ الام الاسلامیہ

از محمد قزوی - ص - ۱۶۶ -

المحلی از ابن حزم - ص - ۶۲ -

مدارج النبوة - از شیخ عبد الحق

محدث دہلوی - ص - ۸۲ -

مراسیل الی داود - ص - ۱۱۳ - ۱۱۵ -

المرقاة شرح مشکوٰۃ - از عبد الحق

محدث دہلوی - ص - ۱۷۳ - ۲۰۱ -

مستخرج اسماعیلی - ص - ۵۶ - ۶۸ -

مسند ابی یعلی - ص - ۵۷ - ۵۸ - ۱۱۷ -

مسند احمد - ص - ۳۲ - ۵۱ -

۶۳ - ۶۹ - ۷۹ - ۱۱۳ - ۱۱۴ -

۱۷۲ - ۱۷۳ - ۱۷۸ -

- مسند بزار - ص ۷۲ -

- مشکوٰۃ شریف از خلیل تبریزی

ص - ۲۶ - ۳۰ - ۹۳ - ۹۴ -

۱۲۳ - ۱۷۲ - ۱۷۸ - ۲۰۰ -

مطالب المؤمنین - ص - ۱۳۰ -

المتعمد فی الاصول - از ابی یعلی

ص - ۱۲۰ -

معجم البلدان - از یاقوت حموی

ص - ۸۵ -

معجم الصحابة - از امام بخاری

ص - ۱۷۱ -

معجم طبرانی - ص - ۷۳ - ۷۷ - ۸۴ -

مفتاح النجا - از مرزا محمد یزدانی

ص - ۱۳۵ -

مقدمہ ابن خلدون - ص - ۱۱۰ -

مکتوبات سید احمد - از سید احمد شہید

ص - ۱۸۳ -

مکتوبات شریفہ - از مجدد الفانی

ص - ۱۸۲ -

مکتوبات قاسمی - در بارہ شہادت

حسین - ص - ۱۹۹ -

مناقب السادات - از قاضی

شہاب الدین دولت آبادی

ص - ۱۳۵ -

المفتی - للذہبی - ص - ۹۸ - ۹۹ -

منہاج السبۃ - از ابن تیمیہ

ص - ۳۵ - ۳۸ - ۵۹ - ۱۱۰ -

موارد النجان الی زوائد ابن نجار

ص - ۱۷۲ -

میزان الاعتدال - للذہبی

ص - ۵۱ - ۱۱۳ -

ن

- انکت علی الاطراف -

از ابن حجر - ص - ۱۱۵ -

۴ محرم ۱۳۵۹
تاتخ وفات: جناب والدہ محترمہ عبد الرحیم خان خیرپوری صاحبہ
۱۸ مجادی الاول ۱۳۵۹ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۴۰ء
بقام کراچی
چستان
منظر لطیف

